My Telegram Channel : New Madarsa

الکلام الفیضی
لحل
اسئلۃ الترمذی

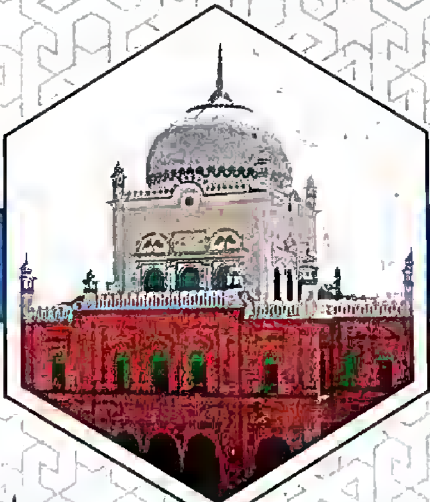

مرتب
زبیر حسین کوکسبازاری
فاضل دارالعلوم دیوبند

باہتمام
قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم الله الرحمن الرحيم

الكلام الفيضي

لحل أسئلة الترمذي

مرتب

زبیر حسین کوکسبازاری

فاضل دار العلوم دیوبند، سہارنپور، الہند

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

01336-223460, 9358911053

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب.................: الكلام الفيضي لحل أسئلة الترمذي

نام مرتب.................: زبیر حسین فاضل دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، الہند
وقسم الافتاء شاہی مراد آباد

اشاعتِ اوّل............: جنوری ۲۰۱۹ء جمادی الاول ۱۴۴۰ھ

باہتمام.................: فیض الحسن اعظمی

کمپیوٹرسیٹنگ..........: محمد محسن دیوبند: 9045237896 - 8057239323

صفحات.................: 328

ناشر.....................: مکتبہ صوت القرآن دیوبند: 01336-223460

ملنے کے پتے

کتب خانہ حمیدیہ، جامع مسجد دہلی	❖	شبلی کتاب گھر اعظم گڈھ
ثاقب بک ڈپو سنبھل	❖	دیوبند اسلامک بک اسٹور دیوبند

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MAKTABA SAUTUL QURAN

Madani Market, Deoband

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Mob: 9358911053 Ph: 01336-223460

website: www.deobandtody.com/sautul-quran

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر
الانتساب..	١٠
پیش لفظ..	١١
باب ماجاء مفتاح الصلاۃ الطھور........................	١٣
باب ماجاء من الرخصة من ذالك (عن استقبال القبلة بغائط أو بول)..	١٦
باب ماجاء من الرخصة من ذالك........................	١٩
باب ماجاء من الرخصة من ذالك (البول قائما)............	٢١
باب في الاستنجاء..	٢٣
باب في الاستنجاء بالحجرين........................	٢٧
باب في التسمية عند الوضوء........................	٣٠
باب في التسمية عند الوضو........................	٣٣
باب ماجاء أنه يأخذ لرأسه ماءً جديدًا........................	٣٥
باب ماجاء الأذنان من الرأس........................	٣٧
باب ماجاء الأذنان من الرأس........................	٤٠
باب في اسباغ الوضوء........................	٤٣
باب الرخصة في فضل طهور المرأة........................	٤٥

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضمون	صفحہ نمبر
باب ماجاء في ماء البحر أنه طهور	۴۶
باب التشديد في البول	۵۱
باب التشديد في البول	۵۴
باب الوضوء من النوم	۵۵
باب الوضوء من القبلة	۵۸
باب الوضوء من القبلة	۶۰
باب الوضوء بالنبيذ	۶۱
باب الوضوء بالنبيذ	۶۴
باب الوضوء بالنبيذ	۶۶
باب الوضوء بالنبيذ	۶۹
باب ماجاء في سؤر الكلب	۷۰
باب المسح على الخفين	۷۳
باب ماجاء أن الماء من الماء	۷۵
باب المذي يصيب الثوب	۷۸
باب أن المستحاضة تتوضأ عند كل صلاة	۸۰
باب ماجاء في الوضوء من الموطئ	۸۴
باب ماجاء في التيمم	۸۶
باب ماجاء في البول يصيب الأرض	۸۹
باب ماجاء في الصلاة قبل المغرب	۹۲
باب ماجاء في من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس	۹۴
باب ماجاء في الجمع بين الصلاتين	۹۷

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضمون	صفحہ نمبر

باب ماجاء في الترسل في الأذان	۹۹
باب ماجاء في الأذان بالليل	۱۰۳
باب ماجاء في الأذان بالليل	۱۰۷
باب ماجاء في الأذان	۱۰۹
باب ماجاء أن الإمام ضامن و المؤذن مؤتمن	۱۰۹
باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلي فيه مرة	۱۱۲
باب من أحق بالإمامة	۱۱۴
باب من أحق بالإمامة	۱۱۷
باب ماجاء في ترك الجهر	۱۱۹
باب ماجاء في ترك الجهر	۱۲۲
باب رفع اليدين عند الركوع	۱۲۴
باب رفع اليدين عند الركوع	۱۲۸
باب ماجاء في القرائة خلف الإمام	۱۲۹
باب ماجاء في كراهية أن يتخذ على القبر مسجدا	۱۳۴
باب ماجاء في المسجد الذي أسس على التقوى	۱۳۵
باب ماجاء إذا صلى الامام قاعدا فصلوا قعودا	۱۳۹
باب ماجاء في سجدتي السهو قبل السلام	۱۴۳
باب ماجاء في الرجل يسلم في الركعتين من الظهر و العصر	۱۴۵
باب ماجاء في سجدتي السهو بعد السلام و الكلام	۱۴۷
باب في ترك القنوت	۱۴۸
باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة	۱۵۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صفحہ نمبر	مضمون

۱۵۳	باب ماجاء في اعادتهما بعد طلوع الشمس
۱۵۵	باب ماجاء أن الوتر ليس بحتم
۱۵۹	باب ماجاء الوتر سبع ركعات
۱۶۲	باب فضل يوم الجمعة
۱۶۵	باب في الركعتين إذا جاء الرجل و الإمام يخطب
۱۶۷	باب التقصير في السفر
۱۷۰	باب ماجاء في الجمع بين الصلاتين
۱۷۲	باب ماجاء أن صلاة الليل و النهار مثنى مثنى
۱۷۵	باب ماجاء في الصدقة فيما يسقى بالانهار وغيرها
۱۷۷	بَاب: مَا جَاءَ فِيمَا لَا يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ لُبسه
۱۸۰	باب ماجاء في كراهية تجصيص القبور و الكتابة عليها
۱۸۲	باب ماجاء لا نكاح الا بولي
۱۸۵	باب ماجاء في استئمار البكر و الثيب
۱۸۸	باب ماجاء في الأمة ولها زوج
۱۹۰	باب في المطلقة ثلاثا لها النفقة و السكنى
۱۹۳	باب في المطلقة ثلاثا لها النفقة و السكنه
۱۹۶	باب ماجاء لا طلاق قبل النكاح
۱۹۹	باب ماجاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا
۲۰۲	باب ماجاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا
۲۰۲	باب ماجاء في الصرف
۲۰۳	باب ماجاء في المخابرة و المعاومة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صفحہ نمبر	مضمون

باب ماجاء في اليمين مع الشاهد ٢٠٦

باب ماجاء في العبد يكون بين الرجلين فيعتق أحدهما نصيبه ٢٠٨

باب ماجاء في الشفعة للغائب ٢١٢

باب ماجاء في لحوم الحمر الاهلية ٢١٨

باب: تخمير الإناء وإطفاء السراج والنار عند المنام ٢٢٢

باب ماجَاءَ فِي الْأَكْلِ مَعَ الْمَجْذُوْمِ ٢٢٤

باب ماجاء ما أسكر كثيره فقليله حرام ٢٢٧

باب ماجاء في السقاء ٢٣١

باب ماجاء في النهي عن الشرب قائما ٢٣٣

باب ماجاء في الرخصة فيه ٢٣٣

باب ماجاء في النهي عن الشرب قائما ٢٣٥

باب ماجاء في الرخصة فيه ٢٣٥

باب كَرَاهِيَةُ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ ٢٣٦

باب ماجَاءَ فِي بِرِّ الْخَالَةِ ٢٣٨

باب ماجاء في قطيعة الرحم ٢٤٠

باب ماجاء في قطيعة الرحم ٢٤٣

باب ماجَاءَ فِي حُبِّ رَحمَةِ الْوَلَد ٢٤٥

باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم ٢٤٧

باب ماجاء في الحسد ٢٥٠

باب ماجاء في الحسد ٢٥٢

باب ماجاء في اللعنة ٢٥٢

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضمون	صفحہ نمبر

باب مَاجَاءَ فِيْ تَعْلِيمِ النَّسَب ۲۵۴
باب ماجاء فِيْ ظن السوء ۲۵۶
باب ماجاء في ظن السوء ۲۵۷
باب ماجاء في المِزَاح ۲۵۹
باب ماجاء فِي المِرَاء ۲۶۰
باب ماجاء في خلق النبي ﷺ ۲۶۲
باب ماجاء فِي حُسْنِ الْعَهْد ۲۶۴
باب ماجاء في معالي الأخلاق ۲۶۵
باب ماجاء مَايُطْعِمُ الْمَرِيض ۲۶۸
باب ماجاء في شرب الأبوال الإبل ۲۶۹
باب ماجاء في من قتل نفسه بسم أو غيره ۲۷۱
باب ماجاء في السعوط وغيره ۲۷۴
باب ماجاء فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعِين ۲۷۶
باب ماجاء في أخذ الأجر على التعويذ ۲۷۸
باب ماجاء أخذ الأجر على التعويذ ۲۸۱
باب ماجاء في لزوم الجماعة ۲۸۲
باب ما جاء في الخسف ۲۸۵
باب ماجاء في أشراط الساعة ۲۸۸
باب ماجاء في قتال الترك ۲۹۱
باب ماجاء في قتال الترك ۲۹۲
باب ماجاء في أن الدجال لا يدخل المدينة ۲۹۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صفحہ نمبر	مضمون

۲۹۵	باب ماجاء في أن الدجال لايدخل المدينة
۲۹۶	باب رؤيا المؤمن جزء من ستة واربعين جزء من النبوة
۲۹۹	باب رؤيا المؤمن جزء من ستة واربعين جزء من النبوة
۳۰۰	باب ماجاء في من لاتجوز شهادته
۳۰۱	باب ماجاء في المبادرة في العمل
۳۰۳	باب ماجاء في الزهادة في الدنيا
۳۰۵	باب في القيامه
۳۰۸	أبواب صفة القيامة والرقائق
۳۰۹	باب ماجاء في روية الرب تبارك وتعالى
۳۱۳	باب ماجاء في روية الرب تبارك وتعالى
۳۱۴	باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة
۳۱۷	باب ماجاء في تقليم الأظفار
۳۱۹	باب ماجاء في انشاد الشعر
۳۲۱	باب مثل المؤمن القاري للقرآن وغير القاري
۳۲۳	باب ماجاء في من قرأ قرآنا ماله من الاجر
۳۲۶	تفسير سوره المائدة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الانتساب

اولا: بندہ اس علمی کوشش اور جد و جہد کو والدین محترمین اور تمام اساتذہ کرام خصوصا میرا استاذ خاص اور شفیق مخلص حضرت مولانا قاری "فیض الکبیر" صاحب دامت برکاتہم العالیہ (جن کے نام کی طرف منسوب کر کے اس کتاب کا نام رکھا گیا ہے) کی طرف منسوب کرنا قابل سعادت سمجھتا ہے جن کے ہدایات اور کوششوں سے بندہ اس خدمت کے لائق ہوا ہے۔

ثانیاً: ملت بیضاء کی عزت کو چار چاند لگانے والی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے نام پر جس نے اپنے وسیع ترین دامن وابستہ کر کے استفادہ کا سنہرا موقع نصیب فرمایا۔

زبیر حسین
فاضل دارالعلوم دیوبند
۵ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الى يوم الدين.

امابعد: جب مادرِعلمی دارالعلوم دیوبند میں امتحان سالانہ قریب آ گیا تھا تو بندہ سوچا کہ پوری صحاح ستہ کے مسائل کو الگ الگ کر کے ضبط کرنا بہت مشکل ہے اس لئے ایک آسان طریقہ نکالنا چاہئے؛ لہٰذا بندہ نے فکر کیا کہ ترمذی شریف کو اچھی طرح حل کرلوں تاکہ پورے مسائل کا ایک خاکہ ذہن میں بیٹھ جائے اور منجملہ دوسری کتابوں کے لئے بھی سہارا بن جائے اس لیے بندہ جب کتاب کے ساتھ سوالات ماضیہ کو حل کرنے کے لیے بیٹھا تو بعض جزئیات کے طلب میں بہت پریشانی اٹھانی پڑی بعض جزئیات تک رسائی میں دقت پیش آئی تھی اور بعض تک طلب بسیار کے باوجود رسائی نہ ہوسکی تو ذہن میں یہ بات آئی کہ ان جزئیات کا حل ایک مسودہ کی صورت میں جمع کیا جائیں

چنانچہ میں نے اپنے رفیق درس "مولانا حنیف ریان قاسمی، مولانا مامون الرشید قاسمی اور مولانا محمد اقبال قاسمی" سے مشورہ کے بعد یہ بات طی ہوئی کہ ان جزئیاتِ مشکلہ اور سوالات مشکلہ کے حل پر ایک مسودہ تیار کریں گے تاکہ مستقبل میں آنے والوں کے لیے ان مواقع مشکلہ کا حل آسان ہوجائے اور ان لوگوں کی دعاء خیر بندہ کی نجات کا ذریعہ بن جائے؛ چنانچہ مشورہ کے بعد یہ عمل شروع ہوا اور ایک مدت کے بعد الحمد للہ کتاب پوری ہوئی چونکہ بندہ اس کا لائق نہیں کہ حدیث پاک کی خدمت کے نازک میدان میں قلم اٹھائے تاہم ہوسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا بدلہ عنایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمایا اور اس خدمت کی توفیق عطا فرمائیں ہے اس لئے ممکن ہے اس مسودہ میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر کوئی خامی اور غلطی پر مطلع ہو تو احقر کو آگاہ فرما کر ممنون اور مشکور فرمائیں۔ فجزاکم اللہ خیرا

زبیر حسین
فاضل دارالعلوم دیوبند
۵ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال نمبر ا

باب ماجاء مفتاح الصلاة الطهور

(تحفۃ الالمعی: ا/۱۹۸، ۱۴۲۲ھ)

عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحرِيمُهَا التَكبِيرُ. وَتَحلِيلُهَا التَّسلِيمُ

(الف) حدیث با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث شریف کے تینوں جملوں کی شرح کریں اور جس مسئلہ میں اختلاف ہو اس کو مع اختلاف ائمہ مدلل ومفصل لکھیں۔

(ج) اس حدیث کی سند میں ابن عقیل ہیں، یہ راوی کس درجہ کا ہے؟ ائمہ جرح و تعدیل کے وہ اقوال لکھیں جو امام ترمذی نے بیان کیے ہیں،

جواب

(الف) حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی کنجی پاکی ہے، اور نماز کا تحریمہ تکبیر ہے اور نماز ختم کرنے والی چیز تسلیم ہے۔

(ب) قولہ مفتاح الصلاۃ الطھور: اس میں نماز کو ایسے مکان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو مقفل ہو اور مقفل مکان کو کھولنے کے لیے چابی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح نماز میں داخل ہونے کے لیے پاکی ضروری ہے اور پاکی عام ہے جس میں کپڑوں کی پاکی، بدن کی پاکی، جگہ کی پاکی اور حدث اصغر و اکبر سے پاکی سب مراد ہیں، اور نماز کے لیے پاکی کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں جیسے استقبال قبلہ سترِ عورت وغیرہ، پس حدیث میں جو حصر ہے وہ حصر ادعائی ہے یعنی گویا اصل فرض یہی ہے اور حدیث میں اس طرح ہے کہ مبتداء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خبر دونوں معرفہ ہیں اور جب جملہ اسمیہ کے دونوں جزء معرفہ ہوتے ہیں تو کلام میں حصر پیدا ہوتا ہے، پھر حصر کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی ادعائی، یہاں حصر ادعائی ہے۔

قوله: تحریمها التکبیر: تحریم باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں: حرام کرنا، اور ضمیر کا مرجع نماز ہے اور اضافت بمعنی فی ہے، یعنی نماز میں حرام کرنے والی چیز اللہ اکبر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے جو چیزیں حلال تھیں مثلا بات کرنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، یہ سب چیزیں تکبیر کہتے ہی حرام ہوجاتی ہیں۔

قوله تحلیلها التسلیم: تحلیل بھی مصدر ہے اس کے معنی ہیں حلال کرنا اور ضمیر کا مرجع نماز ہے، اور اضافت بمعنی فی ہے نماز میں حلال کرنا یعنی جو چیزیں نماز میں حرام تھیں وہ سلام پھیرتے ہی حلال ہوجاتی ہیں جیسے کھانا پینا، چلنا پھرنا وغیرہ۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۱۹۵)

تکبیر میں اختلاف: [۱] امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک کوئی بھی ایسا ذکر جو اللہ تعالی کی بڑائی پر دلالت کرتا ہو اس سے فریضۂ تحریمہ ادا ہوجاتا ہے مثلا: اللہ اکبر، اللہ اعظم کا صیغہ استعمال کرے تو اس کی نماز کا فریضہ ادا ہوجائے گا لیکن اللہ اکبر سے شروع کرنا واجب ہے، اگر کسی نے اللہ اکبر کے بجائے اللہ اجل سے شروع کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی [۲] ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف (رحمہم اللہ) صیغۂ تکبیر کی فرضیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک تعظیم باری تعالی کا کوئی صیغہ اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، پھر صیغۂ تکبیر کی تعیین میں ان حضرات کے نزدیک اختلاف ہے امام مالکؒ کے نزدیک صیغۂ تکبیر صرف اللہ اکبر ہے اور امام شافعیؒ اس کے ساتھ اللہ الاکبر کو بھی شامل کرتے ہیں، اور امام ابو یوسفؒ ان دونوں کے ساتھ اللہ الکبیر کو بھی شامل کرتے ہیں،

دلیل امام ابوحنیفہؒ: یہ حضرات آیت قرآنی ''وذکر اسم ربہ فصلی'' سے استدلال کرتے ہیں، اس میں صرف اسم باری تعالی کا بیان ہے صیغۂ تکبیر کی کوئی خصوصیت نہیں۔

دلیل ائمۂ ثلاثہ: یہ حضرات صیغۂ تکبیر کی فرضیت پر حدیث باب کا جزء ''تحریمها التکبیر'' سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں خبر معرف باللام ہے جو حصر کا فائدہ دیتی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس سے معلوم ہوا تحریم تکبیر پر منحصر ہے، جیسے مفتاح الصلاۃ طہارت پر منحصر ہے۔

الجواب عن دلیل الائمۃ الثلاثہ: حدیث باب میں جس صیغہ تکبیر کی تخصیص کی گئی ہے وہ خبر واحد ہونے کی بنا پر قطعی الثبوت نہیں؛ لہٰذا اس سے فرضیت تو ثابت نہیں ہوگی، البتہ وجوب ثابت ہوگا۔

قولہ تحلیلها التسلیم: [۱] ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک خروج عن الصلاۃ کے لیے صیغہ سلام یعنی السلام علیکم فرض ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص صیغہ سلام کے علاوہ اورطریقہ سے نماز کو ختم کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

دلیل: حدیث باب کا جملہ "تحلیلها التسلیم" طریقۂ استدلال اس طرح ہے کہ اس میں خبر معرف باللام ہونے کی بنا پر مفید حصر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز سے حلال ہونا صیغۂ تسلیم کے ساتھ خاص ہے۔

[۲] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض صرف خروج بصنع المصلی ہے اور صیغۂ سلام کے بارے میں علماء احناف سے دو روایتیں منقول ہیں۔ امام طحاوی سے مروی ہے کہ وہ سنت ہے اور علامہ ابن ہمام کے نزدیک واجب ہے، دوسرا قول راجح ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص صیغۂ سلام کے علاوہ کسی اور طریقے سے نماز سے خارج ہوا اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وہ واقعہ جس میں حضور علیہ السلام نے ان کو تشہد کی تعلیم دے کر فرمایا: "اذا قلت هذا او قضیت هذا فقد قضیت صلاتك، ان شئت ان تقوم فقم و ان شئت ان تقعد فاقعد"۔

الجواب عن دلیل الائمۃ الثلاثہ: یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے وجوب ثابت ہو سکتا ہے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی۔

(ج) محمد بن عقیل: یہ متکلم فیہ راوی ہیں، ائمہ جرح و تعدیل میں سے بعض نے ان کی توثیق کی ہے، بعض نے ان کی جرح کی ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صدوق ہیں، صدوق وہ راوی ہے جو جان بوجھ کر حدیث میں غلط بیانی نہ کرتا ہو اور صدوق کا لفظ تعدیل کے الفاظ میں سے سب سے ہلکا لفظ ہے، ابن عقیل صدوق تو تھے مگر ان کا حافظہ کچھ بہتر نہیں تھا اس لئے یہ اعلی درجہ کے راوی نہیں ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور حمیدی، ابن عقیل کی روایتوں سے استدلال کرتے تھے، اور خود امام بخاری نے ان کو مقارب الحدیث کہا ہے جس کے معنی ہیں حدیث کو قریب کرنے والا، یہ لفظ جرح ہے یا تعدیل ہے اس میں اختلاف ہے بعض لوگ اس محاورہ کو جرح قرار دیتے ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ الفاظ تعدیل میں سے ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے متعدد جگہوں میں اس محاورہ کو ثقہ کے ساتھ ملا کر استعمال کیا ہے اس محاورہ کی صورت یہ سمجھنی چاہئے کہ صحیح حدیثوں کا ڈھیر ہے یہ راوی اپنی حدیث لیکر اس میں رکھنے کے لیے آیا ائمہ نے اس کو نہ رکھنے دیا تو وہ ڈھیر کے پاس اپنی حدیث رکھ کر چلا گیا، پس یہ شخص اپنی حدیثوں کو صحیح حدیثوں سے قریب کرنے والا ہوا۔

(تحفۃ الالمعی ۱/۱۹۹)

سوال نمبر ۲

باب ماجاء من الرخصة من ذالك (استقبال القبلة بغائط أو بول)

(تخ: ۱/۲۱۰، ششماہی ۱۴۱۸ھ)

حدیث نمبر:۱۱ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَقِيتُ يَوْمًا عَلَى بَيْتِ حَفْصَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْكَعْبَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) استقبال استدبار کا مسئلہ مع اختلاف ائمہ مدلل ومفصل لکھو،

(ج) مذکورہ حدیث کس کے مستدل ہے اور دوسرے حضرات کیا توجیہ کرتے ہیں؟

جواب

(الف): عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں (اپنی بہن) حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ شام کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت فرما رہے ہیں۔

(ب): استقبال واستدبار کے مسئلہ میں فقہاء کرام کے بہت اختلافات ہیں مگر مشہور مذہب چار ہیں:

[۱] حنفیہ کے نزدیک (مفتی بہ قول یہ ہے کہ) استقبال اور استدبار دونوں علی الاطلاق ناجائز ہیں خواہ کھلی فضاء میں ہو یا آبادی میں ہوں۔

[۲] استقبال استدبار دونوں علی الاطلاق جائز ہیں یہ مسلک داؤد ظاہری، ربیعۃ الرائی۔ اور اہل ظواہر کا ہے۔

[۳] استقبال واستدبار دونوں بنیان میں جائز ہیں اور صحراء میں ناجائز ہیں، یہ مسلک امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔

[٤] امام احمد رحمہ اللہ سے تین قول مروی ہیں۔ (الف) امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کے موافق، (ب) احناف کے موافق (ج) استدبار مطلقاً جائز اور استقبال مطلقاً ناجائز۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے آپ کا یہی قول نقل کیا ہے۔

دلیل المذهب الاول (١) حديث ابی ايوب الانصاری: قال: قال رسول الله ﷺ اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط و لا بول و لا تستدبروها، ولكن شرقوا او غربوا۔

(٢) روی عن عبد الله بن الحارث عن النبی ﷺ لا يبولن احدكم مستقبل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

القبلة (ابن ماجه) (۳) حديث سلمان: لقد نهنا رسول الله ﷺ ان نستقبل القبلة بغائط او بول. (مسلم)

دليل المذهب الثاني: یہ حضرات ممانعت کی روایات کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور جواز کی روایات کو ناسخ قرار دیتے ہیں (۱) حدیث ابن عمر "رقيت على بيت حفصة فرئيت النبي ﷺ على حاجته مستقبل الشام مستدبر الكعبة" وہ کہتے ہیں استدبار اور استقبال دونوں حکم برابر ہیں؛ لہٰذا استقبال واستدبار دونوں جائز ہیں (۲) عن جابر رضي الله عنه: نهى النبي ﷺ ان نستقبل القبلة ببول، فرأيته قبل ان يقبض بعام يستقبلها، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پیشاب کرتے وقت استقبال قبلہ کیا ہے۔

دليل المذهب الثالث: حديث ابن عمر "رقيت على بيت حفصة فرئيت النبي ﷺ على حاجته مستقبل الشام مستدبار القبلة" کہ آپ ﷺ سے بنیان میں استدبار ثابت ہے اور یہی حکم استقبال کا بھی ہے۔

دليل المذهب الرابع: یہ حضرات حضرت ابن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ سے استدبار قبلہ ثابت ہے اس وجہ سے ہم کہتے ہیں استدبار جائز ہے اور استقبال ناجائز ہے۔

(ج): یہ حدیث غیر حنفیہ کا مستدل ہے حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اصل میں مستدبر القبلہ نہ تھے لیکن ابن عمر کو دیکھ کر بتقاضہ حیا آپ نے اپنی ہیئت بدل لی، اور ابن عمر جیسا دیکھا ویسا بیان کر دیا۔

دوسرا جواب یہ کہ یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن عمر آپ کو قصداً نہیں دیکھا ہوگا بلکہ اتفاقاً نظر پڑ گئی ہوگی اور اس میں غلط فہمی کے امکانات بہت زیادہ ہے۔ (درس ترمذی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۳

باب ماجاء من الرخصة في ذالك

(نخ:۱/۲۱۰، ششماہی ۱۹ ۱۴۱ھ)

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا.

(الف) حدیث با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) کعبہ شریف کا استقبال واستدبار عند الغائط والبول جائز ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مدلل ومفصل لکھیں، ہر فریق کے دلائل اور مذہب محقق کی وجوہ ترجیح بھی بیان کریں۔

(ج) مذکورہ حدیث کس کی دلیل ہے؟ اور اس کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ دوسرے حضرات اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں۔

جواب

(الف) جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ ہم پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کریں، پھر میں نے وفات سے ایک سال پہلے آپ کو قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔

(ب) اختلاف اور ہر فریق کے دلائل گزر چکے ہیں۔

مذہب محقق کی ترجیح: حنفیہ نے مذکورہ تمام روایات میں حضرت ابوایوب انصاری کی روایت کو ترجیح دیکر اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت کی وجوہ ترجیح مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یہ حدیث باتفاق محدثین سند کے اعتبار سے اصح مافی الباب ہے اور اس باب میں کوئی بھی حدیث سنداً اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت ایک قانون کلی کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے مقابلہ میں دوسری تمام روایات دو واقعات جزئیہ ہے، حنفیہ کا اصول ہے کہ وہ حضرات روایات متعارضہ میں سے ہمیشہ اس روایت کو اختیار کرتے ہیں جس میں ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہو، ایسے مواقع پر حنفیہ واقعات جزئیہ میں تاویل کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت قولی اور مخالف روایات فعلی ہیں، اور تعارض کے وقت قولی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے۔

(٤) حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت محرم اور مخالف روایات مبیح، اور قاعدہ ہے کہ تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔ (درس ترمذی ۱/ ۱۸۷)

(ج) مذکورہ حدیث مذہب ثانی یعنی داود ظاہری اور اصحاب ظواہر اور ربیعۃ الرائ کے مذہب کی دلیل ہے، ان کے نزدیک استقبال اور استدبار دونوں علی الاطلاق جائز ہیں۔

اس حدیث کی اسنادی حیثیت: حضرت جابر کی روایت اعلی درجہ کی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ حسن درجہ کی ہے اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو پہلے مدینہ میں رہتے تھے پھر عراق میں فروکش ہو گئے تھے، یہ متکلم فیہ راوی ہیں، امام بخاری وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور یحیٰی القطان، سلیمان تیمی اور امام مالک وغیرہم نے ان پر جرح کی ہے امام مالک نے تو ان پر بہت سخت جرح کی ہے مگر ائمہ نے اس کو معاصرانہ چشمک قرار دیا ہے، ہمارے اکابر نے محمد بن اسحاق کو من زوات الحسان مان لیا ہے؛ مگر وہ تدلیس کرتے تھے یعنی وہ اپنے ضعیف استاذ کا نام چھپاتے تھے اور ایسے راوی کا عنعنہ معتبر نہیں ہوتا اور وہ یہ روایت ابان سے بصیغہ عن روایت کرتے ہیں، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے، اور غریب ہونیکی وجہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق سے آخر تک یہی ایک سند ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۲۱۰)

احناف اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں (۱) اس میں یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ بے پردگی سے بچنے کے لیے مجبوراً آپ نے ایسا کیا ہوں (۲) یا یہ آپ کی خصوصیت ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۴

باب ماجاء من الرخصة من ذالك (البول قائما)

(ششماہی ۱۴۳۸ھ)

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا. فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوءٍ فَذَهَبْتُ لِأَتَأَخَّرَ عَنْهُ. فَدَعَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ. قال الاعمش كان ابي حميلا فورثه مسروقا...

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے مدلل لکھیں۔

(ج) اگر یہ حدیث جمہور کے مسلک کے خلاف ہو تو اس کی مناسب توجیہ کیجئے

(د) کان ابی حمیلا کا مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ اس عبارت کس اختلافی مسئلہ کی جانب اشارہ ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

جواب

(الف) حذیفہ بن یمان ؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر سے ہوا تو آپ نے اس پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا، میں آپ کے لیے وضو کا پانی لایا، اسے رکھ کر میں پیچھے ہٹنے لگا، تو آپ نے مجھے اشارے سے بلایا، میں (آ کر) آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہوگیا، آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

(ب) [۱] حضرت سعید بن المسیب اور عروہ بن الزبیر، امام احمد کے نزدیک علی الاطلاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے،داؤد ظاہری اس کے برابر خلاف ہے۔پہلے تینوں اماموں کے دلیل:حدیث باب ہے:عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا،اس حدیث میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا کوئی عذر ذکر نہیں کیا گیا پس اس سے معلوم ہوا مطلقاً کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے۔

اور داؤد ظاہری کی دلیل حدیث عائشہ ہے:"من حدثكم ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يبول قائما فلا تصدقوه، ما كان يبول الا قاعدا" اور اس کے مقابل جو حدیث ہے یہ یا تو منسوخ ہے یا عذر شدید پر محمول ہے،

[۲] جمہور کے نزدیک بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے،لیکن امام مالک کے نزدیک کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ چھینٹیں اڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔

دلیل: کیونکہ نہی کی روایت صحیح سند سے روایت نہیں اور حضرت عائشہ کی حدیث اگرچہ قابل استدلال ہے،لیکن اس میں آپ کی عادت کا بیان ہے،نہ کہ ممانعت کا؛ لہٰذا اس سے زیادہ سے زیادہ کراہت تنزیہی ثابت ہوگی۔ (درس ترمذی ۱/۱۹۸)

(ج) علماء نے اس حدیث کی بہت توجیہات کی ہیں،بعض نے کہا حضور علیہ صلی اللہ نے کھڑے ہوکر اس لئے پیشاب کیا کہ نجاست کی وجہ سے وہاں بیٹھنا ممکن نہیں تھا،بعض نے کہا کہ بعض اطباء کے نزدیک کبھی کبھی کھڑے ہوکر پیشاب کرنا صحت کے لئے مفید ہے،اور عرب میں خاص طور پر یہ بات کافی مشہور تھی،بنابریں حضور قائما پیشاب کیا تھا،اور ایک توجیہ یہ کہ آپ کے گھٹنے میں اس وقت تکلیف تھی،جس کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا۔

(درس ترمذی ۱/۲۰۰)

(د) قولہ "كان ابى حميلا فورثه مسروق" حمیل اس بچہ کو کہتے ہیں جو اپنی ماں کے ساتھ گرفتار ہوکر دارالاسلام لایا جائے،امام اعمش کے والد مہران حمیل تھے،اس قول کا مطلب یہ ہے کہ میری دادی کے انتقال کے بعد حضرت مسروق نے میرے والد کو ان کا وارث قرار دیا،یہ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ حمیل اپنے ماں باپ کا وارث ہوگا یا نہیں، اس سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دارالاسلام میں آنے کے بعد حمیل کے ماں نے بیّنہ کے ذریعہ اس کا نسب اس کے باپ سے ثابت کردے تب تو اسے عورت کا قانونی بیٹا تصور کیا جائے گا، اور وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا، اگر وہ بیّنہ سے ثابت نہ کر سکے لیکن صرف اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تحميل النسب على غيره ہے؛ للہٰذا اس صورت میں بیٹا وارث نہ ہوگا البتہ اگر ماں کے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس اقرار کی بنا پر یہ بچہ ماں کا وارث ہوگا، اس کے برخلاف شافعیہ اور دوسرے مجتہدین جن میں امام ترمذی بھی شامل ہے ایسے بچہ کو علی الاطلاق ماں کا وارث قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ اس موقع پر امام ترمذی نے حضرت مسروق کا فتوی اپنے مسلک کی تائید میں پیش کیا ہے، کہ انہوں نے حضرت اعمش کے والد مہران کو حمیل ہونے کے باوجود ان کی ماں کا وارث قرار دیا، حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مہران کی والدہ نے ان کے نسب پر بیّنہ پیش کیا ہوگا نیز یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ بیّنہ نہ پیش کیا ہو لیکن ان کی والدہ کا کوئی وارث موجود نہ ہو، اور ان دونوں صورتوں میں حضرت مسروق کا فتوی حنفیہ کے خلاف نہیں۔

اور ہمارے اس مسلک کی دلیل حضرت عمرؓ کا ایک اثر ہے جو موطا امام محمد میں منقول ہے کہ انہوں نے بیّنہ کے بغیر حمیل کے ثبوت نسب کو ممنوع قرار دیا۔ (درس ترمذی ۱/۲۰۳)

سوال نمبر ۵

باب في الاستنجاء بالحجرين

(سالانہ ۱۴۳۳ھ)

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ: الْتَمِسْ لِي ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ، قَالَ:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ. فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ: إِنَّهَا رِكْسٌ . قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَكَذَا رَوَى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هَذَا الْحَدِيثَ، وَرَوَى مَعْمَرٌ، وَعَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَرَوَى زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَرَوَى زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَهَذَا فِيهِ اضْطِرَابٌ. وَأَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا عِنْدِي حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، وَقَيْسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) استنجاء بالاحجار میں تثلیث اور انقاء دونوں واجب ہیں؟ یا ایک؟ اس میں ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔

(ج) مذکورہ اضطرابِ سند کی وضاحت کر کے بتائیں کہ امام ترمذی کے نزدیک کونسی سند راجح ہے؟ اور کیوں؟ نیز بتائیں کہ امام ترمذی نے جس سند کو راجح قرار دیا ہے وہ متصل ہے یا منقطع؟

جواب

(الف) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے تھے تو آپ نے فرمایا: میرے لیے تین پتھر ڈھونڈ لاؤ، میں دو پتھر اور ایک گوبر کا ٹکڑا لے کر آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے دونوں پتھروں کو لے لیا اور گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے.... امام ترمذی نے یہاں: ابن مسعود کی اس حدیث کو بسند اسرائیل عن ابی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسحاق عن ابی عبیدہ عن ابن مسعود روایت کرنے کے بعد اسرائیل کی متابعت میں قیس بن الربیع کی روایت کا ذکر کیا ہے، پھر بسند معمر و عمار بن رزیق عن ابی اسحاق عن علقمہ عن ابن مسعود کی روایت ذکر کی ہے، پھر بسند زکریا بن ابی زائدہ عن ابی اسحاق عن عبدالرحمٰن بن یزید عن اسود بن یزید عن عبداللہ بن مسعود روایت ذکر کی اور فرمایا کہ اس حدیث میں اضطراب ہے، نیز اسرائیل کی روایت کو صحیح ترین قرار دیا، اور قیس نے بھی اسرائیل کی متابعت کی ہے۔

(ب) مذاہبِ فقہاء: [۱] امام شافعی اور احمد کے نزدیک تثلیث اور انقاء دونوں واجب ہے، اور ایتار مستحب ہے پس ایک یا دو پتھروں سے انقاء ہونے کی صورت میں تیسرا پتھر کا استعمال کرنا ضروری ہے، نہیں لے گا تو استنجاء نہیں ہوگا۔

دلائل: (۱) حدیث سلمان فارسی: نهانا ان نستقبل القبلة بغائط و لا بول، و ان نستنجي باليمين، او ان يستنجي احدنا باقل من ثلاثة احجار.

جواب: چونکہ عموماً تین پتھروں سے انقاء حاصل ہوتا ہے اس لئے حضور علیہ السلام نے یہی حکم دیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تین ہی مقصد ہے، (اس مفہوم کی اور وضاحت حنفیہ کے دلائل سے معلوم ہوجائے گا)۔ (درس ترمذی ۱/۲۰۵)

[۲] امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک انقاء واجب ہے، تثلیث واجب نہیں، پس اگر استنجاء کرنے والا ایک یا دو پتھروں سے انقاء کرلے تو اس کا استنجاء درست ہوجائے گا، اور اب جو نماز پڑھے گا وہ درست ہوگی اور تین کا عدد سنت ہے۔

دلائل: (۱) حدیث الباب ہے (۲) ابوہریرہؓ کی حدیث: من استجمر فالیوتر فمن فعل فقد احسن و من لا فلا حرج، "و من لا فلا حرج" اس بات پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ ایتار مستحب ہے، واجب نہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ تثلیث ایتار میں داخل ہے؛ لہٰذا تثلیث واجب نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) ابوداؤد، ابن ماجہ، وغیرہ میں حضرت عائشہ کا حدیث: قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ذهب احدكم الى الغائط فاليذهب معه بثلثة احجار يستطب بهن فانها تجزئ عنه، اس حدیث میں "فانها تجزئ عنه" کا جملہ بتلا رہا ہے کہ مقصود اصلی انقاء ہے اور کوئی عدد مخصوص مقصود بالذات نہیں؛ لہٰذا جہاں تثلیث کا حکم دیا گیا وہاں منشاء یہ ہے کہ عموما یہ عدد انقاء کے لئے کافی ہے؛ لہٰذا اس سے تثلیث کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے۔ (درس ترمذی ۱/۲۰۶)

(ج) حدیث چار سندوں سے مروی ہے:

۱۔ اسرائیل، وقیس عن ابي اسحاق عن ابي عبيدة عن عبد الله.

۲۔ معمر وعمار بن زريق عن ابي اسحاق عن علقمة عن عبد الله.

۳۔ زهير عن ابي اسحاق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه الاسود عن عبد الله.

۴۔ زكريا عن ابي اسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد عن الاسود بن يزيد عن عبد الله.

ان سندوں میں دو اضطراب ہیں:

ایک: یہ ہے کہ ابو اسحاق کے چار شاگرد ہیں: ابو اسحاق اور عبد اللہ بن مسعود کے درمیان صرف ایک واسطہ لاتے ہیں، اور دو شاگرد دو واسطہ لاتے ہیں۔

دوم: یہ ہے کہ وہ شاگرد جو ایک واسطہ لاتے ہیں اس واسطہ میں اختلاف ہے کہ اسرائیل اور قیس ابو عبیدہ کا واسطہ لاتے ہیں، معمر اور عمار علقمہ کا واسطہ لاتے ہیں اور جو دو شاگرد دو واسطہ لاتے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے کہ زہیر عبد الرحمن بن اسود اور ان کے والد اسود بن یزید کا واسطہ لاتے ہیں اور زکریا عبد الرحمن بن یزید اور ان کے بھائی اسود بن یزید کا واسطہ لاتے ہیں۔ (تحفۃ الالمعی ۱/۲۲۸)

امام ترمذی کے نزدیک اسرائیل کی سند اصح ہے (۱) دلیل: کیونکہ اسرائیل کو ابو اسحاق کی حدیثیں باقی راویوں سے زیادہ یاد تھیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن مہدی کا قول ہے: میں سفیان ثوری کے سبق میں پابندی سے جاتا تھا لیکن جس زمانہ میں وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابواسحاق کی حدیثیں بیان کرتے تھے میں سبق میں جانے کا اہتمام نہیں کرتا تھا کیونکہ میں وہ سب روایتیں اسرائیل سے لکھ چکا تھا اور اسرائیل کو اپنے دادا ابواسحاق کی حدیثیں سفیان ثوری سے زیادہ یاد تھیں اور وہ ان کو زیادہ کامل بیان کرتے تھے، (۲) اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قیس بن الربیع نے اسرائیل کی متابعت کیا ہے (۳) اسرائیل کا سماع ابواسحاق سے آخری عمر سے آگے ہے لیکن زہیر کا سماع آخری عمر میں ہے۔

امام ترمذی نے جس روایت کو راجح قرار دیا وہ منقطع ہے؛ چنانچہ امام ترمذی نے فرمایا: "وأبو عبيدة بن عبد الله بن مسعود لم يسمع من ابيه ولا يعرف اسمه".

دلیل: حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن عمرو بن مرة قال: سألت اباعبيدة بن عبد الله هل تذكر من عبد الله شيأ؟ قال لا!

لیکن امام ترمذی کا یہ کہنا محققین کے نزدیک نا قابل قبول ہے کہ ابوعبیدہ اپنے والد سے کچھ نہیں سنا علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے، اور ابوعبیدہ کے سماع کے بارے میں متعدد دلائل پیش کئے ہیں، حافظ ابن حجر کا رجحان اسی طرف ہے کہ ابوعبیدہ کا سماع اپنے والد سے ثابت ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود کی وفات کے وقت ابوعبیدہ کی عمر سات سال تھی، اور یہ عمر تحمل روایت کے لیے کافی ہے، اس لئے محض ان کی کم سنی سے عدم سماع پر استدلال درست نہیں۔

سوال نمبر ۶

باب في الاستنجاء بالحجرين

(م ۱۰: تح ۱، ۲۲۶: در ۱، ۲۱۰، ششماہی ۱۰ ۱۴۱ھ)

حدیث نمبر ۱۷: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ: اَلْتَمِسْ لِي ثَلَاثَةَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَحْجَارٍ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ. فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ: إِنَّهَا رِكْسٌ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰكَذَا رَوَى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَرَوَى مَعْمَرٌ، وَعَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ. وَرَوَى زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَرَوَى زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَهٰذَا فِيهِ اضْطِرَابٌ.

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) تین پتھروں سے کم سے استنجاء کے بارے میں اختلاف ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج) حدیث کی سند میں امام ترمذی نے اضطراب بیان کیا، کیا یہ حقیقی اضطراب ہے یا وجوہ مذکورہ میں سے کوئی ایک راجح ہے؟ امام بخاری نے کس طریق کو راجح قرار دیا ہے، اور امام ترمذی نے کس طریق کو راجح قرار دیا ہے اور کیا دلیل دی ہے؟ تحریر کریں۔

جواب

(الف) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے تو آپ نے فرمایا: میرے لیے تین پتھر ڈھونڈ لاؤ، میں دو پتھر اور ایک گوبر کا ٹکڑا لے کر آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے دونوں پتھروں کو لے لیا اور گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے.... امام ترمذی نے یہاں: ابن مسعود کی اس حدیث کو بسند اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی عبیدہ عن ابن مسعود روایت کرنے کے بعد اسرائیل کی متابعت میں قیس بن الربیع کی روایت کا ذکر کیا ہے، پھر بسند معمر وعمار بن رزیق عن ابی اسحاق عن علقمہ عن ابن مسعود کی روایت ذکر کی ہے، پھر بسند زکریا بن ابی زائدہ عن ابی اسحاق عن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبدالرحمٰن بن یزید عن اسود بن یزید عن عبداللہ بن مسعود کی روایت ذکر کی اور فرمایا کہ اس حدیث میں اضطراب ہے۔

(ب) مذاہبِ فقہاء: (۱) امام شافعی اور احمد کے نزدیک تثلیث اور انقاء دونوں واجب ہیں، اور ایتار مستحب ہے پس ایک یا دو پتھروں سے انقاء ہونے کی صورت میں تیسرا پتھر کا استعمال کرنا ضروری ہے، اور اگر نہیں لے گا تو استنجاء نہیں ہوگا۔

دلائل: (۱) حدیث سلمان فارسی: نهانا ان نستقبل القبلة بغائط و لابول، و ان نستنجي باليمين، او ان يستنجي احدنا باقل من ثلاثة احجار.

جواب: چونکہ عموماً تین پتھروں سے انقاء حاصل ہوجاتی ہے اس لئے حضور علیہ ﷺ نے یہی حکم دیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تین ہی مقصد ہے، (اس مفہوم کی اور وضاحت حنفیہ کے دلائل سے معلوم ہوجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ)

(۲) امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک انقاء واجب ہے، تثلیث واجب نہیں، پس اگر استنجاء کرنے والا ایک یا دو پتھروں سے انقاء کرلے تو اس کا استنجاء درست ہوجائے گا، اور اب جو نماز پڑھے گا وہ درست ہوگی اور تین کا عدد سنت ہے۔

دلائل: (۱) حدیث الباب ہے (۲) ابوہریرہ کی حدیث: "من استجمر فاليوتر فمن فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج، "ومن لا فلا حرج" اس بات پر صراحۃ دلالت کرتا ہے کہ ایتار مستحب ہے، واجب نہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ تثلیث ایتار میں داخل ہے، فلہٰذا تثلیث واجب نہیں ہے۔

(۳) ابوداؤد، ابن ماجہ، وغیرہ میں حضرت عائشہ کی حدیث: قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا ذهب احدكم الي الغائط فاليذهب معه بثلثة احجار يستطب بهن فانها تجزئ عنه، اس حدیث میں "فإنها تجزئ عنه" کا جملہ بتلا رہا ہے کہ مقصود اصلی انقاء ہے اور کوئی عدد مخصوص مقصود بالذات نہیں؛ لہٰذا جہاں تثلیث کا حکم دیا گیا وہاں منشاء یہ ہے کہ عموماً یہ عدد انقاء کے لئے کافی ہے؛ لہٰذا اس سے تثلیث کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) یہ حقیقی اضطراب نہیں ہے کیونکہ اگر مضطرب حدیث میں وجوہ مذکورہ میں سے کسی ایک کو راجح قرار دیا جائے تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے، لیکن اس کی تعیین میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے زہیر کی روایت یعنی: زهير عن ابی اسحاق عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیہ الاسود بن یزید عن عبد اللہ کو ترجیح دیا۔

امام ترمذی کے نزدیک اسرائیل کی سند صحیح ہے (۱) دلیل: کیونکہ اسرائیل کو ابواسحاق کی حدیثیں باقی راویوں سے زیادہ یاد تھیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن مہدی کا قول ہے: میں سفیان ثوری کے سبق میں پابندی سے جاتا تھا لیکن جس زمانہ میں وہ ابواسحاق کی حدیثیں بیان کرتے تھے میں سبق میں جانے کا اہتمام نہیں کرتا تھا کیونکہ میں وہ سب روایتیں اسرائیل سے لکھ چکا تھا اور اسرائیل کو اپنے دادا ابواسحاق کی حدیثیں سفیان ثوری سے زیادہ یاد تھیں اور وہ ان کو زیادہ کامل بیان کرتے تھے، (۲) اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قیس بن الربیع نے اسرائیل کی متابعت کیا ہے (۳) اسرائیل کا سماع ابواسحاق سے آخری عمر سے آگے ہے لیکن زہیر کا سماع آخر عمر میں ہے۔ (درسِ ترمذی: ۱/۲۱۱ و ۲۱۵ تحفۃ الالمعی ۱/۲۲۹-۲۳۰)

سوال نمبر ۷

باب في التسمية عند الوضوء

(تح: ۱/۷۲۴، در: ۱/۲۳۰، ششماہی ۱۴۳۶ھ)

حدیث نمبر ۲۵: حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا أَعَادَ الْوُضُوءَ وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا أَجْزَأَهُ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔
(ب) تسمیہ عند الوضوء سے کیا مراد ہے؟ تسمیہ عند الوضوء کے سلسلہ میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔
(ج) امام اسحاق کے قول کا مطلب واضح کریں۔
(د) احسن شيئ في هذا الباب کا کیا مطلب ہے؟ امام ترمذی جس حدیث پر یہ حکم لگاتے ہیں کیا وہ ہمیشہ حسن ہوتی ہے؟ یا کچھ اور؟ بوضاحت لکھیں۔

جواب

(الف) سعید بن زید کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو بسم اللہ کر کے وضو شروع نہ کرے اس کا وضو نہیں ہوتا۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: اگر کوئی قصداً بسم اللہ کہنا چھوڑ دے تو وہ دوبارہ وضو کر لے اور اگر بھول کر چھوڑے یا وہ اس حدیث کی تاویل کر رہا ہو تو یہ اسے کافی ہو جائے گا، محمد بن اسماعیل بخاری کہتے ہیں کہ اس باب میں سب سے اچھی یہی مذکورہ بالا حدیث رباح بن عبدالرحمٰن کی ہے۔

(ب) تسمیہ عند الوضوء سے مراد صرف "بسم اللہ" کہنا نہیں؛ بلکہ "بسم الله و الحمدلله" مراد ہے، جیسا کہ معمول نبوی یہ تھا کہ بسم اللہ کے ساتھ موقع کے مناسب واو عطف کے ساتھ دوسرا جملہ ملاتے تھے، جیسے جانور ذبح کرنے کے تسمیہ کے وقت "بسم الله والله اكبر" اور کھانے کے تسمیہ میں "بسم الله وعلى بركة الله" کہنا مروی ہے۔
(تحفۃ الالمعی: ۱/۲۲۶)

اختلاف: چاروں اماموں سے ایک روایت سنیت کی ہے اور ایک روایت استحباب کی ہے۔

(۱) امام اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری، اور ابن ہمام کے نزدیک تسمیہ واجب ہے لیکن اگر نسیاناً چھوٹ دیا تو وضوء ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک تسمیہ سنت ہے (لیکن صاحب ہدایہ نے استحباب لکھا) امام شافعی، اور مالک کے مشہور قول کے مطابق سنت ہے، خلاصہ بات یہ ہے جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک تسمیہ عند الوضوء سنت ہے۔

دلیل: دارقطنی اور بیہقی کی روایت ہے: ''من توضأ فذکر اسم اللہ علی وضوئہ کان طہورا لجسدہ قال ومن توضأ ولم یذکر اسم اللہ علیہ کان طہورا لاعضائہ'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تسمیہ کے بھی وضوء معتبر ہوتا ہے؛ لہٰذا تسمیہ واجب نہیں۔

(۲) بہت سے صحابہ کرام حضور ﷺ کے وضوء کی حکایت پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی، اس میں کہیں تسمیہ کا ذکر نہیں ملتا، اگر تسمیہ واجب ہوتا تو ان احادیث میں اس کا ذکر ضرور ہونا چاہئے تھا۔

(۳) امام طحاوی نے حضرت مہاجر بن قنفذ کی روایت سے استدلال کرتا ہے: ''قال رأیت النبي صلی اللہ علیہ وسلم وہو یتوضأ فسلمت علیہ فلم یرد علي فلما فرغ من الوضوء قال انہ لم یمنعني ان ارد علیك الا اني کنت غیر طہور'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے آپ نے تسمیہ کے بغیر وضوء کیا تاکہ بغیر وضوء اللہ کا نام لینا نہ پڑے۔ اس وجہ سے ہم کہتے ہیں تسمیہ واجب اور ضروری نہیں؛ بلکہ سنت ہے۔

(ج) حضرت اسحاق کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وضوء میں تسمیہ واجب ہے، پس اگر کوئی بالقصد بسم اللہ نہ پڑھے تو وضوء نہیں ہوگا، البتہ اگر بھول جائے یا وضوء کرنے والا ایسے امام کی تقلید کرتا ہے جس کے نزدیک بسم اللہ واجب نہیں اس لئے اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو ان دونوں صورتوں میں وضوء ہوجائے گا۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۲۴۸، درس ترمذی: ۲۱)

(د) ''احسن شیئ فی ھذا الباب'' کا مطلب: امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس باب میں سب سے عمدہ والی سند رباح بن عبدالرحمٰن کی ہے یعنی حدیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سعید بن زید کی جو اس باب میں امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔

امام ترمذی مختلف حدیثوں کے بارے میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس باب میں یہ حدیث سب سے بہتر سند کے ساتھ آئی ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ حدیث فی نفسہ بھی صحیح یا حسن ہو، بلکہ بعض اوقات حدیث ضعیف ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس باب میں اس سے بہتر سند والی حدیث موجود نہیں، اس لئے اس کو احسن یا اصح کہہ دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۸

باب في التسمية عند الوضوء

(تح:۱/ ۲٦۷، در:۱/ ۳۳۰، ششماہی ۱۴۳٦ھ)

عَنْ أَبِي ثِفَالٍ الْمُرِّيِّ، عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: لَا أَعْلَمُ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثًا لَهُ إِسْنَادٌ جَيِّدٌ، وقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا أَعَادَ الْوُضُوءَ وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا أَجْزَأَهُ، قَالَ مُحَمَّدٌ: أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثُ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) تسمیہ عند الوضوء کے سلسلہ میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

(ج) امام احمد کے قول "لا اعلم... الخ" اور امام محمد کے قول "احسن شیئ... الخ" کا مطلب لکھیں اور بتائیں کہ امام محمد کون ہے۔

(د) امام اسحاق کے قول "ان ترك.... الخ" کا مطلب بھی واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) سعید بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو بسم اللہ کر کے وضو شروع نہ کرے اس کا وضو نہیں ہوتا، احمد بن حنبل کہتے ہیں: مجھے اس باب میں کوئی ایسی حدیث نہیں معلوم جس کی سند عمدہ ہو، اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: اگر کوئی قصداً بسم اللہ کہنا چھوڑ دے تو وہ دوبارہ وضو کرے اور اگر بھول کر چھوڑے یا وہ اس حدیث کی تاویل کر رہا ہو تو یہ اسے کافی ہو جائے گا، محمد بن اسماعیل بخاری کہتے ہیں کہ اس باب میں سب سے اچھی یہی مذکورہ بالا حدیث رباح بن عبدالرحمٰن کی ہے۔

(ب) اختلاف: چاروں اماموں سے ایک روایت سنیت کی ہے اور ایک روایت استحباب کی ہے۔ (۱) امام اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری، اور ابن ہمام کے نزدیک تسمیہ واجب ہے لیکن اگر نسیاناً چھوڑ دیا تو وضوء ہو جائے گا۔

دلیل: قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک تسمیہ سنت ہے (لیکن صاحب ہدایہ نے استحباب لکھا) امام شافعی، اور مالک کے مشہور قول کے مطابق سنت ہے، خلاصہ بات یہ ہے جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک تسمیہ عندالوضوء سنت ہے۔

دلیل: دار قطنی اور بیہقی کی روایت ہے "من توضأ فذكر اسم الله على وضوئه كان طهور الجسده قال ومن توضأ ولم يذكر اسم الله عليه كان طهور الأعضائه" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تسمیہ کے بھی وضوء معتبر ہوتا ہے؛ لہٰذا تسمیہ واجب نہیں۔

(۲) بہت سے صحابہ کرام حضور ﷺ کے وضوء کی حکایت پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی، اس میں کہیں تسمیہ کا ذکر نہیں ملتا، اگر تسمیہ واجب ہوتا تو ان احادیث میں اس کا ذکر ضرور ہونا چاہئے تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) امام طحاوی نے حضرت مہاجر بن قنفذ کی روایت سے استدلال کیا ہے "قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يتوضأ فسلمت عليه فلم يرد علي فلما فرغ من الوضوء قال انه لم يمنعني ان ارد عليك الا اني كنت غير طهور" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تسمیہ کے بغیر وضوء کیا تا کہ بغیر وضوء اللہ کا نام لینا نہ پڑے۔ اس وجہ سے ہم کہتے ہیں تسمیہ واجب اور ضروری نہیں؛ بلکہ سنت ہے۔

(ج) امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: مجھے اس باب میں کوئی ایسی حدیث معلوم نہیں جس کی سند قوی ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث باب کا مدار رباح بن عبد الرحمٰن پر ہے حافظ ابن حجر اسے مجہول قرار دیا ہے۔ (تلخیص الحبیر: ۱/ ۷۶)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث کا علم رکھنے والوں نے اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق نہیں کیا۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/ ۲۴۸)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس باب میں سب سے عمدہ والا سند رباح بن عبد الرحمٰن کا ہے یعنی حدیث سعید بن زید کا جو اس باب میں امام ترمذی نے بیان کیا ہے، امام محمد سے محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ یعنی صاحب صحیح البخاری۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۱۱۵)

(د) حضرت اسحاق کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وضوء میں تسمیہ واجب ہے، پس اگر کوئی بالقصد بسم اللہ نہ پڑھے تو وضوء نہیں ہوگی، البتہ اگر بھول جائے یا وضوء کرنے والا ایسے امام کی تقلید کرتا ہے جس کے نزدیک بسم اللہ واجب نہیں اس لئے اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو ان دونوں صورتوں میں وضوء ہو جائے گا۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/ ۲۴۸)

سوال نمبر ۹

باب ما جاء انه يأخذ لرأسه ماءً جديدا

(م: ۱۶، تح: ۱/ ۲۶۲، در: ۲۵۴، سالانہ ۱۴۳۶ھ)

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ. وَرَوَى ابْنُ لَهِيعَةَ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَبَرَ من فَضْلِ يَدَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) سر کے مسح کے لئے نیا پانی لیا جائے گا یا اعضائے مغسولہ سے بچی ہوئی تری کافی ہوگی؟ اس سلسلہ میں اختلاف ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج) عمرو بن حارث اور ابن لہیعہ کی روایتوں کا اختلاف واضح کر کے دلیل کے ساتھ راجح کی نشاندہی کیجئے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن زید ؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی کے علاوہ نئے پانی سے اپنے سر کا مسح کیا۔ ۲- ابن لہیعہ نے یہ حدیث بسند حبان بن واسع عن أبیہ روایت کی ہے کہ عبداللہ بن زید ؓ نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور اپنے سر کا مسح اپنے دونوں ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے کیا۔

(ب) (۱) احناف کے نزدیک سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری نہیں بلکہ سنت ہے۔

دلیل: ابوداؤد کی روایت ہے: "مسح برأسه من فضل ماء كان في يده" پس اگر ماء جدید کا لینا واجب ہوتا تو آپ ایسا نہیں کرتے۔

امام شافعی اور جمہور کے نزدیک نیا پانی لینا ضروری ہے۔

دلیل: حدیث باب یعنی عمرو بن الحارث کی روایت ہے، (اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے سنیت ثابت ہوتی ہے نہ کہ وجوب)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) دونوں روایتوں میں اختلاف یہ ہے کہ عمرو بن الحارث کی روایت میں ہے: "انه مسح رأسه بماء غير فضل يديه" یعنی آپ ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا اس پانی سے جو آپ کے ہاتھوں میں بچے ہوئے پانی کے علاوہ تھا اور ابن لہیعہ کی روایت میں ہے "بماء غبر من فضل يديه" یعنی اپنے ہاتھوں کی تری (بچے ہوئے پانی) سے مسح کیا۔

امام ترمذی نے عمرو بن الحارث کی روایت کو راجح قرار دیا ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ اس میں کسی راوی یا کاتب سے سہو ہو گیا؛ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے خیال ظاہر فرمایا کہ ابن لہیعہ کی روایت میں تصحیف ہوئی ہے، اور مسند احمد کی چار جگہ اور سنن دارمی میں ابن لہیعہ کی روایت آئی ہے اس میں بھی غبر کی جگہ غیر۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۲۶۲-۲۶۲)

سوال نمبر ۱۰

باب ماجاء الأذنان من الرأس

(تح: ۱/۲۶۵، در: ۱/۲۴۷، ششماہی ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۳۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي هَذَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ قَوْلِ أَبِي أُمَامَةَ. قال أبو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ.

(الف) پوری عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) کان عضو مغسول ہے یا ممسوح؟ اگر ممسوح ہے تو کانوں کے لئے نیا پانی لیا جائے گا یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حماد کے قول لا ادری... الخ نقل کرنے کا کیا مقصد ہے؟ ولیس اسنادہ بذالک القائم کا کیا مطلب ہے، بوضاحت لکھیں۔

جواب

(الف) ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا تو اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ تین بار دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا اور فرمایا: دونوں کان سر میں داخل ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں: قتیبہ کا کہنا ہے کہ حماد کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا قول ہے یا ابوامامہ کا- امام ترمذی نے فرمایا- اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

(ب) [۱] تمام ائمہ اربعہ کے نزدیک اذنین کا وظیفہ مسح ہے۔

دلیل: (۱) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ. پس رأس کا جو حکم ہے کان کا بھی وہی حکم ہوگا۔

(۲) عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم مسح برأسه واذنيه ظاهرهما وباطنهما.

[۲] امام حسن بن صالح اور شعبی کے نزدیک کانوں کا باطن اعضاء مغسولہ میں سے ہے جسے چہرے کے ساتھ دھونا واجب ہے، اور کانوں کا ظاہر یعنی پچھلا حصہ اعضاء ممسوحہ میں سے ہے جس کا مسح سر کے ساتھ کرنا چاہئے۔

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ جب دو شخص آمنے سامنے کھڑے ہو تو باطن اذن سے بھی مواجہہ ہوتا ہے، پس یہ حصہ چہرے میں داخل ہے، پس اس کا غسل ضروری ہے، اور ظاہر اذن کا مواجہہ نہیں ہوتا اس لئے یہ سر میں شامل ہے، اور اس کا حکم مسح ہے۔

[۳] امام زہری، قاضی ابوشریح اور داؤد ظاہری کے نزدیک اذنین اعضاء مغسولہ میں سے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ جب دو شخص آمنے سامنے کھڑے ہوتو باطن اذن سے بھی مواجہہ ہوتا ہے، اور ظاہر اذن کا مواجہہ نہیں ہوتا، لیکن ہم کو ایسی کوئی نظیر نہیں ملی کہ اس کے بعض حصہ کا حکم غسل، اور بعض کا حکم مسح ہے اس وجہ سے ہم دونوں کا حکم غسل قرار دئے ہیں۔

دوسرا اختلاف ماء جدید کے بارے میں:

[۱] شوافع کے نزدیک کان کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے۔

دلیل: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ.

[۲] احناف کے نزدیک نیا پانی لینا نہ ضروری ہے نہ سنت ہے، بلکہ سر کے بچے ہوئے پانی سے مسح کرے، البتہ اگر سر کا مسح کرنے کے بعد دیر ہوجائے اور ہاتھ خشک ہوجائے تو کانوں کے لیے نیا پانی لینا ضروری ہے۔

دلیل: "عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ" حدیث کا جملہ الاذنان من الرأس سے معلوم ہوتا ہے کان سر کے عضو میں سے ہے اسی وجہ سے سر کے بچے ہوئے پانی سے کافی ہوجائے گا، جیسا کہ پیشانی چہرے کا حصہ ہے۔

(۲) امام نسائی نے اپنے سنن میں لکھا ہے "فإذا مسح برأسه خرجت الخطايا من رأسه حتي تخرج من أذنيه" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اذنین سر کے تابع ہیں؛ لہٰذا سر کے بچے ہوئے پانی کان کے لئے کافی ہوگا۔ (معارف السنن: ۱/ ۱۸۲)

حافظ جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث آٹھ صحابہ کرام سے مروی ہے، اس کے علاوہ چار مزید صحابہ سے ایسی احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کا یہ عمل نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے اذنین کے لئے ماء جدید نہیں لیا، اس طرح بارہ روایتیں حنفیہ کی تائید کرتی ہیں، ان میں سے بعض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن قوی احادیث کی متابعت اور تائید کی وجہ سے ان کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔ (معارف السنن: ۱/۱۸۴)

(ج) "قال حماد.... الخ" اس کا مقصد یہ ہے کہ حدیث میں "قال الأذنان من الرأس" آیا ہے اس جملہ میں قال کے فاعل میں دو احتمال ہے (۱) نبی کریم ﷺ بھی فاعل ہو سکتے اور فعل وقول کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے راوی نے قال بڑھایا یعنی قال سے پہلے نبی کا فعل تھے اور قال کے بعد قول، (۲) قال کا فاعل راوی حضرت ابوامامہ ہوں۔ پہلے احتمال میں حدیث مرفوع ہوتی ہے اور دوسرے احتمال میں حدیث موقوف ہوتی ہے تو حماد کہتے ہیں میں نہیں جانتا ہوں کہ حدیث کا یہ جزء مرفوع ہے یا مقطوع ہے۔

قوله: "لیس اسناده... الخ" حضرت ابوامامہ کی حدیث قوی نہیں ہے اس لئے کہ حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ہے، یہ راوی معمولی درجے کا ہے اور کثیر الاوہام والارسال ہے یعنی یہ راوی بکثرت اساتذہ کا نام حذف کرتا ہے، اور اس کی روایتوں میں غلطیاں بھی بہت ہیں، امام ترمذی نے یہ بات اس وجہ سے فرمائی کہ اس راوی نے یہ حدیث عنعنہ کے طور پر روایت کی ہے، اور ایسے راوی کا عنعنہ معتبر نہیں، اس لئے امام ترمذی نے فرمایا اس کی اسناد کچھ اچھی نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) (تحفة الألمعي: ۱/۲۶۶)

سوال نمبر ۱۱

باب ما جاء الاذنان من الرأس

(تح: ۱/۲۶۵، در: ۱/۲۴۷۔ ششماہی ۱۴۳۵ھ)

حدیث نمبر ۳۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: قَالَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي هَذَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ قَوْلِ أَبِي أُمَامَةَ. قال أبو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ.

(الف) پوری عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) کان عضو مغسول ہے یا ممسوح؟ اگر ممسوح ہے تو کانوں کے لئے نیا پانی لیا جائے گا یا نہیں؟ اختلاف ائمہ لکھ کر امام ابوحنیفہ کے قول کو مدلل کیجئے۔

(ج) اس حدیث کا مرفوع ہونا راجح ہے یا موقوف ہونا؟ بوضاحت لکھیں۔

(د) لیس اسنادہ بذاک القائم کا کیا مطلب ہے، امام ترمذی نے یہ بات کس وجہ سے فرمائی؟ تحریر کیجیے۔

جواب

(الف) ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا تو اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ تین بار دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا اور فرمایا: دونوں کان سر میں داخل ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں: قتیبہ کا کہنا ہے کہ حماد کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا قول ہے یا ابوامامہ کا۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

(ب) (۱) تمام ائمۂ اربعہ کے نزدیک اذنین کا وظیفہ مسح ہے،

(۲) امام بیری، قاضی ابوشریح اور داؤد ظاہری کے نزدیک اذنین اعضاء مغسولہ میں سے ہے۔

(۳) امام حسن بن صالح اور شعبی کے نزدیک کانوں کا باطن اعضاء مغسولہ میں سے ہے جسے چہرے کے ساتھ دھونا واجب ہے، اور کانوں کا ظاہر یعنی پچھلا حصہ اعضاء ممسوحہ میں سے ہے جس کا مسح سر کے ساتھ کرنا چاہئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا اختلاف ماء جدید کے بارے میں:

(۱) شوافع کے نزدیک کان کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک نیا پانی لینا نہ ضروری ہے نہ سنت ہے، بلکہ سر کے بچے ہوئے پانی سے مسح کرے، البتہ اگر سر کا مسح کرنے کے بعد دیر ہو جائے اور ہاتھ خشک ہو جائے تو کانوں کے لیے نیا پانی لینا ضروری ہے۔

دلیل: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ. حدیث کا جملہ "الاذنان من الرأس" سے معلوم ہوتا ہے کان سر کے عضو میں سے ہے اسی وجہ سے سر کے بچے ہوئے پانی سے کافی ہو جائے گا۔

(۲) امام نسائی نے اپنے سنن میں لکھا ہیں "فإذا مسح برأسه خرجت الخطايا من رأسه حتي تخرج من أذنيه" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اذنین سر کے تابع ہیں؛ لہٰذا سر کے مسح سے بچا ہوا پانی کان کے لئے کافی ہوگا۔ (معارف السنن: ۱/ ۱۸۲)

حافظ جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث آٹھ صحابہ کرام سے مروی ہے، اس کے علاوہ چار مزید صحابہ سے ایسی احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کا یہ عمل نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے اذنین کے لئے ماء جدید نہیں لیا، اس طرح بارہ روایتیں حنفیہ کی تائید کرتی ہیں، ان میں سے بعض روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن قوی احادیث کی متابعت اور تائید کی وجہ سے ان کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔ (معارف السنن: ۱/ ۱۸۴)

(ج) اس کی وضاحت کے لئے ایک مقدمہ ضروری ہے کہ حدیث میں "قال الأذنان من الرأس" آیا ہے اس میں قال کے فاعل میں دو احتمال ہیں (۱) نبی کریم ﷺ بھی فاعل ہو سکتے اور فعل وقول کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے راوی نے قال بڑھایا یعنی قال سے پہلے نبی کا فعل تھا اور قال کے بعد قول، (۲) قال کا فاعل راوی حضرت ابوامامہ ہوں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے احتمال میں حدیث مرفوع ہوتی ہے اور دوسرے احتمال میں حدیث موقوف ہوتی ہے لیکن مرفوع ہونا راجح ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ حافظ زیلعی نے اس حدیث کی متعدد اسانید نقل کی ہیں جن میں سے بعض نہایت قوی ہیں، ان تمام اسانید میں یہ جملہ بلا شبہ مرفوعا نقل کیا گیا ہے؛ لہٰذا صرف احتمال ظاہر کرنے سے مرفوع ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بات اجتہاد سے نہیں کہی جاسکتی کہ کان الگ عضو ہیں یا سر میں شامل ہیں۔

(و) حضرت ابوامامہ کی حدیث قوی نہیں ہے اس لئے کہ حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ہے، یہ راوی معمولی درجہ کا ہے اور کثیر الاوہام والارسال ہے یعنی یہ راوی بکثرت اساتذہ کا نام حذف کرتا ہے، اور اس کی روایتوں میں غلطیاں بھی بہت ہیں، امام ترمذی نے یہ بات اس وجہ سے فرمائی کہ اس راوی نے یہ حدیث عنعنہ کے طور پر روایت کی ہے، اور ایسے راوی کا عنعنہ معتبر نہیں، اس لئے امام ترمذی نے فرمایا اس کی اسناد کچھ اچھی نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سوال نمبر ۱۲

باب في اسباغ الوضوء

(تخ: ۱/۲۷۹، سالانہ ۱۴۱۳ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ. فَذَالِكُمُ الرِّبَاطُ۔

(الف) حدیث شریف با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) تینوں اعمال کی وضاحت کیجئے۔

(ج) ان کو رباط کیوں نام دیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیزیں نہ بتاؤں جن سے اللہ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ناگواری کے باوجود مکمل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف زیادہ چل کر جانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا، یہی سرحد کی حقیقی پاسبانی ہے۔

(ب) اس حدیث میں گناہ مٹانے والے اور درجات بڑھانے والے تین کام بتائے گئے ہیں: پہلا کام: ناگواریوں کے باوجود وضوء کا کامل کرنا، اسباغ: باب افعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: کامل کرنا، اور مکارہ: مکرہۃ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: ناگواری، ناپسندیدگی، مثلا آدمی بیمار ہے یا سردی کا زمانہ ہے یا پانی کم ہے یا کوئی اور وجہ ہے جس کی وجہ سے پانی استعمال کرنے کو جی نہیں چاہ رہا پھر بھی وضوء کامل کیا جائے تو اس کی بڑی فضیلت ہے۔

دوسرا کام: مسجد کی طرف بکثرت چلنا، خطا: خطوۃ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: قدم، یعنی چلتے وقت دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر مسجد جایا جائے بلکہ مراد پابندی سے مسجد جانا خواہ مسجد کے قریب رہتا ہو یا دور رہتا ہو، قیامت کے دن جب زندگی بھر کے قدموں کا ٹوٹل سامنے آئے گا تو ان کی کثرت دیکھ کر عقل دنگ رہ جائے گی، اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہر قدم اٹھانے پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور رکھنے پر ایک درجہ بڑھتا ہے۔

تیسرا کام: ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر خواہ مسجد سے لوٹ کر، دونوں صورتوں کی حدیثوں میں فضیلت آئی ہے، پہلی صورت میں جسم سے انتظار کرنا ہے اور اس کی فضیلت ظاہر ہے، اور دوسری صورت میں دل سے انتظار کرنا ہے اس کی فضیلت بھی ایک حدیث میں آئی ہے: "عن ابی هريرة سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لا ظل الا ظله (فعدّ منهم رجالا لقال:) ورَجل قلبه مُعلّق بالمَساجِدِ"۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۲۸۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

س (ج) قولہ فذالکم الرباط: یہ رابط یرابط مرابطۃ ورباطا: باب مفاعلۃ کا مصدر ہے اس کے معنی سرحدوں پر پہرہ دینے کے ہیں، اس کے شرعی معنی ہیں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا، آپ نے ان تینوں کاموں کو رباط کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور چونکہ سرحدوں پر پہرہ دینا ایک مشکل کام ہے اس لئے آپ نے ان تینوں کاموں کو اجر وفضیلت میں رباط کے مشابہ قرار دیا ہے، بعض نے اس تشبیہ کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح سرحدوں کی حفاظت کرنے والے اسلامی لشکر ملک کو دشمنوں سے بچاتے ہیں اسی طرح یہ تینوں کام آدمی کو معاصی اور محرمات سے بچاتے ہیں۔ (معارف السنن)

سوال نمبر ۱۳

باب الرخصة في فضل طهور المرأة

(تح: ۱/۲۹۶، ششماہی ۱۴۱۶ھ)

حدیث نمبر ۶۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ، فَأَرَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا، فَقَالَ: إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ۔

سوال (الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عورت کا بچا ہوا پانی مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مفصل ومدلل لکھیں۔

(ج) مذکورہ حدیث کس کی دلیل ہے؟ اور دوسرے فریق کی کیا دلیل ہے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک بیوی نے ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لگن (ٹب) سے (پانی لے کر) غسل کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس (بچے ہوئے پانی) سے وضو کرنا چاہا، تو انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں ناپاک تھی، آپ نے فرمایا: پانی جنبی نہیں ہوتا۔

(ب)[۱] جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کا بچا ہوا پانی مرد استعمال کرسکتا ہے۔

دلیل (۱) حدیث باب ہے۔

[۲] امام احمد امام اسحاق کے نزدیک فضل طہور المراۃ سے غسل یا وضو کرنا مکروہ ہے ان کی دلیل حضرت حکم غفاری کی حدیث ہے "قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن فضل طهور المرأة"۔

جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کراہت تنزیہی پر محمول ہے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نہی درحقیقت باب معاشرت سے متعلق ہے چونکہ عورت عموماً مرد کے مقابلہ میں نظافت وطہارت اور پاکیزگی کا اہتمام کم کرتی ہے اس لئے اس کے فضل طہور استعمال سے شوہر کو تکلیف ہوسکتی ہے اور یہ زوجین کے درمیان سوء معاشرت کی طرف مفضی ہوسکتی ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

(ج) حدیث باب جمہور کی دلیل ہے اور دوسرے فریق کی دلیل پیچھے گزر چکی ہے۔

سوال نمبر ۱۴

باب ماجاء في ماء البحر انه طهور

(تخ: ۱/۸/۳۰، ششماہی ۱۴۳۲ھ)

حدیث نمبر ۶۹: عن بَنِي عَبْدِ الدَّارِ أَخْبَرَهُ. أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا. أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُه. قال أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) بتائیں کہ سمندر کے پانی میں کیا خرابی تھی کہ سائل کو اشکال ہوا اور اس کی وضاحت کی ضورت پیش آئی

(ج) امام ترمذی کے نزدیک حسن کی کیا تعریف ہے؟

جواب

(الف) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے، تو کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے، اور اس کا مردار حلال ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مطلب: طہور یعنی طاہر (پاک) اور مطہر (پاک کرنے والا) دونوں ہے، سمندر کے مردار سے مراد وہ سمندری اور دریائی جانور ہے جو صرف پانی ہی میں زندہ رہتا ہو، علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد صرف مچھلی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: دو مردے حلال ہیں: مچھلی اور ٹڈی، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ خشکی میں جس حیوان کے نظیر و مثال جانور کھائے جاتے وہی سمندری مردار حلال ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں: مردار کا لفظ عام ہے ہر طرح کے جانور جو پانی میں رہتے ہوں خواہ وہ کتے اور خنزیر کے شکل ہی کے کیوں نہ ہوں، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ سمندر کا ہر وہ جانور (زندہ یا مردہ) حلال ہے جو انسانی صحت کے لیے عمومی طور پر نقصان دہ نہ ہو، اور نہ ہی خبیث قسم کا ہو جیسے کچھوا، اور کیکڑا وغیرہ، یہ دونوں اصول ضابطہ سمندری غیر سمندری ہر طرح کے جانور کے لیے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) سائل نے سوال اس لئے کیا کہ سمندر اللہ کی مخلوقات سے بھرا پڑا ہے، سمندری سارے جانور سمندر ہی میں پیدا ہوتے ہیں، اسی میں مرتے ہیں، اور اسی میں گل سڑ کر ختم ہو جاتے ہیں تو کیا ایسا پانی جس میں لاکھوں جانور گل سڑ کر مل گئے ہیں وضوء اور غسل میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے جواب عنایت فرمایا کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے، اور جو جانور اس میں مرتے ہیں وہ مردار نہیں ہیں، مردار خون والا جانور ہی ہوتا ہے جو اپنی موت مر گیا ہو اور سمندر کی جانور میں دم مسفوح نہیں ہوتا، خون دو طرح کے ہیں مفسوح غیر مفسوح، ناپاک اور حرام دم مسفوح ہے اور دم غیر مفسوح ناپاک نہیں، جو خون جم جائے جیسے کلیجی اور تلی تو وہ بھی حلال ہے، مچھلی وغیرہ سمندری جانوروں میں دم مسفوح (جو رگوں میں چلتا ہے) نہیں ہوتا اسی لئے مچھلی کو ذبح کرنے کا حکم نہیں، ذبح کرنے سے بدن سے دم مسفوح نکل جاتا ہے۔

غرض: حدیث کے پہلے جملے میں سمندر کے پانی کا حکم بیان کیا ہے اور دوسرے جملے میں سائل کا خلجان کا جواب دیا گیا ہے، اور دونوں باتوں میں غایت تعلق کی وجہ سے دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۳۰۸)

(ج) امام ترمذی نے کتاب العلل میں ص ۵۶۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ: "وما قلنا في كتابنا "حديث حسن" فكل حديث يروي لا يكون في اسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذا ويروي من غير وجه نحو ذاك فهو عندنا حديث حسن"

امام ترمذی کی اس تعریف کی رو سے حسن وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور اس میں شذوذ بھی نہ ہو۔ جمہور کی طرح انہوں نے راوی کے حافظہ کے نقصان کو حدیث حسن کے لئے شرط قرار نہیں دیا؛ لہٰذا اس تعریف کی رو سے حسن اور صحیح میں عام خاص کی نسبت ہے نہ کہ تباین کی نسبت، پس حسن عام ہے اور صحیح خاص ہے یعنی جس روایت پر امام ترمذی کی حسن کی تعریف (متہم بالکذب اور شاذ نہ ہونا) صادق آ رہی ہو اگر وہ ساتھ ہی تام الضبط افراد سے مروی ہو اور اس میں کوئی علت بھی نہ ہو تو وہ حسن بھی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور صحیح بھی ہے اور اگر راوی تام الضبط نہ ہو یا اس میں کوئی علت پائی جائے (مگر حسن کی تعریف صادق آرہی ہو) تو حدیث صرف حسن ہے۔

سوال نمبر ۱۵

(تخ: ۱/۸/۳۰۸، سالانہ ۱۴۰۹ھ)

حدیث نمبر ۶۹: عن بَنِي عَبْدِ الدَّارِ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَالطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُه. قال أبو عيسى: هٰذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(الف) سمندر کے پانی سے وضو وغسل کا کیا حکم ہے؟ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کی کیا دلیل ہے؟

(ب) سائل کے سوال کا منشاء کیا ہے اور جواب نبوی ﷺ کا حاصل کیا ہے۔

(ج) حیوانات بحر کا کیا حکم ہے اختلاف ائمہ مدلل لکھیں۔

جواب

(الف) جمہور صحابہ کے نزدیک سمندر کے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے۔

دلیل (۱) حدیث الباب هو الطهور مائه... الخ

(۲) قولہ تعالیٰ "فان لم تجدوا ماء"

یہاں لفظ "مَاء" نکرہ تحت النفی واقع ہوا ہے اور وہ عموم کا تقاضہ کرتا ہے کہ چاہے وہ آسمان سے اترا ہوا ہو یا زمین سے ہو۔

بعض کے نزدیک سمندر کے پانی سے وضو وغسل کرنا مکروہ ہے اور یہی رائے ابن عمر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ہے۔

دلیل (۱) عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ لا یرکب البحر إلّا حاج او معتمر او غازٍ في سبیل الله فان تحت البحر نار و تحت النار بحر یعنی سمندر کے نیچے آگ ہے اور جب آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضوٹوٹ جاتا ہے تو سمندر کے پانی سے وضو کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

نوٹ: یہ اختلاف صحابہ کرام کے زمانہ کا ہے لیکن بعد میں اس کے جواز پر اجماع منعقد ہوگیا ہے۔

(ب) اس جزئیہ کا جواب پچھلے جزئیہ (ب) میں گزر چکا ہے۔

(ج) [۱] امام مالک کے نزدیک بحری خنزیر کے سوا تمام مائی جانور حلال ہیں۔

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک سمک کے سوا تمام جانور حرام ہیں اور سمک طافی حلت سے مستثنی ہے۔

[۳] امام شافعی سے چار اقوال منقول ہیں (۱) حنفیہ کے مطابق (۲) جتنے جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیریں سمندر میں بھی حلال ہیں، اور جو خشکی میں حرام ہیں اس کی نظیریں بھی حرام ہیں۔

(۳) ضفدع، تمساح، سلحفات، کلب بحری، اور خنزیر بحری حرام ہیں باقی تمام جانور حلال ہیں۔

(۴) ضفدع کے سوا تمام بحری جانور حلال ہیں،

مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل (۱) احل لکم صید البحر و طعامه اس آیت قرآنی میں لفظ صید عام ہے اس لئے ہر جانور حلال ہوگا، (۲) حدیث باب میں "الحل میتته" کے الفاظ ہر میتة ماء کی حلت بیان کررہے ہیں، (٤) حدیث العنبر سے بھی شافعیہ اور مالکیہ استدلال کرتے ہیں۔

پھر امام مالک "ولحم الخنزیر" کے عموم کی وجہ سے خنزیر بحری کو حلت سے استثنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرار دیتے ہیں اور امام شافعی احادیث النہی عن قتل الضفدع کی بنا پر ضفدع کو حلت سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔

ب حنفیہ کے دلائل (۱) قولہ تعالیٰ "ویحرم علیهم الخبائث" وجہ استدلال اس طرح ہے کہ اس میں خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے طبیعت گھن کرتی ہے اور مچھلی کے علاوہ سمندر کے تمام جانوروں سے طبیعت گھن کرتی ہے؛ لہٰذا سمک کے علاوہ سمندر کے تمام مائی جانور خبائث میں داخل ہیں، (۲) قولہ تعالیٰ: "حرمت علیکم المیتة" سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر میتة حرام ہے سوائے اس میتہ کے جس کی تخصیص دلیل شرعی سے ثابت ہے۔

(۳) عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت و الجراد و اما الدمان الکبد و الطحال۔

سوال نمبر ۱۶

باب التشدید في البول

(تح:۱۱/۱،۳/۱۱، ششماہی ۱۴۲۱ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ: أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) ماکول اللحم جانوروں کے فضلات میں اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں؟ یہ حدیث کس کے بول کے بارے میں ہے۔

(ج) اس حدیث میں قبروں پر کھجور کی ٹہنیاں گاڑنے کا ذکر بھی ہے جس سے کچھ لوگ گل پوشی پر استدلال کرتے ہیں یہ استدلال کیسا ہے؟ اس کا جواب کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہوتا)۔ رہا یہ تو یہ اپنے پیشاب سے بچتا نہیں تھا اور رہا یہ تو یہ چغلی کیا کرتا تھا۔

مطلب: قوله: "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ" یعنی عمل کے اعتبار سے یہ دونوں کام معمولی ہیں کہ پیشاب سے بچنا کیا مشکل ہے؟ اور چغل خوری میں کیا فائدہ ہے؟

قوله: "أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ" یعنی پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا، پیشاب کے چھینٹیں اس کے بدن یا کپڑوں پر پڑ جایا کرتے تھے، جو قبر میں عذاب کا سبب بنیں، اس لیے اس کی احتیاط کرنی چاہیے، اور یہ کوئی بہت بڑی اور مشکل بات نہیں۔

قوله "وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ" چغل خوری کرتا تھا یعنی لگائی بجھائی کرتا تھا اور لگائی بجھائی فساد ذات البین کا سبب ہے اس سے دین کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

(ب) جن جانوروں کا گوشت کھانا نہیں چاہیے یا کھایا نہیں جاتا ہے ان کا بول وبراز بالاتفاق ناپاک ہے، اور جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بول وبراز کے حکم میں اختلاف ہے۔

[۱] امام ابوحنیفہ امام شافعی، ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا بول وبراز ناپاک ہے البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔

دلائل: (۱) حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث: اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رأى فی نعلیه قذرا او أذا فلیمسحه ولیصل فیها.

(۲) حدیث ابی ھریرہ: استنزھوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه.

[۲] امام مالک امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا بول وبراز پاک ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: (۱) ان حضرات کا استدلال حدیث الباب کا جملہ ”اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا“ سے ہے لہٰذا اگر اونٹوں کا پیشاب پاک نہ ہوتا تو آپ (ﷺ) اس کے شرب کا حکم نہ دیتے۔

(۲) ان کا دوسرا استدلال اُس روایت سے ہے جس میں آں حضور ﷺ نے فرمایا: ”صلوا في مرابض الغنم“ وجہ استدلال یہ ہے کہ مرابض غنم بول وبعرات کا مرکز ہوتی ہیں اگر ان کے بول وغیرہ نجس ہوتے تو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوتی۔

یہ حدیث انسان کے پیشاب کے بارے میں ہے کیونکہ دیگر حیوانات کے پیشاب کا حکم چند باب کے بعد آگے آرہا ہے اور انسان کا پیشاب بالا جماع ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے بخلاف دیگر حیوانات کے پیشاب کہ وہ مختلف فیہ ہے۔

(ج) بخاری کی روایت میں اور اس روایت کے دوسرے طرق میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر دونوں گاڑ دیا اور اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ”لعله ان يخفف عنهما مالم تيبسا“ اس سے بعض اہل بدعت نے قبروں پر پھول چڑھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ پھول بھی شاخ کی طرح تسبیح پڑھیں گے اس سے میت کو فائدہ پہنچے گا۔

یہ استدلال صحیح نہیں (۱) کیونکہ ان قبروں کو فائدہ پہنچنا یہ شاخ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ آں حضور ﷺ کی شفاعت کی خصوصیت ہے؛ چناچہ مسلم شریف کے آخر میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ”احببتُ بِشَفَاعَتِي ان يُرَفَّهُ ذَاكَ عَنهُمَا مَادَامَ الغُصنَانِ رَطبَين“ یعنی میں نے ان کے لیے شفارش کی ہے میری شفارش مطلقاً تو قبول نہیں کی گئی مگر مقید قبول کرلی گئی ہے جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی میری شفارش کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی، پس اس سے معلوم ہوا ان قبروں کو فائدہ پہنچنا آپ ﷺ کی شفارش کی وجہ سے ہے نہ کہ محض شاخ گاڑ دینے کی وجہ سے ہے (۲) اگر چہ یہ بھی مان لیا جائے تب بھی یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں پھول چڑھانے کا کوئی ذکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں (۳) کہ علماء کی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت تھی؛ لہٰذا اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں۔

سوال نمبر ۱۷

باب التشديد في البول

(۱/۱۱/۳، سالانہ ۱۴۲۲ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ: أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَايَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ. ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ فَقَالَ: "لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا".

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ماکول اللحم جانوروں کے فضلات میں اختلاف ائمہ مفصل ومدلل لکھیں اور بتائیں کہ یہ حدیث کس کی دلیل ہے اور کیسے یہ تو انسانی پیشاب کے بارے میں ہے۔

(ج) اس روایت سے قبر پر گل پوشی پر بعض لوگ استدلال کرتے ہیں، یہ استدلال درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو وجہ کیا ہے؟

جواب

(الف) جواب پچھلے جواب میں مذکور ہے۔

(ب) اختلاف و دلیل پچھلے جواب میں مذکور ہے۔

یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے کہ طریقہ استدلال اس طرح ہے کہ انسان کا گوشت پاک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور ماکول اللحم جانوروں کا گوشت بھی پاک ہے؛ لہٰذا جس طرح انسانی بول ناپاک ہے اسی طرح ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب بھی ناپاک ہے (لیکن ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب نجاست خفیفہ ہے)

(ج) جواب پچھلے سوال میں مذکور ہے۔

سوال نمبر ۱۸

باب الوضوء من النوم

(م:۲۴، تح:۱/ ۳۲۳، در:۱/ ۲۹۳، سالانہ ۱۴۲۸ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ حَتَّى غَطَّ أَوْ نَفَخَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ قَدْ نِمْتَ، قَالَ: إِنَّ الْوُضُوءَ لَايَجِبُ إِلَّا عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا، فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَارَسُولَ اللهِ اَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ يَاعَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَايَنَامُ قَلْبِي.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) دونوں جواب مختلف کیوں ہیں؟ سوچ کر تطبیق دیں۔

(ج) نوم ناقضِ وضوء کب ہے اور انبیاء کی نوم ناقض وضوء کیوں نہیں سوچ کر لکھیں۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ سجدے کی حالت میں سو گئے یہاں تک کہ آپ خراٹے لینے لگے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ تو سو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: وضو صرف اس پر واجب ہوتا ہے جو چت لیٹ کر سوئے اس لیے کہ جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عائشہ نے سوال کیا یارسول اللہ آپ کیوں وتر کی نماز سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: یاعائشہ میری دونوں آنکھیں سوجاتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

مطلب: پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ نیند مطلقاً ناقض وضوء نہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں سوجائے خواہ کسی حالت میں سوجائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، وضوء اس وقت ٹوٹتا جب لیٹ کر سوئے خواہ چت لیٹے یا کروٹ پر اسی طرح جب ایسی حالت میں لیٹے جس حالت میں جوڑ ڈھیلے پڑتے ہیں جیسے: کسی ایسی چیز پر ٹیک لگا کر سونا کہ اگر وہ ٹیک ہٹادی جائے تو آدمی گر پڑے۔

اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے جوڑ وغیرہ ڈھیلا ہونا قلب کا غیر بیداری ہونے پر موقوف ہے نہ آنکھ کا، پس جونکہ انبیائے کرام کے قلب بیدار رہتے ہیں اگر چہ بظاہر سوجائیں، اس لئے نیند کی حالت میں بھی ان کا وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۳۲۳)

(ب) حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کی حدیثوں میں جو نبی ﷺ نے ایک ہی سوال کے دو مختلف جواب دیئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کو وہ بات بتائی جو اس کے لائق ہے اور موقع کے مناسب ہے، ابن عباس کی روایت میں واقعہ سجدہ میں سونے کا ہے، اس لئے آپ نے مسئلہ بتایا کہ اس حالت میں سونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، اور حضرت عائشہ کی حدیث میں لیٹ کر سونے کا واقعہ ہے اس لئے ان کو یہ مسئلہ بتایا کہ انبیاء کی نیند ناقض وضوء نہیں ہے، کیونکہ وہ غافل نہیں سوتے، ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، جیسے ہم لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں اور نیند نہ آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس حالت میں اگر ہوا نکلے گی تو ہمیں اس کا احساس ہوگا اسی طرح انبیا کو سونے کی حالت میں بھی احساس ہوتا ہے اس لئے ان کا لیٹ کر سونا ناقض وضوء نہیں۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۳۲۳)

(ج) نوم کے ناقض ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے: (۱) حضرت ابن عمرؓ اور ابوموسی اشعریؓ، ابومجلز اور امام شعبہ کے نزدیک نوم مطلقاً غیر ناقض وضوء ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حضرت امام حسن بصری، امام زہری اور امام اوزاعی کے نزدیک نوم مطلقاً ناقض وضوء ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

(۳) ائمہ اربعہ اور جمہور (رحمہم اللہ) کے نزدیک: نوم غالب ناقض وضوء ہے اور نوم غیر غالب ناقض وضو نہیں درحقیقت اس تیسرے قول کے قائلین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نوم بنفسہ ناقض وضوء نہیں بلکہ مظنہ خروج ریح کی وجہ سے ناقض وضوء ہوتی ہے، کیونکہ نوم غالب (یعنی ایسی نیند جس سے انسان بے خبر ہو جائے اس) سے استرخاء مفاصل متحقق ہوتی ہے اور چونکہ حالت نیند میں خروج ریح کا علم نہیں ہو سکتا، اس لئے نوم غالب یعنی استرخاء مفاصل کو شرعاً خروج ریح کے قائم مقام کر دیا گیا، پھر اس استرخاء مفاصل اور نوم غالب کی تحدید میں اختلاف ہو گیا: امام شافعی نے زوال مقعد عن الارض کو استرخاء مفاصل کی علامت قرار دیا؛ لہٰذا ان کے نزدیک زوال مقعد کے ساتھ ہر نیند ناقض وضو ہوگی، اور حنفیہ کا مختار مسلک یہ ہے کہ نوم اگر ہیئت صلوٰۃ پر ہو تو استرخاء مفاصل نہیں ہوتا؛ لہٰذا ایسی نیند ناقض وضو نہیں، اور اگر نوم غیر ہیئت نماز پر ہو تو پھر اگر تماسک المقعد علی الارض باقی ہے تب بھی ناقض نہیں اور اگر فوت ہو گیا تو ناقض وضوء ہے مثلاً: اضطجاع سے یا قفا پر لیٹنے سے یا کروٹ پر لیٹنے سے اسی طرح اگر کوئی شخص ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا اور اسی حالت میں سو جائے تو اگر نوم اس قدر غالب ہو کہ ٹیک نکال دینے سے آدمی گر جائے تو یہ نوم بھی ناقض وضوء ہوگی، کیونکہ اس صورت میں تماسک فوت ہو گیا۔

انبیاء کرام کے نوم ناقض وضوء نہیں، کیونکہ وہ غافل نہیں سوتے، ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، جیسے ہم لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور نیند نہ آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس حالت میں اگر ہوا نکلے گی تو ہمیں اس کا احساس ہوگا؛ اسی طرح انبیا کو سونے کی حالت میں بھی احساس ہوتا ہے اس لئے ان کا لیٹ کر سونا ناقض وضوء نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۹

باب الوضوء من القبلة

(تح:۱/۱/۴۱/۳۴۱، شش ماہی ۱۴۲۰ھ)

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ. قَالَ: فَضَحِكَتْ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا تَرَكَ أَصْحَابُنَا حَدِيثَ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا، لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ عِنْدَهُمْ لِحَالِ الْإِسْنَادِ.

(الف) قبلہ کے ناقض وضو ہونے میں کیا اختلاف ہے؟ عدمِ نقض کے مذکورہ دلائل وضاحت کے ساتھ بیان کریں قائلین نقض کے کیا دلائل ہیں؟

(ب) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت پر جو نقد کیا ہے اس کو وضاحت کے ساتھ لکھ کر ان کے جوابات بھی تحریر کریں۔

جواب

(الف) اس مسئلہ کو اصطلاح میں مسئلہ مس المرأۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے، [۱] حنفیہ کے نزدیک مس مرأۃ مطلقاً ناقض وضو نہیں [۲] ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہ ہے کہ مس مرأہ ناقض وضو ہے البتہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک شہوت کے ساتھ ہونا شرط ہے امام شافعی غیر محرم ہونے کا شرط لگاتے ہیں۔

دليل الائمة الثلاثه: یہ حضرات آیت قرآنی "او جاء احد منكم من الغائط او لامستم النساء" سے استدلال کرتے ہیں اور لمس کو مس بالید پر محمول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ لفظ لمس کا اطلاق لمس بالید پر ہوتا ہے نیز وہ حضرات ابن عمر اور ابن مسعود کے آثار سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

دلائل الاحناف (۱) حنفیہ حدیث باب عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مس مراۃ ناقض وضو نہیں ہے کیونکہ اس میں صراحتاً مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے تقبیل کے بعد وضو کے بغیر نماز پڑھی اگر تقبیل ناقض وضو ہوتا تو ضرور آپ وضو کرتے۔

(۲) عن عائشة قالت لقد كان رسول الله ﷺ ليصلي وانی لمعترضة بين يديه اعتراض الجنازة حتى اذا اراد ان يوتر مسني برجله. (سنن النسائي رقم الحديث ۱۶۶)

(ب) اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ سند میں جو عروہ ہے اگر ان سے عروہ بن الزبیر مراد ہیں تو حضرت عائشہ کے بھانجے ہیں تو ان سے حبیب بن ابی ثابت کا لقاء ثابت نہیں، اور اگر عروہ مزنی مراد ہیں تو ان کا حضرت عائشہ سے لقاء وسماع ثابت نہیں۔

اس کا جواب: یہاں حضرت عروہ بن الزبیر مراد ہیں عروہ مزنی مراد نہیں اور اس کی دو دلیلیں ہیں، ایک یہ کہ یہ حدیث مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہے وہاں ابن الزبیر کی صراحت ہے۔ (مسند احمد:۶/۲۱۰، ابن ماجہ:ص/۳۸)

دوم: حضرت عروہ نے حضرت عائشہ سے جو بات کہی ہے وہ بھانجہ ہی خالہ سے کہہ سکتا ہے، اجنبی آدمی نہیں کہہ سکتا عربوں کے معاشرہ میں قریبی رشتہ داروں سے بے تکلف باتیں کی جاتی تھیں غیروں سے نہیں کی جاتی تھیں، رہی یہ بات کہ حبیب کا عروہ بن الزبیر سے لقاء وسماع ثابت نہیں، تو یہ بعض محدثین مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے ہے، دوسرے محدثین کے نزدیک لقاء وسماع ثابت ہے ان کے نزدیک حبیب نے عروہ بن الزبیر سے چار حدیثیں سنی ہیں، یہ حدیث ان میں سے ایک ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ جب مثبت اور نافی میں تعارض ہو تو مثبت کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ اس کی بات مبنی بر علم ہوتی ہے اور نافی کی بات مبنی بر عدم علم ہوتی ہے؛ لہٰذا یہاں بھی امام بخاری کے قول کو نہیں لیا جائے گا بلکہ دوسرے محدثین کا قول لیا جائے گا۔

امام ترمذی نے حضرت یحییٰ القطان کا جو قول پیش کیا ہے کہ "هو شبه لا شيئ" (یہ حدیث پرچھائیں ہے کچھ نہیں) یحییٰ القطان کی یہ جرح غیر معتبر ہے کیونکہ یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم کا اعتبار نہیں۔ (تحفۃ الالمعی: ۳۴۲/۱)

سوال نمبر ۲۰

باب الوضوء من القبلة

(تح: ۱/۳۴۱، ششماہی ۱۴۲۰ھ)

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ. قَالَ: فَضَحِكَتْ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيّ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا تَرَكَ أَصْحَابُنَا حَدِيثَ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا، لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ عِنْدَهُمْ لِحَالِ الْإِسْنَادِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مس مرأۃ اور تقبیل کے ناقض وضو ہونے میں ائمہ کا اختلاف مدلل و مفصل لکھیں۔

(ج) مذکورہ حدیث پر جو جرح کی گئی ہے اس کو مفصل لکھیں اور اس کا کوئی جواب موجود ہو وہ بھی لکھیں۔

(د) یہ اختلاف کس آیت کی تنقیح میں اختلاف پر مبنی ہے اس کو بھی مفصل لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) ام المومنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کا بوسہ لیا، پھر آپ نماز کے لیے نکلے اور وضو نہیں کیا، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنی خالہ ام المومنین عائشہ سے) کہا: وہ آپ ہی رہی ہوں گی؟ تو وہ ہنس پڑیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے عائشہؓ کی حدیث پر جو نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے محض اس وجہ سے عمل نہیں کیا کہ یہ سند کے اعتبار سے صحیح نہیں

(ب) جواب پچھلے سوال کے جواب کے ضمن میں مذکور ہے۔

(ج) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(د) اصل میں اس اختلاف کی بنیاد آیت قرآنی ''او لمستم النساء'' کی تفسیر پر ہے شوافع کے نزدیک اس آیت میں لفظ لمس سے لمس بالید مراد ہے وہ حضرات ابن مسعود اور ابن عمرؓ کے آثار سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے یہاں یہ حدیث صحیح نہیں ہے احناف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اس لئے جو تفسیر ابن مسعود اور ابن عمر کی ہے اس کو نہیں لیا کیونکہ صحیح حدیث کی موجودگی میں صحابی کی رائے نہیں لی جاتی ہے اور اس حدیث میں تقبیل کے بعد بغیر وضو نماز پڑھنے کا ذکر ہے؛ لہٰذا آیت کریمہ میں لمس سے لمس بالید یا بالجسم مراد نہیں بلکہ جماع مراد ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۳۴۱/۳)

سوال نمبر ۲۱

باب الوضوء بالنبيذ

(م: ۲۶، تح: ۳۴۹/۱، در: ۳۲۰/۱، ششماہی ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۸۸: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ. فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، لَا تُعْرَفُ لَهُ رِوَايَةٌ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيثِ.

قَالَ وَقَوْلُ مَنْ يَقُوْلُ: لَا يُتَوَضَّأُ بِالنَّبِيْذِ أَقْرَبُ إِلَى الْكِتَابِ وَأَشْبَهُ

(الف) نبیذ کیا ہے اور کس نبیذ سے وضوء میں اختلاف ہے اور کیوں؟

(ب) نبیذ سے وضوء میں امام اعظم کے کتنے اقوال ہیں؟ اور آخری قول کیا ہے؟

(ج) اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ لیلۃ الجن میں حضرت ابن مسعود نبی علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھے، پس یہ حدیث صحیح نہیں، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب

(الف) نَبیذ فعیل کے وزن پر ہے اور اسم مفعول کے معنی میں ہیں، ڈالا ہوا، اور اصطلاح میں اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کھجور، چھوہارے، کشمش یا انگور وغیرہ ڈالے گئے ہو، اور یہ چیزیں پانی میں گل گئی ہوں اور پانی میٹھا ہو گیا ہو۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۳۴۶)

مذاہبِ فقہاء: تمام ائمہ متفق ہیں کہ کھجور کے علاوہ نبیذوں سے اور کھجور کی نبیذ کہ اس کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہوا ہو تو ایسی نبیذوں سے وضوء کرنا جائز ہے اور اگر کھجوریں پانی میں گل گئی ہوں اور پانی گاڑھا ہو گیا ہوں یا اس میں نشہ پیدا ہو گیا ہو تو اس سے وضوء بالاتفاق جائز نہیں۔

اختلاف اس میں ہے کہ کھجور کا اثر پانی میں ظاہر ہو گیا ہو مگر ابھی پانی کی رقت اور سیلان باقی ہے اور پکایا بھی نہ گیا ہوا ہو۔

(ا) ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسف اور جمہور کے نزدیک اس سے بھی وضوء جائز نہیں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں تک کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو تیمم متعین ہے، امام ابوحنیفہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔

(دلیل): قوله تعالي: فان لم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا....
اس سے مراد ماء مطلق ہے اور نبیذ ماء مطلق نہیں بلکہ مقید ہے اس لئے تیمم متعین ہے۔

(۲) اس نبیذ سے وضوء ضروری ہے تیمم جائز نہیں، یہ سفیان ثوری کا مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔

(دلیل): حدیث: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ، فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. حدیث میں نبیذ کو ماء طہور اطلاق کیا گیا اس لئے اس سے وضوء جائز ہے اور دوسرا پانی موجود نہ ہو تو اسی سے وضوء واجب ہے تیمم جائز نہیں۔

(۳) اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو پہلے اس سے وضوء کر لے اور بعد میں تیمم بھی کرے یہ امام محمد کا مسلک ہے، اور امام ابوحنیفہ کی بھی ایک روایت ہے۔

(دلیل): (۱) قوله تعالي: فان لم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا.... (۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ، فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. ان کے نزدیک دونوں دلیل برابر ہے اس لئے احتیاطاً دونوں کو جمع کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۴) وضوء واجب ہے اور اس کے بعد تیمم مستحب ہے یہ امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک ہے۔

(دلیل): حدیث: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ، فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. حدیث میں نبیذ کو ماء طہور اطلاق کیا گیا اس لئے اس سے وضوء جائز ہے اور دوسرا پانی موجود نہ ہو تو اسی سے وضوء واجب ہے لیکن احتیاطاً پھر بعد میں تیمم کو مستحب قرار دیا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علامہ کاسانی نے بدائع میں نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے آخر میں پہلے قول کی طرف رجوع کرلیا ہے، لہٰذا اب نبیذ سے عدم وضوء پر اتفاق ہے۔

(ب) امام اعظم ابوحنیفہ کے اس مسئلہ میں چار اقوال منقول ہیں: (۱) اس نبیذ سے وضوء ضروری ہے، تیمم جائز نہیں (۲) وضوء اور تیمم دونوں جمع کرے اور یہ جمع کرنا مستحب ہے، (۳) دونوں کو جمع کرے اور یہ جمع کرنا واجب ہے، (۴) وضوء جائز نہیں، تیمم کرے اور یہی آخری قول ہے، فتوی بھی اسی پر ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۳۴۷)

(ج) یہ اعتراض صحیح نہیں؛ کیونکہ ابن مسعود لیلۃ الجن میں شریک تھے، کیونکہ امام ترمذی نے باب الکراھیة ما یستنجی به میں اس کی تصریح کی ہے کہ "وكان رواية اسماعيل اصح من رواية حفص بن غياث" اور اسماعیل کی روایت میں ہے "انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الجن" تو معلوم ہوا کہ ابن مسعود ساتھ تھے، جلد ثانی میں موجود ہے حضور علیہ ﷺ نے ابن مسعود کے گرد دائرہ کھینچا اور فرمایا تم اس دائرہ سے باہر نہ نکلو، اور امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور ابوعبیدہ کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ جہاں جنات سے ملاقات ہوئی تھی وہاں ساتھ نہیں تھے، ان کو راستہ میں بیٹھا دیئے گئے تھے، اور نبیذ سے وضوء کرنے کا واقعہ اسی جگہ پیش آیا تھا۔ (تشریحات ترمذی: ۱/۲۸)

سوال نمبر ۲۲

باب الوضوء بالنبيذ

(م: ۲۶، تح: ۱/۳۴۹، در: ۱/۳۲۰ ـ ۱۴۳۲ھ)

حدیث نمبر ۸۸: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ، فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا رُوِيَ هَذَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْحَدِيثُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. لَا تُعْرَفُ لَهُ رِوَايَةٌ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيثِ.

قَالَ وَقَوْلُ مَنْ يَقُولُ: لَا يُتَوَضَّأُ بِالنَّبِيذِ أَقْرَبُ إِلَى الْكِتَابِ وَأَشْبَهُ

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) نبیذ کی تعریف کر کے اس سے وضوء کے جواز، عدم جواز کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل لکھیں۔

(ج) امام ترمذی نے مذکورہ حدیث پر جو نقد کیا ہے، قائلین جواز کی جانب سے اس نقد کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

جواب

(الف) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: تمہارے مشکیزے میں کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: نبیذ ہے، آپ نے فرمایا: کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے تو آپ نے اسی سے وضو کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں: ابوزید محدثین کے نزدیک مجہول آدمی ہیں اس حدیث کے علاوہ کوئی اور روایت ان سے جانی نہیں جاتی۔

(ب) جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

(ج) امام ترمذی کا نقد: اس حدیث کے ایک راوی ابوزید ہیں جو مجہول ہیں، مجہول العین بھی ہے اور مجہول الحال بھی ہے مجہول الحال اس لئے ہے کہ ائمہ نے نہ اس کی توثیق کی ہے، نہ ان پر جرح کی ہے اور مجہول العین اس لئے ہے کہ ان سے روایت کرنے والا صرف ابوفزارہ ہیں۔

نقد کا جواب: ابوزید سے روایت کرنے والا صرف ابوفزارہ راشد بن کیسان نہیں ہیں بلکہ ان سے ابوروق عطیہ بن الحارث بھی روایت کرتے ہیں پس یہ مجہول العین نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہے، نیز ابن مسعود سے روایت کرنے میں وہ منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ ان سے چودہ متابع موجود ہے وہ بھی یہ حدیث ابن مسعود سے اسی طرح روایت کرتے ہیں اور مجہول الحال اس لئے ہیں کہ صحابہ سے روایت کرنے والے تابعین کے پہلے طبقہ کے احوال رکارڈ نہیں ہو سکے تھے، اس وقت نہ ائمہ جرح وتعدیل تھے، نہ یہ سلسلہ شروع ہوا تھا، اس لئے محدثین نے اس طبقہ کے بارے میں اغماض سے کام لیا ہے، جیسے بلی کے جھوٹے کی حدیث کبشہ اور حمیدہ روایت کرتی ہیں اور دونوں مجہول الحال ہے مگر امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ (تحفۃ الالمعی:١/٣٤٨)

سوال نمبر ٢٣

باب الوضوء بالنبيذ

(م:٢٦، تح:١/٣٤٩، در:١/٣٢٠، ٤٣٨ سنہ ١٤٣٨ھ)

حدیث نمبر ٨٨: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ، فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ . قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، لَا تُعْرَفُ لَهُ رِوَايَةٌ غَيْرُ هَذَا الْحَدِيثِ.

قال وقول من يقول: لا يتوضأ بالنبيذ اقرب الي الكتاب واشبه

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) نبیذ کی تعریف کرکے اس سے وضوء کے جواز، عدم جواز کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): اما ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں اگر مختلف روایات ہوں تو ان کو ذکر کر کے اختلاف روایات کی وجہ تحریر کریں۔

(د) امام ترمذی کے دونوں اقوال کی مراد واضح کر کے ان کا جواب تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: تمہارے مشکیزے میں کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: نبیذ ہے، آپ نے فرمایا: کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے تو آپ نے اسی سے وضو کیا۔

امام ترمذی کہتے ہیں: ابوزید محدثین کے نزدیک مجہول آدمی ہیں اس حدیث کے علاوہ کوئی اور روایت ان سے جانی نہیں جاتی۔

(ب) جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

(ج) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اس مسئلہ میں چار اقوال منقول ہیں: (۱) اس نبیذ سے وضوء ضروری ہے، تیمم جائز نہیں (۲) وضوء اور تیمم دونوں جمع کرے اور یہ جمع کرنا مستحب ہے، (۳) دونوں کو جمع کرے اور یہ جمع کرنا واجب ہے، (۴) وضوء جائز نہیں، تیمم کرے اور فتوی اسی پر ہے۔

روایات کی وجہ: امام اعظم رحمہ اللہ کے پہلے قول کی دلیل یہی حدیث تھی؛ مگر بعد میں شک پیدا ہوا کہ نبیذ تیار ہوئی تھی یا نہیں؟ نبی ﷺ کا ارشاد: تمرة طيبة وماء طهور سے پتہ چلتا ہے ابھی کھجور: کھجور ہے اور پانی: پانی ہے، کھجور کا اثر ابھی پانی میں نہیں پہنچا، اس لئے امام اعظم نے دوسرا قول اختیار کیا اور وضوء وتیمم کو استحبابا جمع کرنے کا حکم دیا، پھر یہ شک قوی ہوا تو دونوں کو وجوبا جمع کرنے کو فرمایا، پھر یہ شک یقین سے بدل گیا کہ ابھی نبیذ تیار نہیں ہوئی تھی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کو نبیذ مجازا کہا ہے، کیونکہ نبیذ بنانے ہی کے لئے چھوہارے کو پانی میں ڈالے تھے، اس لئے چوتھا قول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیار کیا جو آخری قول ہے، لہٰذا اب نبیذ سے عدم وضوء پر چاروں ائمہ متفق ہیں۔
(تحفۃ الالمعی: ۱/ ۳۴۷)

(د) امام ترمذی کا قول اول: اس حدیث کے ایک راوی ابوزید ہیں جو مجہول ہیں، مجہول العین بھی ہے اور مجہول الحال بھی ہے مجہول الحال اس لئے ہے کہ ائمہ نے نہ اس کی توثیق کی ہے، نہ ان پر جرح کی ہے اور مجہول العین اس لئے ہے کہ ان سے روایت کرنے والا صرف ابوفزارہ ہیں۔

اس کا جواب: ابوزید سے روایت کرنے والا صرف ابوفزارہ راشد بن کیسان نہیں ہیں بلکہ ان سے ابوروق عطیہ بن الحارث بھی روایت کرتے ہیں پس یہ مجہول العین نہیں رہے، نیز ابن مسعود سے روایت کرنے میں وہ منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ ان سے چودہ متابع موجود ہے وہ بھی یہ حدیث ابن مسعود سے اسی طرح روایت کرتے ہیں اور مجہول الحال اس لئے ہیں کہ صحابہ سے روایت کرنے والے تابعین کے پہلے طبقہ کے احوال رکارڈ نہیں ہو سکے تھے، اس وقت نہ ائمہ جرح و تعدیل تھے، نہ یہ سلسلہ شروع ہوا تھا، اس لئے محدثین اس طبقہ کے بارے میں اغماض سے کام لیا ہے، جیسے بلی کے جھوٹے کی حدیث کبشہ اور حمیدہ روایت کرتی ہیں اور دونوں مجہول الحال ہے مگر امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔
(تحفۃ الالمعی: ۱/ ۳۴۸)

قول دوم: امام ترمذی فرماتے ہیں: اس شخص کا قول جو نبیذ سے وضوء نہ کرنے کی بات کہتا ہے قرآن سے زیادہ قریب اور صواب کے زیادہ مشابہ ہے، اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔

جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ تو اس وقت ہے جب کہ پانی نہ ملے؛ مگر ہم تو کہتے ہیں یہ پانی ہے؛ چنانچہ حدیث الباب میں آیا ہے تمرۃ طیبۃ ماء طہور یعنی نبیذ کو ماء طہور اطلاق کیا گیا ہے، اور اہل عرب بھی نبیذ کی جگہ میں ماء مطلق کو استعمال کرتے ہیں، اس لئے یہ بات صحیح نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۴

باب الوضوء بالنبيذ

(سالانہ ۱۴۱۵ھ)

حدیث نمبر ۸۸: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ. فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، لَا تُعْرَفُ لَهُ رِوَايَةٌ غَيْرُ هَذَا الْحَدِيثِ.

(الف) حدیث شریف با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) نبیذ کیا چیز ہے؟ نبیذ سے وضو میں کیا اختلاف ہے؟ مدلل و مفصل لکھیں۔

(ج) حدیث میں مذکورہ واقعہ کس موقعہ کا ہے اور کیا اس موقعہ پر ابن مسعود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے؟

(د) امام اعظم کا آخری قول کیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب

(الف) (ب) کے جوابات پیچھے گزر چکے ہیں۔

(ج) یہ حدیث لیلۃ الجن کے موقعہ کی ہے اور باقی تفصیلی جوابات پچھلے جوابات میں مذکور ہیں۔

(د) امام اعظم کا آخری قول یہ ہے کہ نبیذ سے وضو جائز نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے پہلے قول کی دلیل یہی حدیث تھی؛ مگر بعد میں شک پیدا ہوا کہ نبیذ تیار ہوئی تھی یا نہیں؟ نبی علیہ السلام کا ارشاد: "تمرة طيبة وماء طهور" سے پتہ چلتا ہے ابھی کھجور: کھجور ہے اور پانی: پانی ہے، کھجور کا اثر ابھی پانی میں نہیں پہنچا، اس لئے امام اعظم نے دوسرا قول کو اختیار کیا اور وضوء و تیمم کو استحبابا جمع کرنے کا حکم دیا، پھر یہ شک قوی ہوا تو دونوں کو وجوبا جمع کرنے کو فرمایا، پھر یہ شک یقین سے بدل گیا کہ ابھی نبیذ تیار نہیں ہوئی تھی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کو نبیذ مجازا کہا ہے، کیونکہ نبیذ بنانے ہی کے لئے چھوہارے کو پانی میں ڈالے تھے، اس لئے چوتھا قول کو اختیار کیا جو آخری قول ہے، لہٰذا اب نبیذ سے عدم وضوء پر چاروں ائمہ متفق ہیں۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۳۴۷)

سوال نمبر ۲۵

باب ماجاء في سور الكلب

(تح: ۱/۳۵۳، ششماہی ۱۴۱۷ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يُغْسَلُ الْإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ، وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا، وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ إِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) سور کلب اور سور ہرہ کا مسئلہ مع اختلاف ائمہ مدلل ومفصل لکھیں۔

(ج) جب اذا ولغت کی زیادتی اسی طریق میں ہے تو حسن صحیح کے ساتھ غریب کو کیوں نہیں بڑھایا، سوچ کر جواب لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: برتن میں جب کتا منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھویا جائے، پہلی بار یا آخری بار اسے مٹی سے دھویا جائے، اور جب بلی منہ ڈالے تو اسے ایک بار دھویا جائے۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوہریرہؓ کی حدیث نبی اکرم ﷺ سے کئی سندوں سے اسی طرح مروی ہے جن میں بلی کے منہ ڈالنے پر ایک بار دھونے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

(ب) الاختلاف في سور الكلب:

نوٹ: امام مالک کے نزدیک سور کلب سے برتن ناپاک نہیں ہوتا البتہ سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے، جمہور ائمہ کہتے ہیں سور کلب سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے جمہور حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں آپ نے غسل کا حکم فرمایا اور غسل تطہیر کے لیے ہوتا ہے اور تطہیر اس چیز کی ہوتی ہے جو نجس ہو، اور یہ حدیث امام مالک کے خلاف حجت ہے۔

طریقۂ تطہیر میں اختلاف: [۱] ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اگر برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھونا واجب ہے (البتہ امام شافعی کے نزدیک سات کے اندر ایک بار مٹی سے دھونا واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک آٹھویں بار مٹی سے دھونا ضروری ہے اور امام مالک کے نزدیک مٹی سے دھونا ضروری نہیں) دلیل (۱) یہ حضرات حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں (۲) عن ابی هريرة طهور اناء احدكم اذا ولغ الكلب فيه ان يغسله سبع مرات.

[۲] احناف تین بار دھونے سے برتن کے پاک ہونے کے قائل ہیں۔

ان کی دلیل دارقطنی اور طحاوی میں منقول ابوہریرہؓ کا فتویٰ ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے تین مرتبہ دھونا چاہیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاختلاف في سور الهرة: [ا] ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک سور ہرہ پاک ہے۔

دلیل: (ا) عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَ كَانَتْ عِنْدَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاقَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا، قَالَتْ: فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا، قَالَتْ: فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ، قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَابِنْتَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ أَوِ الطَّوَّافَاتِ.

(۲) عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ يمر به الهر فيصغي لها الاناء فتشرب ثم يتوضأ بفضلها.

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک سور ہرہ طاہر مکروہ ہے پھر علماء احناف میں کراہت میں اختلاف ہے امام طحاوی کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور امام کرخی کے نزدیک تنزیہی ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے۔

دلیل: (ا) حدیث ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللهﷺ طهور الاناء اذا ولغ فيه الهر ان يغسله مرة او مرتين.

(۲) حضرت ابو ہریرۃ کا اثر "یغسل الاناء من الهرة كما يغسل من الكلب".

(ج) وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ إِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً: یعنی یہ زیادتی صرف اسی طریق میں ہے اور دوسرے طرق میں یہ زیادتی نہیں ہے؛ لہٰذا یہ حدیث حسن صحیح ہے، حسن کے ساتھ غریب کا اضافہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ اس سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث تو حسن صحیح ہے لیکن آخری ٹکڑے کی وجہ سے غریب ہوگئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۶

باب المسح على الخفين

(م:۲۷،تح:۱/۳۵۹،در:۱/۳۲۸۔ ۱۴۲۲ھ، ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر ۹۳: بَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هَذَا؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: وَكَانَ يُعْجِبُهُمْ حَدِيثُ جَرِيرٍ، لِأَنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ.

(الف) مسح علی الخفین میں کس فرقہ کا اختلاف ہے؟ منکرین مسح کی کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب کیا ہے؟ مذکورہ حدیث کس کی دلیل ہے؟ یہ حدیث کن لوگوں کو پسند تھی اور کیوں؟

(ب) مسح کی مدت میں کیا اختلاف ہے؟ اور ان کے دلائل کیا ہیں؟

(ج) مسح، خفین کے اوپر ہے یا نیچے اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں۔

جواب

(الف) ہمام بن حارث کہتے ہیں کہ جریر بن عبداللہؓ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا، ان سے کہا گیا: کیا آپ ایسا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کام سے کون سی چیز روک سکتی ہے جبکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو جریرؓ کی یہ حدیث اچھی لگتی تھی کیونکہ ان کا اسلام سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد کا ہے۔

(ب) اسلامی فرقوں میں سے صرف شیعہ اور خوارج مسح علی الخفین کو نا جائز کہتے ہیں پھر خوارج کا مذہب یہ ہے کہ پاؤں کو بہر حال دھونا ضروری ہے ان پر مسح کسی حال میں جائز نہیں اور شیعہ پاؤں کا وظیفہ مسح بتاتے ہیں، ان کے نزدیک ننگے پاؤں پر مسح کرنا ضروری ہے، خفین پر جائز نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: سورہ مائدہ کی آیت ''وامسحوا برؤسكم وارجلكم الى الكعبين''

وہ کہتے ہیں یہ آیت ناسخ ہے ان تمام حدیثوں کے لئے جن میں مسح کا تذکرہ ہے۔

اس کا جواب حدیثِ جریر بن عبداللہ ہے کہ آیتِ مائدہ کو مسح علی الخفین کے لیے ناسخ ماننا غلط ہے کیونکہ جریر بن عبداللہ حضور علیہ السلام کی وفات کے پچاس دن پہلے اسلام لائے ہیں اور اس زمانہ میں حضور علیہ السلام کو موزے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، پس اس سے معلوم ہوا یہ عمل آیت مائدہ کے بعد ہے؛ چنانچہ یہ کیسے اس کے لئے ناسخ ہوگی، یہ حدیث شیعہ اور خوارج کے علاوہ تمام امت مسلمہ کی دلیل ہے۔

جمہور اور اہل علم کو یہ حدیث زیادہ پسند آئی ہے اور اس حدیث کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کیونکہ جریر بن عبداللہ سورہ مائدہ کی آیتِ وضوء نازل ہونے کے بعد اسلام لائے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو آیت وضوء کے نزول کے بعد مسح علی الخفین کرتے ہوئے دیکھا تھا؛ لہٰذا اس سے ان اہل باطل کی تردید ہوجاتی ہے جو مسح علی الخفین کی احادیث کو آیت وضوء سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔

(ب) (۱) امام مالک اور لیث بن سعد کے نزدیک مسح علی الخفین کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ جب تک موزے پہنے ہوئے ہو اس پر مسح کرسکتا ہے۔

دلیل: ابوداؤد کی حدیث: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المسح على الخفين للمسافر ثلاثة أيام وللمقيم يوم وليلة: قال ابو داود: رواه المنصور بن معتمر عن ابراهيم التيمي باسناده، قال فيه ولو استزدناه لزادنا.

جمہور کی طرف سے اس کا جواب تو یہ دیا گیا کہ ولو استزدناه لزادنا کی زیادتی راوی کی طرف سے ہے یہ محض حضرت خزیمہ کا گمان ہے جو کہ شرعا حجت نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابتداء اسلام کی ہے کہ شروع شروع میں مدت مقرر نہیں تھے بعد میں مقرر کردی گئی ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہ اور شافعی، احمد، جمہور کے نزدیک مقیم کے لیے ایک دن ایک رات، اور مسافر کے لیے تین دن تین رات موزے پر مسح کرنا جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: (۱) عن النبي صلى الله عليه وسلم انه سئل عن المسح على الخفين؟ فقال للمسافر ثلاثة وللمقيم يوم.

(۲) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا إذا كنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلاثة ايام ولياليهن الا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم.

(۳) سئل بن عباس عن المسح على الخفين قال للمسافر ثلاثة ايام ولياليهن وللمقيم يوم وليلة. (شرح معانی الآثار:۶۱)

(ج) [۱] امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسح علی الخفین اوپر نیچے دونوں جانبوں میں ہے مگر امام مالک کے نزدیک اوپر نیچے دونوں واجب ہے اور شافعی کے نزدیک نیچے مستحب ہے۔

دلیل: عن المغيرة بن شعبة ان النبي صلى الله عليه وسلم مسح اعلى الخف واسفله. (ترمذی ۲۸)

[۲] امام ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک صرف موزے کے اوپر کے حصے میں مسح کرنا واجب ہے۔

دلیل: (۱) عن المغيرة بن شعبة قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين على ظاهرهما. (ترمذی ۲۹)

(۲) عن علي رضي الله عنه: لو كان الدين بالرأي لكان اسفل الخف اولى من اعلاه. (معارف السنن:۱/۳۲۹)

سوال نمبر ۲۷

باب ماجاء ان الماء من الماء

(تخ:۱/۱، ۳۸۱، ششماہی ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۱۱۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سَعْدٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا .قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کیجیے۔

(ب) جماع بغیر انزال سے وجوب غسل کے بارے میں کسی کا اختلاف ہو تو مع دلیل لکھ کر جمہور کی طرف سے جواب پیش کیجیے۔

(ج) حضرت ابن عباس نے "الماء من الماء" کی کیا تاویل کی ہے؟

(د) حدیثِ حسن! صحیح سے کم درجہ کی ہوتی ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی حدیث کو دونوں اوصاف سے موصوف کیوں کرتے ہیں؟ اس کی تشفی بخش توجیہ کیجیے۔

جواب

(الف) ابی بن کعب ؓ کہتے ہیں کہ صرف منی (نکلنے) پر غسل واجب ہوتا ہے، یہ رخصت ابتدائے اسلام میں تھی، پھر اس سے روک دیا گیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے۔

مطلب: یہاں پہلے ماء سے مراد غسل ہے اور دوسرے ماء سے مراد منی ہے، یعنی منی نکلنے کے بعد ہی غسل واجب ہوتا ہے، پس اگر مرد کا موضع ختان عورت کے موضع ختان کو تجاوز کرے اور منی نہیں نکلے تو غسل واجب نہیں ہوگا، حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں: یہ حکم ابتاء اسلام کا ہے، بعد میں یہ منسوخ ہو گیا، لہٰذا اگر چہ منی نہ نکلے تب بھی تجاوز ختانین کی وجہ سے غسل واجب ہو جائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یہ حدیث احتلام پر محمول ہے نہ کہ بیداری پر، علماء کہتے ہیں جب کسی حکم کی علت مخفی ہوتی ہے تو شریعت کسی ظاہری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیتی ہے، جیسے وضو ٹوٹنے کی علت ریح کا نکلنا ہے مگر سونے والے کو اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لئے نیند کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا، اسی طرح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجوب غسل کی علت انزال ہے؛ مگر کبھی اس کا ادراک نہیں ہوتا، اس لئے التقاء ختانین کو اس کے قائم مقام کر دیا، اب حکم اس پر دائر ہوگا حقیقت کی طرف نظر نہیں کی جائے گی۔

(تحفۃ الالمعی ۱/۳۷۹)

(ب) یہ مسئلہ دورِ صحابہ میں اختلافی تھا، اکثر انصار اکسال میں غسل کو واجب نہیں کہتے تھے، اور اکثر مہاجر غسل کو واجب کہتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ اختلاف ختم ہو گیا، لیکن بعد میں داؤد ظاہری نے اختلاف کیا کہ اکسال سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

جمہور کے دلائل: (۱) حدیث ابی هريرة عن النبي ﷺ قال: اذا جلس بين شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل.

(۲) عن عائشة رضي الله عنه قالت: اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل فعلته انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم فاغتسلنا.

مذہب ظاہریہ کے دلائل: حديث ابي سعيد خدری عن ابيه: (حديث طويل)......وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم على باب عتبان، فصرخ به، فخرج يجر ازاره، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعجلنا الرجل، فقال عتبان يا رسول الله! ارأيت الرجل يعجل عن امرأته ولم يمن ماذا عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الماء من الماء.

جمہور کی طرف سے اس کا جواب: یہ حکم اول اسلام میں تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا ہے، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا.

(ج) عن ابن عباس قال: انما الماء من الماء في الاحتلام: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس حکم کے دو پہلو ہیں ایک بیداری میں، دوم: خواب میں، اول اسلام میں یہ حکم دونوں پہلو میں تھا لیکن بعد میں بیداری کی حالت میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور خواب کی حالت میں باقی رہ گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) امام ترمذی نے کتاب العلل (ص ۵۶۵) میں تحریر فرمایا ہے کہ: "وما قلنا في كتابنا "حديث حسن" فكل حديث يروي لا يكون في اسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذا ويروي من غير وجه نحو ذاك فهو عندنا حديث حسن" امام ترمذی کی اس تعریف کی رو سے حسن وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور اس میں شذوذ بھی نہ ہو۔ جمہور کی طرح وہ راوی کے حافظہ کے نقصان کو حدیث حسن کے لئے شرط قرار نہیں دیتے، لہٰذا اس تعریف کی رو سے حسن اور صحیح میں عام خاص کی نسبت ہے نہ کہ تباین کی نسبت، پس حسن عام ہے صحیح خاص ہے یعنی جس روایت پر امام ترمذی کی حسن کی تعریف (متہم بالکذب اور شاذ نہ ہونا) صادق آ رہی ہو اگر وہ ساتھ ہی تام الضبط افراد سے مروی ہو اور اس میں کوئی علت بھی نہ ہو تو وہ حسن بھی ہے اور صحیح بھی ہے اور اگر راوی تام الضبط نہ ہو یا اس میں کوئی علت پائی جائے (مگر حسن کی تعریف صادق آ رہی ہو) تو یہ حدیث صرف حسن ہے، لہٰذا ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (درس ترمذی ۱/۱۶۷)

سوال نمبر ۲۸

باب المذي يصيب الثوب

(م: ۳۱، تح: ۱/۳۸۶، در: ۱/۳۴۶، ۱۴۳۵ھ)

حديث نمبر ۱۱۵: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ هُوَ ابْنُ السَّبَّاقِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: كُنْتُ أَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً وَعَنَاءً فَكُنْتُ أُكْثِرُ مِنْهُ الْغُسْلَ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلْتُهُ عَنْهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا يُجْزِئُكَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ بِمَا يُصِيبُ ثَوْبِي مِنْهُ؟ قَالَ: يَكْفِيكَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهِ ثَوْبَكَ حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَ مِنْهُ . قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ فِي الْمَذْيِ مِثْلَ هٰذَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مذی کی تعریف اور اس کا حکم لکھیں کپڑے کو اس سے پاک کرنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف تحریر کیجئے نیز نضح کا لغوی اور مرادی معنیٰ لکھیں۔

(ج) حسن صحیح لا نعرفه...الخ سے امام ترمذی کیا کہنا چاہتے ہیں تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) سہل بن حنیف ؓ کہتے ہیں کہ مجھے مذی کی وجہ سے پریشانی اور تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا تھا، میں اس کی وجہ سے کثرت سے غسل کیا کرتا تھا، میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا اور اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے تمہیں وضو کافی ہے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر وہ کپڑے میں لگ جائے تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تو ایک چلو پانی لے لو اور اسے کپڑے پر جہاں جہاں دیکھو کہ وہ لگی ہے چھڑک لو یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، ہم مذی کے سلسلہ میں اس طرح کی روایت محمد بن اسحاق کے طریق سے ہی جانتے ہیں۔

(ب) مذی کی تعریف: وہ ہے جو پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے شہوت کے وقت بغیر شہوت کے نکلتی ہے اس کے نکلنے پر شہوت باقی رہتی ہے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہوتا ہے۔

حکم: تمام ائمہ متفق ہیں کہ مذی ناپاک ہے اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ غسل اور اگر بدن پر لگ جائے تو دھونا ضروری ہے، اور اگر کپڑے میں لگ جائے تو طریقہ تطہیر میں اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں بول غلام کی طرح چھینٹا دینا کافی ہے، (۲) اور باقی ائمہ کے نزدیک دھونا ضروری ہے (دونوں مذہب کی دلیل نضح کے معنی کی تحت آئے گی) ان شاء اللہ۔

نَضَحَ (ف) نَضحًا: ٹپکنا، نضح الجلدُ بالعرقِ: کھال سے پسینہ ٹپکنا، حدیث کا لفظ "فَتَنضَحَ بِهٖ ثَوبَكَ" اس کے معنی مرادی لینے میں اختلاف ہے اسی وجہ سے حکم میں بھی اختلاف ہو گیا ورنہ دونوں کی دلیل ایک ہی ہے، امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کے معنی چھینٹا دینا مگر امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں دھونا ہے، باقی دو اماموں کی بھی یہی رائے ہے ان کے نزدیک چھینٹا دینا کافی نہیں البتہ احناف کے نزدیک غسل خفیف بھی کافی ہے مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری نہیں یعنی اس پر پانی بہائے جب مذی کپڑے سے نکل جائے تو نچوڑ لے، کپڑے پاک ہو جائے گا۔ (تحفة الالمعی: ۱/۳۸۶)

(ج) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے پس اس سے استدلال صحیح ہے، اور فرماتے ہیں: ہم اس روایت کو صرف محمد بن اسحاق کی سند سے جانتے ہیں یعنی اگر کپڑے میں مذی لگ جائے تو اس کو دھونے کے حکم کے بارے ہم صرف اسی روایت کو جانتے ہیں یعنی محمد بن اسحاق اس روایت میں منفرد ہیں اور یہاں مثل ہذا مکرر ہو گیا تاکید کے طور پر۔ (تحفة الاحوذی: ۱/۳۷۳)

سوال نمبر ۲۹

باب ان المستحاضة تتوضأ عند كل صلاة

(تح: ۱/۲۰۲، ۴، ششماہی ۱۴۲۹ھ)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ، وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حیض، نفاس اور استحاضہ کی تعریف مع حکم لکھیں۔

(ب) اَقراء کے کیا معنی ہیں؟ اس میں کیا اختلاف ہے؟ اور یہ حدیث کس کی دلیل ہوسکتی ہے؟ اور مستحاضہ اپنے اَقراء کو کیسے پہچانے گی؟

(ج) مستحاضہ اور معذور ہر فرض نماز کے لئے وضوء کریں گے یا ہر فرض نماز کے وقت کے لیے؟ اختلاف ائمہ مدلل لکھیں اور مستحاضہ کے سلسلہ میں پانچ اور تین غسلوں کی روایت کا محمل کیا ہے؟

جواب

(الف) لفظ حیض درحقیقت حَاضَ یَحِیضُ سے نکلا ہے، جس کے معنی بہنے کے ہیں، کہا جاتا ہے "حَاضَ الوَادِی إِذَا جَرٰی وَسَالَ" اصطلاح فقہ میں حیض کی تعریف یہ ہے کہ دم ینفضہ رحم امرأۃ بالغۃ من غیر داء یعنی وہ خون جو بالغہ لڑکی کے رحم سے نکلتی ہے کسی بیماری کے بغیر، نفاس یہ "نفست المرأۃ" عورت نیا بچہ جنی سے مشتق ہے اور اصطلاح میں وہ خون ہے جو بچہ جننے کے بعد بچے کی ماں سے نکلتا ہے۔

استحاضہ یہ حیض سے مشتق ہے یہ باب استفعال میں خاصیت انقلاب ماہیت کے معنی کے لئے لایا گیا (جیسے استونق الجمل) ہے یعنی حیض کی ماہیت بدل گئی اور وہ استحاضہ ہوگیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس باب میں مبالغہ کے معنی کے لئے لایا گیا یعنی زیادہ بہنا۔ اصطلاح میں "ھو دم یسیل من العاذل من امرأۃ لداء بھا" (والعاذل عرق خارج الرحم عند فمه) حیض اور نفاس کی حالت میں نماز معاف ہے اور روزہ رکھنا منع ہے، لیکن بعد میں قضاء کرنی پڑے گی اور قرآن کا چھونا اور پڑھنا اور مسجد میں داخل ہونا، کعبہ کا طواف کرنا، اور حیض کی حالت میں طلاق دینا منع ہے اور وطی وغیرہ کرنا بھی حرام ہے، اور حیض کے ذریعہ عورت بالغ ہوتی ہے، مستحاضہ والی عورت کے لیے کوئی چیز منع نہیں بلکہ ہر نیا وقت کے لیے وضوء کرے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) اقراء کے دو معانی ہیں، (۱) حیض (۲) طہر، لیکن نصوص میں مذکورہ اقراء سے کیا مطلب ہے اس میں اختلاف ہے، احناف اور حنابلہ کے نزدیک اقراء کا مطلب حیض ہے، اور شوافع، مالک کے نزدیک طہر ہے، (۱) مذہب اول کی دلیل: قولہ تعالیٰ "والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء" (۲) یہ حدیث بھی ان کی دلیل ہے: الْمُسْتَحَاضَةُ: تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ، وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي. کیونکہ اس حدیث میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ مستحاضہ عورت اقراء کے دن میں نماز کو چھوڑ دیگی جس دن میں اس کے حیض آنے کی عادت تھی، گویا کہ دوسرا جملہ اقراء کی تفسیر ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ حیض کے زمانہ میں نماز چھوڑ دی جاتی ہے۔

مذہب دوم کی دلیل: قولہ تعالیٰ "فطلقوهن لعدتهن ...الخ" یعنی تم طلاق دو ان کی ایام عدت میں۔

مستحاضہ تین قسم پر ہے اور یہاں اقراء کے معنی حیض ہے۔

(۱) مبتدءۃ: یعنی وہ عورت جسے زندگی میں پہلی مرتبہ حیض شروع ہوا اور پھر استمرار دم ہو گیا۔

پس یہ مبتدءۃ اکثر مدت حیض گزرنے تک خون کو حیض شمار کرے گی۔

(۲) معتادہ: یعنی وہ عورت جسے کچھ عرصہ تک انضباط کے ساتھ حیض آیا پھر استمرار دم ہو گیا، پس یہ عورت ایام عادت تک خون کو حیض شمار کرے گی اور اس کے بعد استحاضہ شمار کرے گی۔

(۳) متحیرہ: یعنی وہ عورت جو معتادہ تھی پھر استمرار دم ہوا لیکن وہ اپنی عادت سابقہ بھول گئی پس یہ عورت تحری کرے اگر اسے ایام عادت یاد آ جائیں یا کسی جانب ظن غالب ہو تو اس کے مطابق معتادہ کی طرح عمل کرے گی، اس کی اور بہت تفصیل ہے، یہاں عدم تطویل کے خاطر چھوڑ دیا گیا۔ (درس ترمذی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)[۱] حنفیہ کے نزدیک ہر فرض نماز کے وقت کے لیے وضوء کرے گی، پس اس وضوء سے اسی وقت میں ہر قسم کی عبادات ادا کر سکے گی۔

دلیل: (۱) عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لفاطمة بنت حبيش توضئي لوقت كل صلاة.

(۲) حدیث باب ہے: اَلْمُسْتَحَاضَةُ: تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ، وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي. یہاں لفظ "تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ" وقت پر دلالت کرتے ہیں، اور جس روایت میں "لِكُلِّ صَلَاةٍ" آیا ہے اس میں لام توقیت کے لیے ہے۔

[۲] شافعیہ کے نزدیک وہ ہر فرض نماز کے لیے وضو کریگی، لہٰذا اس وضو سے اسی فرض نماز اور اس کے تابع وغیرہ ادا کر سکے گی اور دوسری نماز کے لیے دوسرا مرتبہ وضو کرنا پڑے گا۔

دلیل: (۱) مُسْتَحَاضَةُ: تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ، وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي.

(۲) حدیث: فإنها تدع الصلاة ايام اقرائها ثم تغتسل وتتوضأ لكل صلاة وتصلي. (سنن الترمذی)

[۳] شعبہ اور ابوثور کے نزدیک ایک وضوء سے صرف ایک فرض پڑھا جا سکتا ہے اور نوافل کے لیے الگ وضو کی ضرورت ہوگی۔

یہ حضرات "لكل صلاة" کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں کہ ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے الگ الگ وضو کیا جائے۔

✓ جمہور علماء نے تین، پانچ، والی روایت کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ یہ غسل برائے علاج پر محمول ہے، ٹھنڈے پانی سے رگوں میں خون سکڑتا ہے، جیسا کہ یہ بھی حکم دیا گیا کہ مستحاضہ نہانے سے پہلے دیر تک ٹھنڈے پانی میں بیٹھی رہے گی، مسئلہ شرعی کے طور پر یہ حکم نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھا۔ امام طحاویؒ ان روایات کو منسوخ قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں پہلے سہلہ بنت سہیل کو پانچ غسل کرنے کا حکم دیا تھا پھر جب ان کو دشواری محسوس ہوئی تو آپ نے تین غسل کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ پانچ غسل والی روایت منسوخ ہے، اسی طرح جب آپ نے مستحاضہ کو ہر نماز کے لیے وضوء کا حکم دیا تو تین غسل کی روایت بھی منسوخ ہوگئی، اور آخری حکم صرف وضوء کا رہ گیا۔

سوال نمبر ۳۰

باب ما جاء في الوضوء من الموطئ

(تخ: ۴۲۸، ششماہی ۱۴۳۹ھ)

حدیث نمبر ۱۴۳: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ. قَالَتْ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کپڑے کو پاک کرنے کے لئے پانی کا استعمال یا ہر سیال چیز جس میں ازالۂ نجاست کی صلاحیت ہو ضروری ہے؟ یا اس کے اور بھی تطہیر ثیاب کے طریقے ہیں، اس میں ائمہ کے درمیان کیا اختلاف ہے تحریر کریں۔

(ج) اس حدیث کی کیا توجیہ کی جاتی ہے تحریر کریں۔

جواب

(الف) عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک ام ولد سے روایت ہے کہ میں نے ام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

المؤمنین ام سلمہؓ سے کہا: میں لمبا دامن رکھنے والی عورت ہوں اور میرا گندی جگہوں پر بھی چلنا ہوتا ہے، (تو میں کیا کروں؟) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اس کے بعد کی (پاک) زمین اسے پاک کر دیتی ہے۔

(ب)[۱] جمہور فقہاء امام مالک، احمد، شافعی اور امام محمد وزفر کے نزدیک اگر کپڑے میں نجاست لگ جائے تو صرف ماء مطلق کے ذریعہ پاک ہوگا۔

دلیل: (۱) قوله تعالیٰ: وانزلنا من السماء ماء طهورا. (۲) وقوله تعالیٰ: وينزل عليكم من السماء ماء طهورا. امام نووی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اپنے بندوں پر احسان کا شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر اس کے سوا اور کوئی چیز آلہ تطہیر ہوتے تو اس کو بھی شمار کرتے، پس اس سے معلوم ہوا کہ ماء مطلق کے سوا اور کوئی آلۂ تطہیر نہیں۔

[۲] امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک کپڑے اور بدن سے نجاست دور کرنے کے لیے ماء مطلق، اور سیال چیز جس میں ازالہ نجاست کی صلاحیت ہے جیسے: خل، اور گلاب کا پانی وغیرہ۔

دلیل: ان کی دلیل قیاس ہے کہ پانی کے ذریعہ نجاست دور کرنے کا حکم دیا گیا ایک علت کی وجہ سے وہ یہ ہے کہ پانی نجاست کو اٹھا لے جاتا ہے پس یہ علت جن چیزوں میں پائی جائے گی اس سے بھی نجاست دور کرنا جائز ہونا چاہیے، جیسے خل، گلاب کا پانی وغیرہ بخلاف تیل، گھی وغیرہ کے؛ کیونکہ وہ نجاست کو اٹھا لے جاتے نہیں، حاصل الکلام پانی ہی سے دور کرنا ضروری نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے: "اذا جاء احدكم الي المسجد فلينظر فان رأي في نعليه قذرا او أذئ فليمسحه وليصل فيهما" اس حدیث سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ پانی کے علاوہ سے ناپاکی دور کرنا جائز ہے جو نجاست کو دور کرے۔

نوٹ: اگر کپڑے میں منی لگ جائے اور منی یابس اور غلیظ ہو تو کپڑے کو فرک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے سے بھی پاک ہو جائے گا اسی طرح اگر تلوار، کچ اور اس جیسی چیز جس میں نقشہ وغیرہ نہ ہو بلکہ پلین اور صاف ہو اگر اس میں ناپاکی لگ جائے تو مسح کرنے سے بھی پاک ہو جائے گا۔

(ج) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں مکان قذر سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں نجاسات یابسہ پڑی ہوں نہ کہ نجاسات رطبہ، اور نجاست یابسہ کے لیے پانی کی ضرورت نہیں، اور مطلب یہ ہے کہ جو نجاست یابسہ کسی جگہ سے دامن پر لگ گئی بعد کی زمین مس ہو کر وہ خود اتر جائے گی۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ درحقیقت جواب علی اسلوب الحکیم ہے، واقعہ یہ ہے کہ سائلہ کو دامن کے ملوث بالنجاست ہونے کا یقین نہیں تھا، بلکہ اس کا خیال یہ تھا کہ گندی جگہ سے گزرتے ہوئے اگر نجاست نہ لگے تب بھی وہاں کی فضا کپڑوں پر اثر انداز ہوگی، اس وہم کو دور کرنے کے لیے آپ نے فرمایا آگے پاک زمین کی فضاء اس کی تلافی کردے گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سوال نمبر ۳۱

باب ماجاء في التيمم

(م:۳۶، تح:۱/۱۳۱، در:۱/۳۸۳، ۳۴۳، ۱۴۳۴ھ)

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ بِالتَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ .... وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمَّارٍ، أَنَّهُ قَالَ: تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْآبَاطِ. فَضَعَّفَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيثَ عَمَّارٍ، عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ.

(الف) اعراب لگا کر عبارت کا ترجمہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) طریقہ تیمم کے سلسلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کیجیے اور راجح مذہب پر ترجیحی دلائل پیش کیجیے۔

(ج) جو لوگ حضرت عمار کی پہلی حدیث کے موافق رائے رکھتے ہیں وہ ان کی دوسری حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب

(الف) عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے تیمم کا حکم دیا۔ عمارؓ سے تیمم کی حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شانوں اور بغلوں تک تیمم کیا۔ بعض اہل علم نے تیمم کے سلسلہ میں عمار کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں والی حدیث کی تضعیف کی ہے۔

(ب) اس میں دو مسئلہ مختلف فیہ ہیں: ایک: تیمم میں کتنی ضربیں ہوں گی، دوم: مسح یدین کہاں تک ہوگا۔

پہلا مسئلہ: [۱] امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، لیث بن سعد اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں ہیں، ایک وجہ کے لیے، ایک یدین کے لیے۔ (معارف السنن: ۱/۱۲۴)

دلیل: (۱) عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال في التيمم ضربتين ضربة للوجه وضربة للذراعين الي المرفقين. (رواه الدارقطنی)

(۲) عن عمار قال: كنت في القوم حين نزلت الرخصة فامرنا فضربنا واحدة للوجه ثم ضربة اخري لليدين والمرفقين. (مسند بزار)

[۲] امام احمد، اسحاق بن راہویہ، اوزاعی اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک تیمم کے لیے ایک ہی ضرب ہے۔

دلیل: عن عمار بن ياسر قال "سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن التيمم فأمرني ضربة واحدة للوجه والكفين. (بخاری: ص/۲۴۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

[۳] حسن بصری اور ابن ابی لیلی کے نزدیک دو ضربیں ہوں گی؛ مگر اس طرح ہے کہ ہر ضرب میں وجہ اور یدین دونوں مسح کیا جائے گا۔

دلیل: مذہب دوم کی دلیل ہے مگر احتیاطاً دو مرتبہ کیا جائے گا تا کہ دونوں پر عمل ہو جائے۔

[۴] محمد بن سیرین کا مسلک: ضربات تین ہوں گی اول: وجہ کے لیے، دوم: یدین کے لیے، سوم: پھر دونوں کے لیے۔

دلیل: دونوں مذاہب کی احادیث ہیں، جمع کے طور پر۔

[۵] ابن بزبزہ کا مسلک: چار ضربیں ہوں گی دو وجہ کے لیے، اور دو یدین کے لیے۔

ان میں سے راجح مذہب جمہور کا مذہب ہے کیونکہ ان کے یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے اور دوسرے مذہب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مسئلہ کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ معہود تیمم کی طرف اشارہ کرنا ہے، پورا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے ناواقفیت کی بنا پر حالت جنابت میں زمین پر لوٹ لگائی تھی، اور تمعک کیا تھا، اس کی اطلاع جب حضور ﷺ کو دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "انما کان یکفیك ان تضرب بیدیك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك" (مسلم: ج۱/ص/۱۶۱)

اس حدیث کا سیاق صاف بتلا رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اصل مقصد تیمم کے پورے طریقہ کی تعلیم دینا نہیں؛ بلکہ تیمم کے معروف طریقہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا، زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ جنابت کی حالت میں بھی تیمم کا وہی طریقہ کافی ہے جو حدث اصغر میں ہے، اس جواب سے دوسرے مذاہب کی بھی تردید ہو گئی کیونکہ ان کی بنا دونوں مسلک کی حدیثوں پر ہے،

دوسرا مسئلہ مقدارِ ید میں: (۱) جمہور کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ضروری ہے، دلائل: پہلے گزر چکے ہیں۔

(۲) امام احمد، اسحاق بن راہویہ کے نزدیک گٹوں تک مسح کرنا ضروری ہے دلائل پہلے گزر چکے ہیں اور جواب بھی گزر چکے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) ابن رشد مالکی کے نزدیک رسغین تک واجب ہے اور مرفقین تک سنت ہے
(دلیل) چونکہ اگلے دونوں مسلکوں کی حدیث میں رسغین داخل ہے اس لئے اس کو واجب قرار دیا اور مرفقین کو احتیاطاً مستحب قرار دیا۔

(۴) امام زہری کے نزدیک یدین کا تیمم مناکب اور آباط تک ہے۔
(دلیل): حديث عمار بن ياسر: تيممنا مع النبي صلى الله عليه وسلم الى المناكب والاباط.

جمہور کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ نزول حکم تیمم کی ابتداء میں صحابہ کرام کا اپنا اجتہاد تھا، جس پر آنحضرت ﷺ کی تقریر ثابت نہیں؛ لہٰذا صریح، صحیح روایات کے مقابلہ میں اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، پس ان سب جوابات کے بعد معلوم ہوا راجح مسلک جمہور کا ہے۔

(ج) حضرت اسحاق بن راہویہ نے حضرت عمار کی دوسری حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ نے پہلے از خود تیمم کیا اور مناکب و آباط تک کیا، پھر نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے چہرا اور کفین پر مسح کا حکم دیا پس مناکب اور آباط والا تیمم منسوخ ہو گیا۔

سوال نمبر ۳۲

باب ماجاء في البول يصيب الأرض

(م:۳۸، تح: ۱/ ۴۳۵، درز: ۱/ ۳۹۰، ۱۴۲۹ھ)

حدیث نمبر ۱۴۷: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَسْرَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْرِيقُوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) زمین ناپاک ہو جائے تو پاک کرنے کے کیا طریقے ہیں؟ ائمہ کا اختلاف مدلل لکھیں۔

(ج) اور آخری بات: ''انما بعثتم'' سے کیا خاص بات ثابت ہوتی ہے اس کو مفصل لکھیں۔

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا، نبی اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے نماز پڑھی، جب نماز پڑھ چکا تو کہا: اے اللہ تو مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم مت فرما۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے ایک کشادہ چیز (یعنی رحمت الٰہی) کو تنگ کر دیا، پھر ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ مسجد میں جا کر پیشاب کرنے لگا، لوگ تیزی سے اس کی طرف بڑھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس پر ایک ڈول پانی بہادو، پھر آپ نے فرمایا: تم تو آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ کہ سختی کرنے والے۔

مطلب: قولہ: ''لقد حجرت واسعا'' سے سمجھا جاتا ہے دعا میں کشادہ کرنا چاہئے کہ سب شامل ہو جائیں، کیونکہ تنگی کرنے پر اس حدیث نبی کا انکار آیا ہے۔

اور اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کے کاموں میں نرمی کے ساتھ کام کرنا، نبی کا ارشاد ہے تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہوں، سختی کرنے والے بنا کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں بھیجے گئے ہوں، اور اس معاملہ سے حضور اکرم ﷺ کی شرافت کاملہ ظاہر ہوئی۔

(ب)(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زمین صرف دھونے سے پاک ہوجاتی ہے۔

دلیل: حدیث الباب میں ہے: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْرِيقُوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ.

(۲) امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک زمین دھونے سے بھی پاک ہو جاتی ہے، اور خشک ہو جانے سے بھی، اور جبکہ ناپاکی کی: رنگ، بو، مزہ، باقی نہ رہے تب بھی پاک ہوجائے گی اور مٹی کو اسی جگہ سے منتقل کر لینے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

دلیل: (۱) فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْرِيقُوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ.

(۲) ابوداؤد کی حدیث: عن ابن عمر قال: كنت ابيت في المسجد في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنت فتي شابا عزبا وكانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر في المسجد فلم يكونوا يرشون شيئا من ذالك. کتوں کے اس کثرت سے آنے جانے سے ظاہر یہی ہے کہ وہ پیشاب بھی کرتے ہوئے ہونگے، اور پانی بہاتے بھی نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ میں ابو جعفر محمد بن علی الباقر کا اثر موجود ہے: "قال زكوة الارض يبسها" اور مٹی منتقل کرنے سے پاک ہونا یہ ظاہر اور معقول ہے اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔

مذہب اول کا جواب: اس حدیث میں نبی کریم نے ایک بہترین طریق تطہیر کو اختیار کیا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ کوئی دوسرا طریق تطہیر جائز نہیں۔

(درسِ ترمذی: ۱/۱۹۱-۳)

(ج) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کی افضلیت کی وجہ آپ کی بعث کا دوہرا ہونا ہے، آپ براہ راست

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابہ کی طرف مبعوث تھے اور صحابہ کے واسطہ سے پوری دنیا کی طرف مبعوث تھے، اور اس طرح صحابہ بھی آپ کی طرف سے مبعوث تھے، یہ حدیث اس کی دلیل ہے، اس میں انما انتم صریح ہے، نیز حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن کیطرف روانہ کیا تو ان سے پوچھا: فیصلے کس طرح کرو گے؟ ان کے جوابات سے نبی کو اطمینان ہوا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے رسول کو صحیح راہ دکھائی! یہ حدیث بھی صریح ہے کہ صحابہ مبعوث تھے اور رسول کے لئے جس طرح عصمت ضروری ہے اسی طرح صحابہ کے لیے حفاظت ضروری ہے، البتہ فرق مراتب کے لیے انبیاء کے لیے لفظ عصمت اور صحابہ کے لیے لفظ حفاظت استعمال کیا گیا۔

خلاصہ بات یہ ہے کہ صحابہ امت کے لیے مبعوث تھے اس لئے وہ قابل اتباع ہیں اور قابل اتباع ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ متبوع برائی وغیرہ سے محفوظ ہو ورنہ اتباع میں شک پیدا ہوجائے گا اس لئے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور صحابہ محفوظ ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سوال نمبر ۳۳

باب ماجاء في الصلاة قبل المغرب

(تح: ار ۴۹۴، در: ار ۴۳۰، ششماہی ۱۴۳۵ھ)

حدیث نمبر ۱۸۵: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب) امام ترمذی نے یہ حدیث باب ماجاء فی الصلاۃ قبل المغرب کے تحت ذکر کی ہے، حدیث کی باب سے مناسبت کیجئے۔
(ج) فرض مغرب سے پہلے نفل پڑھنا کیسا ہے؟ اس مسئلہ میں اختلاف فقہاء لکھ کر حنفیہ کا مسلک مدلل کیجیے۔
(د) حدیثِ باب حنفیہ کے خلاف ہو تو ان کی جانب سے اس کا مناسب جواب تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو نفل نماز پڑھنا چاہے اس کے لیے ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: صحابہ میں سے کئی لوگوں سے مروی ہے کہ وہ لوگ مغرب سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(ب) اس حدیث میں جملہ "بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ" دلالت کرتی ہے کہ مغرب کے فرض نماز سے پہلے بھی نفل جائز ہے، یعنی ترجمۃ الباب کا مفہوم خاص ہے اور حدیث کا مفہوم عام ہے، پس اس حدیث کا ترجمۃ الباب سے مناسبت قائم ہوگئی۔

(ج) مذاہب فقہا: [۱] امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک قول جائز ہے اور دوسرا قول مستحب ہے۔
[۲] امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک غروب کے بعد مغرب سے پہلے دو نفلیں نہیں، (مکروہ کی تعبیر ٹھیک نہیں)
دلیل: (۱) رسول اللہ ﷺ نے، خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ نے کبھی مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھی اگر یہ نفلیں مستحب ہوتیں تو رسول اللہ ﷺ ضرور پڑھتے، اور خلفاء راشدین و اکابر صحابہ بھی پڑھتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے: عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الركعتين قبل المغرب فقال مارأيت احدا على عهد رسول الله صلى الله وسلم يصليهما ورخص في الركعتين بعد العصر. (تحفۃ الالمعی: ۱/ ۴۹۳)

(د) قائلین جواز نے حدیث کا جو مطلب سمجھا ہے وہ صحیح نہیں، ورنہ اعتراض ہوگا کہ حدیث میں کوئی تخصیص نہیں پس جس طرح ظہر، عصر عشاء کے آذان واقامت کے درمیان جتنی چاہے نفلیں پڑھ سکتے ہیں، اسی طرح فجر کی آذان واقامت کے درمیان بھی جتنی چاہیں نفلیں جائز ہوں، حالانکہ فجر کی آذان واقامت کے درمیان صرف دو سنتیں جائز ہیں، اور مغرب میں بھی صرف دو نفلیں جواز یا استحباب کے دو امام قائل ہیں، اس سے زیادہ وہ حضرات بھی قائل نہیں، بلکہ حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس میں مسئلہ کا بیان نہیں ہے، بلکہ نبی ﷺ نے ذہنوں میں پیدا ہونے والے ایک شبہ رفع فرمایا، کسی کے ذہن میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب مؤذن نے حی علی الصلاہ کے ذریعہ فرض نماز کے لیے بلایا ہے تو مسجد میں جاکر سنتوں اور نفلوں میں مشغول ہونا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ یہ تو اللہ کے داعی کے مخالفت ہے، نبی ﷺ نے اس خلجان کو رفع فرمایا کہ اذان واقامت کے درمیان سنتیں اور نفلیں جائز ہیں، کیونکہ عین نماز کے وقت پر پھر بلایا جائے گا یعنی اقامت کہی جائے گی۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۴۹۴)

سوال نمبر ۳۴

باب ماجاء في من ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس...

(م: ۴۵، تح: ۱/ ۴۹۶، در: ۱/ ۴۳۳، ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۱۸۶: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، اور مطلب لکھتے ہوئے خاص طور سے امام ترمذی نے اس کے جو معنی بیان کی ہیں انہیں تحریر کیجیے۔

(ب) زیر بحث مسئلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف مدلل تحریر کیجیے۔

(ج) یہ حدیث اگر مسلک حنفیہ کے خلاف ہو تو ان کی طرف سے مناسب توجیہ کیجیے۔

جواب

(الف) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے فجر پالی، اور جس نے سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی تو اس نے عصر پالی۔

مطلب: اگر کوئی شخص سورج طلوع ہونے کے قریب قریب میں فجر کی نماز پڑھنا شروع کر دی اور درمیان نماز میں ایک رکعت کے بعد سورج طلوع ہو جائے۔ اور اس کے بعد دوسری رکعت پوری کر لی تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی نہ کہ قضاء۔ اسی طرح اگر کوئی شخص غروب شمس کے ذرا پہلے عصر کی نماز شروع کر دی اور ایک رکعت کے بعد سورج غروب ہو گیا اور اس کے باقی تین رکعتیں پوری کر لی تو اس کی نماز اداء کے طور پر پوری ہو جائے گی نہ کہ قضاء، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک رکعت پڑھنے سے نماز تمام ہو جائے گی۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث عذر کے لیے ہے مثلاً ایسے شخص کے لیے جو نماز سے سو گیا اور سورج نکلنے یا ڈوبنے کے وقت بیدار ہوا یا اس نے نماز یاد کی (تو وہ اسی وقت نماز پڑھے اور اس کی نماز صحیح ہوگی)۔

(ب) اس حدیث کے جزء ثانی میں احناف اور ائمہ ثلاثہ متفق ہیں (البتہ امام طحاوی کا مسلک ہے کہ فجر اور عصر دونوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔) اور جزء ثانی میں احناف اور ائمہ ثلاثہ کے درمیان اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک فجر میں نماز فاسد ہوجائے گی۔

دلیل: دلیل قیاسی: کیونکہ نماز شروع کرنے سے پہلے جو وقتِ متصل ہے وہ وجوبِ ادا کا سبب ہے اور وہ وقت کامل ہے، پس کامل نماز فرض ہوئی اور کامل ہی پوری کرنی ضروری ہے، پھر جب نماز کے دوران سورج طلوع ہوگیا تو جیسی واجب ہوئی تھی ویسی پوری نہیں کی بلکہ کامل واجب ہوئی تھی اور ناقص پوری کی؛ اس لئے فرض باطل ہوگیا اور اس کا اعادہ ضروری ہے اور عصر کی نماز کے دوران سورج غروب ہوجائے تو عصر صحیح ہے کیونکہ یہاں جو وجوب اداء کا سبب ہے وہ ناقص ہے یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے جو متصل جزء ہے وہ ناقص ہے۔ پس نماز ناقص فرض ہوئی اور ناقص پوری کی اس لئے نماز ہوگئی۔

(۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فجر کی نماز پوری ہوجائے گی باطل نہیں ہوگی۔

دلیل: حدیث الباب ہے، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

(ج) (۱) احناف کی طرف سے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ اگر اسے اتنا وقت مل گیا جس میں وہ ایک رکعت پڑھ سکتا ہو تو وہ نماز کا اہل ہوگیا اور وہ نماز اس پر واجب ہوگئی مثلاً بچہ ایسے وقت میں بالغ ہوا ہو یا حائضہ حیض سے پاک ہوئی ہو یا کافر اسلام لایا ہو کہ وہ وقت کے اندر ایک رکعت پڑھ سکتا ہو تو وہ نماز اس پر واجب ہوگی، لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اس حدیث میں دو نمازوں کی تخصیص کیوں؟ جواب یہ ہے کہ فجر اور عصر کے اوقات کا خروج چونکہ سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے خاص طور پر ان کو ذکر کیا گیا، ورنہ حکم عام ہی ہے۔

(۲) حضرت شاہ صاحب نے حدیث باب کی اور ایک توجیہ فرمائی ہیں: کہ یہ حدیث درحقیقت مسبوق کے بارے میں ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو حضرت ابوہریرہ کی ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری حدیث مرفوع ہے "من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادرك الصلاة" کا مطلب ہے، یعنی اگر مسبوق کو ایک رکعت بھی مل جائے تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

سوال نمبر ۳۵

باب ماجاء في الجمع بين الصلاتين

(تح:۱/۴۹۹، درر۱/۴۴۰، ششماہی ۱۴۳۴ھ، ۱۴۲۲ھ)

حدیث نمبر ۱۸۷: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ. قَالَ: فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا أَرَادَ بِذَلِكَ؟ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتَى بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) جمع بین الصلاتین حقیقی کے جواز کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

(ج) ابن عباس کی پہلی حدیث کیا کسی امام کا مستدل ہے؟ امام ترمذی نے اس سلسلہ میں کیا فرمایا، دوسری حدیث کس امام کا مستدل ہے، بوضاحت تحریر کریں۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر خوف اور بارش کے مدینے میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جمع کیا ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی اس سے کیا منشاء تھی؟ کہا: آپ ﷺ کی منشاء یہ تھی کہ آپ اپنی امت کو کسی پریشانی میں نہ ڈالیں۔ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں آیا یعنی اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔

(ب) [۱] ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عذر کی صورت میں جمع بین الصلاتین جائز ہے، (امام مالک اور شافعی کے نزدیک سفر اور مطر عذر ہے، اور امام احمد کے نزدیک سفر، مطر، اور مرض بھی عذر ہے)۔

دلیل: (۱) عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك فكان يصلي الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء جميعا.

(۲) عن ابن عباس وسعيد ابن جبير ان النبي صلى الله عليه وسلم جمع بين الصلاتين في السفر.

[۲] حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین ناجائز ہے، دلیل: (۱) قوله تعالى: إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (سورہ نساء) وقوله تعالى: فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون (سورہ ماعون) وقوله تعالى: حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطي (سورہ بقرہ) ان تمام آیات میں یہ بات واضح ہے کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں، اور ان کی محافظت واجب ہے، اور ان اوقات کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، ظاہر ہے کہ یہ آیات قطعی الثبوت والدلالۃ ہیں، اور اخبار آحاد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، بالخصوص جبکہ اخبار آحاد میں توجیہ صحیح کی گنجائش بھی موجود ہو۔

(۲) اصحاب سنن نے ابو قتادہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ارشاد مروی ہے: "لیس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة بان يأخر صلاة الي وقت اخرى"۔

(۳) اوقات صلاۃ کی تحدید تواتر سے ثابت ہے اور اخبار آحاد ان میں تغیر نہیں کر سکتے۔

(ج) اس حدیث کی وجہ سے شیعہ یہ بات کہتے ہیں کہ نمازیں پانچ ہیں مگر ان کے اوقات تین ہیں، زوال سے غروب تک ظہر وعصر کا وقت ہے، اور غروب سے صبح صادق تک مغرب وعشاء کا وقت ہے، اور صبح صادق کے بعد فجر کا وقت ہے؛ مگر یہ بات قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور اس حدیث سے ان کا استدلال باطل ہے، کیونکہ اس حدیث میں جمع حقیقی نہیں بلکہ صوری کا بیان ہے، امام ترمذی نے کتاب العلل میں اس حدیث کے سلسلہ میں فرمایا میری اس کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں جن کو اہل حق میں سے کسی نے نہیں لیا، ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔

دوسری حدیث جمہور کی دلیل ہے، امام ترمذی کہتے ہیں: اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہی حدیث معمول بہ ہے، اور بلا عذر جمع حقیقی کرنے کو گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۶

باب ماجاء في الترسل في الاذان

(تح: ۱/۱۱۵۱، سالانہ ۱۴۲۱ھ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِبِلَالٍ: يَا بِلَالُ إِذَا أَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِي أَذَانِكَ، وَإِذَا أَقَمْتَ فَاحْدُرْ، وَاجْعَلْ بَيْنَ أَذَانِكَ وَإِقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْآكِلُ مِنْ أَكْلِهِ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهِ وَالْمُعْتَصِرُ إِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهِ وَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث شریف با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں اور مطلب بیان کریں۔

(ب) اذان اور اقامت کے کلمات کی تعداد کیا ہے؟ اختلاف ائمہ مدلل لکھیں۔

(ج) نماز کے لیے کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ جو لوگ حی علی الصلاۃ کے وقت کھڑے ہونے پر اصرار کرتے ہیں ان کی دلیل کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔

جواب

(الف) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا: بلال! جب تم اذان دو تو ٹھہر ٹھہر کر دو اور جب اقامت کہو تو جلدی جلدی کہو، اور اپنی اذان و اقامت کے درمیان اس قدر وقفہ رکھو کہ کھانے پینے والا اپنے کھانے پینے سے اور پاخانہ پیشاب کی حاجت محسوس کرنے والا اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے اور اس وقت تک (اقامت کہنے کے لیے) کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو۔

مطلب: اذان میں ترسل یعنی کلمات اذان کو دراز کرنا اور ہر کلمہ کے بعد ٹھہرنا مسنون ہے اور اقامت میں حدر یعنی ہر کلمہ جلدی کہنا اور اس پر سانس نہ توڑنا سنت ہے پھر اذان کے جن حرفوں پر کوئی مد نہیں ان کو کھینچنا لحن جلی ہے، اس حدیث میں اذان و اقامت کے علاوہ دو مسئلے اور بھی ہیں، پہلا مسئلہ: اذان و اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص پہلے سے کھانا کھا رہا ہے یا استنجے کے لیے گیا ہوا ہے تو وہ فارغ ہو کر اور طہارت حاصل کر کے بآسانی مسجد میں آ سکے، دوسرا مسئلہ اگر امام مسجد میں موجود ہو تو لوگ اقامت کے ساتھ ہی کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ اقامت کے معنی ہیں: کھڑا کرنا، پس جب کھڑا کرنا پایا گیا تو کھڑے ہونے کی گنجائش ہے البتہ اگر کوئی بیٹھا رہے تو حی علی الصلاہ پر ضرور کھڑا ہو جائے ورنہ اللہ کے داعی کی مخالفت لازم آئے گی۔

(ج) یاد رکھنا چاہئے کہ تعداد کلمات اذان میں اختلاف کی بنیاد دو باتوں پر ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) تربیع یعنی اذان کے شروع میں تکبیر چار مرتبہ ہے یا نہیں (۲) ترجیع یعنی شہادتین کو دو مرتبہ پست آواز سے کہنے کے بعد پھر دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا ہے یا نہیں،

[۱] جمہور ائمہ کے نزدیک اذان کے شروع میں تربیع ہے یعنی چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا

[۲] امام مالک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اذان میں تربیع نہیں ہے ان کا استدلال حضرت انس کی روایت ہے: "قال: امر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامة" کہ شفع کے معنی ایک کلمہ کو دو مرتبہ کہنا اور تکبیر بھی اس میں داخل ہے۔

دلیل الائمة الثلاثة (۱) ائمہ ثلاثہ استدلال میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں جس میں صراحۃً تکبیر چار مرتبہ ہے؛ چنانچہ حضرت ابومحذورہ کی روایت عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي مَحْذُورَةَ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَحْذُورَةَ يَقُولُ: أَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا: "اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ". قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ فِي الْفَجْرِ: "الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" اسی طرح حضرت بلال حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت سعد القرظ کی اذان میں حرفا حرفا مروی ہیں کہ تکبیر چار مرتبہ ہے۔

الاختلاف فی الترجیع: [۱] امام شافعی اور امام مالک ترجیع کے قائل ہیں یہ حضرات استدلال میں حدیث ابی محذورہ کو پیش کرتے ہیں "قال علمنی رسول اللہ ﷺ الاذان تسع عشر کلمة"

عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْعَدَهُ، وَأَلْقَى عَلَيْهِ الْأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: مِثْلَ أَذَانِنَا. قَالَ بِشْرٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَعِدْ عَلَيَّ. فَوَصَفَ الْأَذَانَ بِالتَّرْجِيعِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

[۲] حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اذان میں ترجیع مسنون نہیں ہے ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی روایت ہے: قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. وَقَالَ فِيهِ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، کہ اس میں ترجیع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

نوٹ: ان دونوں اختلاف سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک کلمات اذان انیس ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تربیع اور ترجیع دونوں مسنون ہے اور امام مالک کے نزدیک تربیع مسنون نہیں بلکہ دو مرتبہ مسنون ہیں اس لئے سترہ کلمات ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک تربیع مسنون ہے اور ترجیع مسنون نہیں اس لئے کلمات اذان پندرہ ہیں۔

(ج) تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اذان واقامت کے درمیان فاصلہ رکھنا چاہئے سوائے مغرب کے اور وہ فاصلہ اتنی دیر کا ہو جس میں چار رکعت نماز پڑھنا ممکن ہو جس میں ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھی جا سکیں۔ (معارف السنن)

نماز کے لیے کھڑے ہونے کا حکم: اگر مسجد میں امام موجود ہو تو لوگ اقامت کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ اقامت کے معنی ہیں کھڑا کرنا، پس جب کھڑا کرنا پایا گیا تو کھڑا ہونے کی گنجائش ہے البتہ اگر کوئی بیٹھا رہے تو حی علی الصلاہ پر ضرور کھڑا ہو جائے ورنہ اللہ کے داعی کی مخالفت لازم آئے گی علامہ طحاوی نے فقہ کی عبارت "یقوم الناس عند حی علی الصلاۃ" کا یہی مطلب لکھا ہے، اور اگر امام مسجد سے ملحق حجرے میں ہو تو جب تک امام حجرے سے نہ نکلے لوگ کھڑے نہ ہوں کیونکہ اقامت سے امام کا نکلنا متخلف ہو سکتا ہے نبی ﷺ نے صحابہ کو یہی نصیحت فرمائی ہے کہ حضرت بلال تکبیر شروع کرنے پر آپ حضرات کھڑے مت ہوں بلکہ جب مجھے حجرہ سے نکلتا دیکھو تب کھڑے ہو کیونکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امکان ہے کہ آپ ﷺ گھر میں کسی کام میں مشغول ہوں یا آپ نے نیت باندھی ہو پس لوگوں کو کھڑے کھڑے انتظار کرنا پڑے گا جو مکروہ ہے۔

سوال نمبر ۳۷

باب ما جاء في الاذان بالليل

(تح:۱/۵۲۳، سالانہ ۱۴۲۹ھ)

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. وعن عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَغَيْرِهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ بِلَيْلٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَادِيَ إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ. قال الترمذی وَالصَّحِيحُ رِوَايَةُ عُبَيْدِ اللهِ وَغَيْرِ وَاحِدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَلَوْ كَانَ حَدِيثُ حَمَّادٍ صَحِيحًا لَمْ يَكُنْ لِهَذَا الْحَدِيثِ مَعْنًى، إِذْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَإِنَّمَا أَمَرَهُمْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُ، وقَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، وَلَوْ أَنَّهُ أَمَرَهُ بِإِعَادَةِ الْأَذَانِ حِينَ أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ لَمْ يَقُلْ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: حَدِيثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَأَخْطَأَ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) ترمذی کا حدیثِ حماد کو غیر صحیح کہنا دونوں حدیثوں میں تعارض کی وجہ سے ہے، آپ تعارض ظاہر کر کے اس کو ختم کریں۔

(ج) علی بن المدینی نے حدیث حماد کو غیر محفوظ کہا ہے، آپ غیر محفوظ ہونے کی وجہ بیان کر کے حماد کے متابع اور شاہد کو ذکر کریں تا کہ غیر محفوظ کا جواب ہو جائے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلال رات ہی میں اذان دے دیتے ہیں، لہٰذا تم کھاتے پیتے رہو، جب تک کہ ابن ام مکتومؓ کی اذان نہ سن لو اور عبید اللہ بن عمر وغیرہ نے بطریق نافع عن ابن عمر روایت کی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلال رات ہی میں اذان دے دیتے ہیں، لہٰذا تم کھاتے پیتے رہو، جب تک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے دیں، اور حماد بن سلمہ نے بطریق ایوب عن نافع عن ابن عمر روایت کی ہے کہ بلالؓ نے رات ہی میں اذان دے دی، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پکار کر کہہ دیں کہ بندہ سو گیا تھا صحیح روایت عبید اللہ بن عمر اور دوسرے رواۃ کی روایت ہے جسے ان لوگوں نے نافع سے، اور نافع نے ابن عمر سے اور زہری نے سالم سے اور سالم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلال رات ہی میں اذان دے دیتے ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں: اگر حماد کی حدیث صحیح ہوتی تو اس حدیث کا کوئی معنی نہ ہوتا، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رات ہی میں اذان دیتے ہیں، آپ نے لوگوں کو آنے والے زمانے کے بارے میں حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بلال رات ہی میں اذان دے دیتے ہیں اور اگر آپ طلوع فجر سے پہلے اذان دے دینے پر انہیں اذان لوٹانے کا حکم دیتے تو آپ یہ نہ فرماتے کہ بلال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رات ہی میں اذان دے دیتے ہیں، علی بن المدینی کہتے ہیں: حماد بن سلمہ والی حدیث جسے انہوں نے ایوب سے، اور ایوب نے نافع سے، اور نافع نے ابن عمر سے اور ابن عمر نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے غیر محفوظ ہے، حماد بن سلمہ سے اس میں چوک ہوئی ہے۔

مطلب: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے آذان دینے کے بارے میں روایات مختلف ہیں ایک روایت میں رات میں اذان دینے کا اور دوسری روایت میں صبح صادق کے بعد اذان دینے کا تذکرہ ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ حضرت بلال رات میں اذان دیا کرتے تھے انھوں نے کبھی صبح صادق کے بعد اذان نہیں دی اس لئے وہ اس باب میں بہت الجھے اور انہوں نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو صحیح کہا جس کو سالم اور نافع روایت کرتے ہیں اور ابن عمر کی وہ روایت جس کا یہ مضمون تھا کہ بلال ؓ نے رات ہی میں اذان دے دی، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پکار کر کہہ دیں کہ بندہ سو گیا تھا یہ حدیث امام ترمذی کی سمجھ میں نہیں آئی اور اعتراض کرنے لگے کہ حضرت بلال صبح صادق کے بعد اذان نہیں دیتے تھے پھر اعلان کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے امام ترمذی نے اس حدیث کو غیر محفوظ کہا اور فرمایا اس میں حماد سے غلطی ہوگئی۔

(ب) اعتراض: زہری اور عبید اللہ بن عمرؓ کی روایت میں حضرت بلال ؓ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ رات میں اذان دیتے تھے اور عبداللہ بن ام مکتوم صبح کے وقت، لیکن باب کی تیسری روایت یعنی حماد کی روایت میں ہے کہ حضرت بلال ؓ نے رات ہی میں اذان دے دی، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پکار کر کہہ دیں کہ بندہ سو گیا تھا! اب اعتراض یہ ہے کہ حضرت بلال تو رات ہی میں اذان دیتے تھے پھر اعلان کی کیا ضرورت ہے کہ بندہ سو گیا تھا لہٰذا امام ترمذی نے جواب دیا کہ یہ روایت غیر صحیح ہے۔

اعتراض کا جواب: واقعہ اصل میں یہ تھا کہ شروع میں ابن ام مکتوم رات کو اذان دیتے تھے اور حضرت بلال صبح کے وقت لیکن رفتہ رفتہ حضرت بلال کی بینائی میں کمزوری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واقع ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے دو ایک مرتبہ دھوکہ کھایا اور طلوع فجر سے پہلے اذان دے بیٹھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ انہوں نے وقت سے پہلے اذان دے دی تو آپ نے اس کی تلافی کے لئے ان سے منادی کروائی کہ بندہ سو گیا بہر حال جب بلال کو مغالطہ زیادہ ہونے لگا تو آں حضرت ﷺ نے موذن کی ترتیب بدل دی اور حضرت بلال کو رات کی اذان پر مقرر فرمایا اور حضرت ابن ام مکتوم کو فجر کے لیے مقرر فرمایا اور چونکہ حضرت ابن ام مکتوم نابینا تھے اس لئے وہ خود فجر کو دیکھ کر اذان نہیں دیتے تھے بلکہ جب لوگ ان کو صبح ہونے کی خبر دیتے تھے تب اذان دیتے تھے؛ چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے: " کان رجلا اعمی لاینادی حتی یقال له اصبحت اصبحت" بہر حال اس تبدیلی کے بعد حدیث باب میں ارشاد فرمایا گیا: "إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ" وهذا احسن ماجمع به بين الروايات فى هذا الباب.

(درسِ ترمذی: ۱/ ۴۶۷)

(ج) علی ابن المدینی نے حماد کی روایت کو غیر محفوظ فرمایا، اس کی وجہ امام ترمذی نے یہ بیان فرمایا کہ اس میں حماد کو غلطی ہوگئی اور وہ غلطی یہ ہے کہ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت بلال کا نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ اور ان کے موذن کا ہے حضرت عمرؓ کے موذن نے ایک مرتبہ اذان فجر صبح صادق سے پہلے دے دی تو حضرت عمر نے اس کو اعلان کرایا تھا اور اسے دوبارہ اذان دینے کا حکم دیا تھا اس واقعہ کو حضرت نافع نے حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں حماد کو یہی سے دھوکہ لگا اور انہوں نے اس واقعہ کو حضور اکرم اور حضرت بلال کے ساتھ جوڑ دیا، یہ امام ترمذی کا اپنا فہم ہے۔

لیکن حقیقت میں یہ حماد کی غلطی نہیں بلکہ یہ ایسا ہی اصل واقعہ ہے اس حدیث کا متابع بھی موجود ہے اور شاہد بھی موجود ہے۔

متابع: عن عبد العزيز بن ابى رواد عن نافع عن ابن عمر ان بلالا اذن قبل الفجر فقال له النبى ﷺ ما حملك على ذالك استيقضت وانا وسنان فظننت ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الفجر طلع فامرہ النبی ﷺ ان ینادی بالمدینة ثلاثا ان العبد قد نام ثم اقعدہ الی جنبه حتی طلع الفجر.

شاہد: ما اخرجه الحارث بن اسامة عن عروة مرسلا ان رسول اللہ ﷺ قال لاتغیروا اباذان ابن ام مکتوم ولکن اذان بلال.

(نوٹ) شاہد اور متابع کی تعریف: وأما الشاهد فمعناه أن يأتي الحديث بلفظه أو بمعناه من طريق صحابي آخر، فإذا كان عندك حديث لأبي هريرة وجاء حديث بمعناه أو بلفظه من حديث أنس أو من حديث ابن عمر، فهذا يسمى شاهداً، فيشرط في الشاهد أن يكون الصحابي مختلفاً ويشترط في المتابع أن يكون الصحابي واحداً.

سوال نمبر ۳۸

باب ماجاء في الأذان بالليل

(تح: ۱/ ۵۲۳، سالانہ ۱۴۲۰ھ)

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

(الف) فجر کے لیے ایک اذان ہے یا دو اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں، مذکورہ حدیث احناف کے موافق ہے یا مخالف مخالف ہو تو توجیہ بیان کریں۔

(ب) وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ بِلَيْلٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَادِيَ إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ، قال ابو عیسی هذا حدیث غیر محفوظ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں تو کیوں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) فجر کے لیے ایک اذان ہے یا دو اذان ہے اور فجر کے وقت سے پہلے اذان دینا جائز ہے یا نہیں دونوں کا اختلاف برابر ہے۔

[۱] ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اذان فجر کے وقت سے پہلے بھی دی جاسکتی ہے۔

[۲] امام ابوحنیفہ، امام محمد کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں اگر دی جائے تو اعادہ واجب ہے دلیل ائمہ ثلاثہ: ائمہ ثلاثہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت بلال کا رات میں یعنی فجر کے پہلے اذان دینا بیان کیا گیا ہے۔

دلائل ابی حنیفة وغیرہ: ابوداؤد میں حضرت بلال کی روایت ہے "ان رسول اللہ ﷺ قال له لا تؤذن حتی یستبین لک الفجر هکذا او مدیدیه عرضا" طحاوی میں حضرت حفصہ بنت عمر کی روایت ہے: "ان رسول اللہ ﷺ کان اذا اذن المؤذن بالفجر قام فصلی رکعتی الفجر ثم خرج الی المسجد و حرم الطعام و کان لا یؤذن حتی یصبح".

(۳) حافظ ابن عبدالبر نے التمہید میں حضرت عائشہ کی روایت نقل کی ہے: "قالت ما کانوا یؤذنون حتی ینفجر الفجر".

حدیث باب احناف کے مسلک کے موافق نہیں ہے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں صرف رمضان کی راتوں میں دو اذانیں دی جاتی تھیں، ایک رات میں اور ایک صبح کے بعد، حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات میں جو اذان دیتے تھے وہ اذان فجر کے لیے نہیں بلکہ جو لوگ تہجد میں مشغول ہیں ان کو سحری کا وقت ہوجانے کی اطلاع دینے کے لیے تھی اور جو لوگ سور ہے ہیں ان کو بیدار کرنے کے لیے تھی۔

(ب) اس جزء کا جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۳۹

باب ماجاء في الأذان بالليل

(تح: ۱/ ۵۲۳، ششماہی ۱۴۱۹ھ)

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

(الف) فجر کے لیے ایک اذان ہے یا دو اختلاف ائمہ مدلل ومفصل لکھیں۔

(ب) مذکورہ حدیث سے دو اذانیں ثابت ہوتی ہیں اس کی قابل قبول توجیہ کیا ہے۔

(ج) مذکورہ روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض ہے دفع تعارض کیسے کیا جائے گا، وہ روایت ہے: "عن حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ بِلَيْلٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَادِيَ إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ".

جواب

سب اجزاء کے جوابات پچھلے سوالات کے جوابات میں مذکور ہیں۔

سوال نمبر ۴۰

باب ماجاء ان الامام ضامن والموذن مُوتَمَن

(۱/ ۵۳۰، ششماہی ۱۴۲۰ھ)

عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ ومطلب لکھیں۔

(ب) جماعت میں امام کا توسط فی العروض یا فی الثبوت، اس روایت سے کیا ثابت ہوتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ حدیث شریف کا کیا مطلب لیتے ہیں۔

(ج) جب امام ضامن ہے تو قرائت کے علاوہ دیگر ارکان مقتدیوں کو کیوں ادا کرنا پڑتے ہیں۔

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے، اے اللہ! تو اماموں کو راہ راست پر رکھ اور مؤذنوں کی مغفرت فرما۔

مطلب: نبی ﷺ نے فرمایا امام ذمہ داری اوڑھنے والا ہے یعنی مقتدیوں کی نماز کی ذمہ داری امام پر ہے اور مؤذن پر اعتماد کیا گیا ہے یعنی محلہ اور گاؤں کے لوگوں نے مؤذن پر بھروسہ کیا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوگا اذان دے گا، پس مؤذن کو چاہئے کہ صحیح وقت پر اذان دے، قبل از وقت اذان دے کر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائے، پھر نبی ﷺ نے دونوں کو دعا دی اے اللہ! اماموں کو راہ راست دکھا اور مؤذنوں کی بخشش فرما یعنی اگر ان سے نادانستہ کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کو معاف فرما۔

(ب) احناف اور شوافع کے درمیان اس بات میں اتفاق ہے کہ مقتدی نماز کے ساتھ براہ راست متصف نہیں بلکہ وہ امام کے واسطہ سے متصف ہے، لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ توسط کیسا ہے، تو واسطہ کی تین قسمیں ہیں (۱) واسطہ فی العروض (۲) واسطہ فی الثبوت (۳) واسطہ فی الاثبات۔

احناف کے نزدیک امام کا توسط جماعت میں توسط فی العروض ہے اور توسط فی العروض کی تعریف یہ ہے کہ صرف واسطہ وصف کے ساتھ بالذات اور حقیقۃً متصف ہو اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذوالواسطہ بالعرض اور مجازا متصف ہو، جیسا کہ مسافر انجن کے واسطہ سے بالعرض اور مجازا حرکت کے ساتھ متصف ہوتا ہے، حقیقۃً صرف انجن (واسطہ) حرکت کے ساتھ متصف ہوتا ہے، (یہاں خیال رکھنا چاہئے کہ امامت میں امام واسطہ اور مقتدی ذوالواسطہ ہے جس طرح انجن واسطہ ہے اور مسافر ذوالواسطہ ہے) اسی طرح جماعت میں امام ہی نماز کیساتھ حقیقۃً متصف ہے مقتدی بالعرض یعنی بالواسطہ نماز کے ساتھ متصف ہے لہٰذا جب امام اصل اور موصوف بالذات ٹھہرا اور مقتدی اس کے تابع اور موصوف بالعرض ہوئے تو فاتحہ اور سورت امام ہی کے ذمہ رہیں گے اس وجہ سے ارشاد خداوندی ہوا کہ: ''واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون'' اور حدیث: ''الامام ضامن.. الخ'' سے بھی یہی واسطہ فی العروض ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح ضمانت میں ضامن کے قرضہ ادا کرنے سے ضامن اور اصل مدیون بری الذمہ ہوجاتے ہیں اور ضامن قرضہ ادا نہ کرے تو اصل مدیون پر بھی بار دین باقی رہتا ہے اسی طرح اگر امام کی نماز صحیح ہوجائے تو مقتدی کی نماز بھی صحیح ہوجائے گی لیکن اگر امام کی نماز فاسد ہوجائے تو مقتدی کے ذمہ بھی نماز باقی رہ جائے گی۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جماعت میں امام واسطہ فی الثبوت ہے اور وصف قرائت کی ضرورت امام اور مقتدی دونوں کو ہوگی نیز امام شافعی فرماتے ہیں امام اور مقتدی دونوں خود اپنی اپنی نمازوں کے ذمہ دار ہیں اور امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی، لقوله تعالىٰ ''ولا تزر وازرة وزر اخرى''

امام شافعی حدیث باب کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ضامن کے معنی نگران اور نگہبان کے ہیں لہٰذا مطلب یہ ہے کہ امام اپنے مقتدیوں کی نماز کا نگران اور نگہبان ہے یعنی اگر خود اس کی نماز فاسد ہوجائے تب بھی وہ مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہونے دیتا، یہ تاویل خلاف ظاہر بھی ہے اور خلاف لغت بھی اور خلاف روایت بھی ہے

(ج) یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام ضامن ہے تو قرأت کے علاوہ دیگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ارکان مقتدیوں کو کیوں ادا کرنے پڑتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی حقیقت اور ماہیت صرف قرأت ہے قرأت ہی کے لیے نماز مشروع ہوئی اور دیگر ارکان رکوع، سجود، قیام، قعدہ وغیرہ حضوری دربار کے آداب ہیں، جن میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہیں الغرض دونوں اعتبار ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ہر ایک کے احکام جدا جدا ہیں پس چونکہ حضوری میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، تو اس کے مقتضیات میں بھی سب مشترک رہیں گے۔

سوال نمبر ۱۴۱

باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة

(تح:۱/ ۵۴۴، در:۱/ ۴۸۳، ششماہی ۱۴۳۲ھ)

حدیث نمبر ۲۲۰: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ النَّاجِيِّ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هٰذَا، فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ.

(الف) یہ حدیث امام ترمذی نے "باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة" کے تحت ذکر کی ہے، آپ بتائیں کہ روایت سے باب کا مقصد کیسے ثابت ہوا۔

(ب) مسجد میں جماعت ثانیہ کے مسئلہ میں ائمۃ کا مسلک لکھیں، اور یہ بھی بتائیں کہ انکار کرنے والوں کی کیا دلیل ہے۔

(ج) اور اس حدیث باب کا کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب

(الف) روایت میں دو باتیں ہیں (۱) رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ نماز سے فارغ ہوکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، (اس جملہ سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں جماعت ہو چکی ہے) (۲) اس کے بعد ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے، جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی، جب انہوں نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ نے حاضرین سے فرمایا: تم میں سے کون ان کے ساتھ تجارت کرے گا یعنی اس کے ساتھ جماعت قائم کر کے ثواب کمائے گا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور دونوں نے باجماعت نماز پڑھی، (حدیث کے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں جماعت اول کے بعد پھر جماعت ثانیہ قائم کی گئی،) پس حدیث کے اس واقعہ سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

(ب) [۱] امام احمد کے نزدیک مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے، ان کی دلیل حدیث الباب ہے، [۲] جمہور کے نزدیک مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ان کے دلائل: (۱) "عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لقد هَمَمتُ ان آمر فِتيتي ان يجمعوا حُزَمَ الحَطَب ثم آمُرَ بالصلاة فتُقامَ ثم أُحرِق على اقوام لم يَشهدُون الصَّلاة" جمہور کہتے ہیں، اگر مکرر جماعت کی گنجائش ہوتی تو پیچھے رہ جانے والوں کے پاس معقول عذر ہوتا کہ ہم دوسری اور تیسری جماعت میں شریک ہو جائیں گے، پس ان کو سزا دینے کا کوئی جواز نہیں، حدیث کی یہ بات تو اس صورت میں معقول ہے جبکہ جماعت ثانیہ کا جواز نہ ہو۔

(۲) طبرانی میں حضرت ابو بکرہ کی روایت "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقبل من نواحي المدينة يريد الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال الى منزله فجمع اهله فصلى بهم" ظاہر ہے کہ اگر جماعت ثانیہ جائز یا مستحب ہوتی تو آپ مسجد نبوی کی فضیلت کو نہ چھوڑتے، لہٰذا آپ کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں تکرار جماعت کی کراہت پر کھلی دلیل ہے۔

(۳) مسجد نبوی میں جماعت ثانیہ کا کوئی واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری دس سالہ زندگی میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش نہیں آیا، حالانکہ اس عرصہ میں یقیناً سینکڑوں مسلمان جماعت سے پیچھے رہے ہونگے گویا جماعت ثانیہ کے نہ ہونے پر مواظبت تامہ ہے، اور مواظبت تامہ سے جس طرح جانب فعل میں وجوب ثابت ہوتا ہے جانب ترک میں کراہت تحریمی بھی ثابت ہوتی ہے۔

(ج) جمہور کی طرف سے حدیث باب میں جو واقعہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) اس حدیث کا جماعت ثانیہ سے سرے سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ عرف میں جماعت ثانیہ اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں امام اور مقتدی سب فرض پڑھنے والے ہوں، اور مذکورہ واقعہ میں مقتدی متنفل ہے۔

(۲) یہ جماعت کُل دو آدمیوں پر مشتمل تھی اور تداعی کے بغیر تھی، اور تداعی کے بغیر تکرار جماعت ہمارے نزدیک جائز ہے، بشرطیکہ احیاناً ایسا کرلیا جائے۔

سوال نمبر ۴۲

باب من أحق بالإمامة

(تح:۱/۵۶۵، در:۱/۴۹۱، شش ماہی ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر۲۲۵: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَكْبَرُهُمْ سِنًّا، وَلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث اعراب کے ساتھ لکھیں اور ترجمہ کریں اور آخری دونوں حکموں کی وضاحت کریں، اور بتائیں کہ الا باذنہ کا استثناء کس حکم سے ہے۔

(ب) حدیث سے کیا ترتیب ثابت ہوئی اور فقہاء کرام کے نزدیک کیا ترتیب ہے اور کیوں؟

جواب

(الف) ابومسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی امامت وہ کرے جو اللہ کی کتاب (قرآن) کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو، اگر لوگ قرآن کے علم میں برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا ہو وہ امامت کرے، اور اگر وہ سنت کے علم میں بھی برابر ہوں تو جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو وہ امامت کرے، اگر وہ ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے، آدمی کے دائرہ اقتدار میں اس کی امامت نہ کی جائے اور نہ کسی آدمی کے گھر میں اس کی مخصوص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھا جائے۔

آخر حدیث میں دو حکم وارد ہوئے ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص دوسرے کی عمل داری میں جائے تو صاحب اقتدار کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے، یعنی صاحب اقتدار کی موجودگی میں مذکورہ ترتیب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا بلکہ حاکم ہی احق ہوگا، اور صاحب اقتدار عام ہے مسجد کا امام بھی مسجد کا حاکم ہے پس اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے امام بن کر نماز پڑھانا جائز نہیں، کیونکہ جماعت کا منشاء آپس میں مل ملاپ کے ساتھ اور محبت و دوستی کے ساتھ رہنا ہے لیکن یہ بات اس میں خلل پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ بات امام اور حاکم کو شاق گزرے گی، اور ہوسکتا ہے کسی مقتدی پر بھی شاق گزرے کہ اس نو وارد نے ہمارے امام کی توہین کردی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) کسی کے گھر میں اس کی مخصوص نشست گاہ پر بغیر اس کی اجازت کے بیٹھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ بات بھی صاحب خانہ پر شاق گزرے گی۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۴۶۴)

قولہ "الا باذنہ": اگر دو معطوف جملوں کے بعد کوئی ایک استثناء یا شرط آئے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کا تعلق دونوں جملوں سے ہوگا یا صرف آخری جملہ سے؟ امام شافعی کے نزدیک اس کا تعلق دونوں جملوں سے ہوگا جبکہ حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس کا تعلق صرف آخری جملہ سے ہوگا اب اس مقام پر امام شافعی کے اصول پر تو کوئی اعتراض نہیں البتہ حنفیہ کے اصول پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ "الا باذنہ" کا استثناء صرف جلوس علی التکرمہ سے متعلق ہوگا اور امامت فی سلطانہ سے نہیں حالانکہ حنفیہ کے نزدیک دونوں مساوی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اذن کے ساتھ امامت فی سلطانہ کا جواز اسی استثناء سے ثابت نہیں ہوا بلکہ اس جواز کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ جب ہم نے امامت فی سلطانہ کی ممانعت کی علت پر غور کیا تو وہ یہ تھی کہ اس سے اصل امام کو تکلیف ہوگی اور اس کا دل تنگ ہوگا کہ اس سے امامت کو چھینا گیا لیکن جب وہ اجازت دیدے تو وہ علت مرتفع ہوجاتی ہے اس لئے امامت جائز ہے۔ (درسِ ترمذی: ۱/ ۴۹۴)

(ب) حدیث میں افضلیت کی ترتیب اس طرح قائم کی گئی، اول: "اقرأ لکتاب اللہ" یعنی سب سے زیادہ قرآن کریم پڑھا ہوا، دوم: اعلم بالسنہ معمول بہ احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والا، سوم: اقدم فی الہجرۃ یعنی دین کی خاطر سب پہلے وطن کو چھوڑنے والا، چہارم: اکبرہم سنا یعنی عمر میں سب سے بڑا، اور فقہ کی کتابوں میں جو ترتیب قائم کی گئی وہ اس طرح ہے کہ اول: اعلم بالدین، یعنی احکام شریعت کو سب سے زیادہ جاننے والا، اور اگر ساری شریعت کے احکام سے واقف نہ ہو تو کم از کم نماز کے مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والا، دوم: احسن تلاوۃ وتجویدا، سوم: الاورع، یعنی سب سے زیادہ پرہیز گار، چہارم: الاسن، یعنی عمر میں سب سے بڑا، فقہاء کی اس ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ ہجرت کی فضیلت تو بعد میں باقی نہ رہی اس لئے فقہاء نے اس کو ترتیب سے خارج کردیا، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چوتھے نمبر پر عمر کی زیادتی کی جو فضیلت تھی اس کو اپنی جگہ پر برقرار رکھا، اور حدیث میں جو اول دوم تھے ان کو ملا کر ان کے تین درجے قائم کئے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں تین چیزیں ساتھ تھیں، اول: قرآن کریم کی صحت کے ساتھ تلاوت، صحابہ کرام عام طور پر اہل لسان تھے، قرآن کریم ان کی مادری زبان میں نازل ہوا تھا اس لئے اس کو غلط پڑھنے کا سوال ہی نہیں تھا، دوم: وہ اعلی درجہ کے پرہیزگار بھی تھے، البتہ کچھ حضرات معمول بہا احادیث کا بھی زیادہ علم رکھتے تھے اس حدیث میں یہ دو درجے علیحدہ قائم کئے گئے تھے، لیکن بعد میں یہ دو باتیں علیحدہ علیحدہ نہیں رہیں، بلکہ دونوں علم ایک ساتھ ہو گئے اور اس کا نام علم فقہ ہو گیا، اور قرآن کریم کو صحت وعمدگی کے ساتھ پڑھنے کا فن علیحدہ تجوید وقراءت کے نام سے وجود میں آ گیا، اور تقوی کا جوہر بھی لازم ملزوم نہیں رہا؛ بلکہ اس نے علیحدہ حیثیت اختیار کر لی؛ چنانچہ فقہاء نے احکام شریعت کو جاننے والے کو اول نمبر پر رکھا، اور تجوید وقراءت کے ماہر کو دوسرا درجہ دیا، اور آخر میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو رکھا۔

سوال نمبر ۴۳

باب من احق بالامامة

(تح: ۱/ ۵۶۵، ور: ۱/ ۴۹۱ ششماہی ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر ۲۳۵: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَأَكْبَرُهُمْ سِنًّا، وَلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِه.

(الف) ترجمہ کیجئے اوراعراب لگائیں اور حدیث کے ہر ہر جملہ کی مفصل تشریح کیجئے۔

(ب) الاباذنہ کی قید کس جملہ کے ساتھ ہے۔

(ج) امامت کی ترتیب میں ائمہ کرام کا اختلاف اور وجہ اختلاف مفصل لکھیں۔

جواب

(الف) ترجمہ گزر چکا ہے۔

قوله "اقرأهم لكتاب الله" اس سے مراد وہ شخص ہے جو تجوید وقرأت میں ماہر ہو اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔

قوله "فاعلمهم بالسنه" یعنی معمول بھا احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ (تحفۃ الالمعی:۱/۶۵)

قوله "فاقدمهم هجرة" اس ہجرت سے مراد وہ ہجرت ہے جو ابتداء اسلام میں مدار ایمان تھی بعد میں اس کا مدار ایمان ہونا منسوخ ہو گیا لہٰذا ہجرت کا معیار اب ختم ہو گیا ہے اور اب فقہاء نے اس کی جگہ ورع کو رکھا ہے اور یہ بات غالباً اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہوا "المهاجر من هاجر مانهى الله عنه" اسی ہجرت کو ورع کہتے ہیں۔

قوله: ولايؤم الرجل فى سلطانه "ولا يجلس على تكرمته" ان دونوں جملوں کی تشریح پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ب) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ج) امامت میں ترتیب پچھلے سوال کے جواب میں بالتفصیل مذکور ہے۔

اختلاف الائمه فى ترتيب الامامة: [۱] امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک اقرأ امامت کا زیادہ حقدار ہے اور اعلم پر مقدم ہے اور امام شافعی امام مالک کی ایک روایت اس کے مطابق ہے، یہ حضرات حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

[۲] امام ابوحنیفہ، محمد، شافعی، مالک وغیرہم اعلم کو اقرأ پر ترجیح دیتے ہیں ان حضرات کا استدلال مرض وفات میں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ہے "مروا ابابکر فلیصل بالناس" اس طرح آپ نے مرض وفات میں ابوبکر صدیق کے سپرد فرمائی حالانکہ حضرت ابی بن کعب اقرأ تھے، اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کی تقدیم اعلم ہونے کی بنا پر تھی؛ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں "وکان ابو بکر اعلمنا".. اگر اقرأ کی تقدیم افضل ہوتی تو آپ ابی بن کعب کو امام بناتے۔

سوال نمبر ۴۴

باب ماجاء في ترك الجهر

(تخ:۱/۱/۵۸۱، ششماہی ۱۴۰۹ھ)

عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ أَقُولُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ فقال لِي: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ، إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ. قَالَ: وَلَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَبْغَضَ إِلَيْهِ الْحَدَثُ فِي الْإِسْلَامِ يَعْنِي مِنْهُ.

(الف) ترجمہ کریں اور جہر تسمیہ مسنون ہے یا اخفاء ائمہ کا اختلاف بیان کیجیے اور ہر فریق کے دلائل قلمبند کیجیے۔

(ب) قال کا فاعل کون ہے اور "ولم ار... الخ" کا کیا مطلب ہے۔

(ج) سورہ نمل کی بسم اللہ کے علاوہ کتنی بسم اللہ قرآن اور سورہ کا جز ہے مع اختلاف ائمہ لکھیے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے نماز میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے سنا تو انہوں نے مجھ سے کہا: بیٹے! یہ بدعت ہے، اور بدعت سے بچو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ اسلام میں بدعت کا مخالف ہو۔

اختلاف الائمہ: [۱] امام مالک کے نزدیک تسمیہ سرے سے مشروع ہی نہیں نہ جہراً نہ سراً [۲] امام شافعی کے نزدیک تسمیہ مسنون ہے اور صلاۃ جہریہ میں جہراً اور سریہ میں سراً کے پڑھا جائے گا [۳] امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور امام اسحاق کے نزدیک بھی تسمیہ مسنون ہے لیکن اسے ہر حال میں سراً پڑھنا افضل ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

دلیل امام مالک: امام مالک کا استدلال عبد اللہ بن مغفل کی حدیث باب ہے جس میں انہوں نے اپنے صاحب زادے کو بسم اللہ پڑھنے سے روکا اور اسے بدعت قرار دیا اور فرمایا: "وقد صليت مع النبي ﷺ و مع ابي بكر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا يقولها، فلاتقلها اذا انت صليت فقل الحمد لله رب العالمين". (۲) ان کی دوسری دلیل حضرت انس کی حدیث ہے: "قال كان رسول الله ﷺ و ابو بكر و عمر و عثمان يفتتحون القرائة بالحمد لله رب العالمين".

دلیل امام شافعی: امام شافعی کی سب سے مضبوط دلیل حضرت نعیم المجمر کی روایت ہے: "صليت وراء ابي هريرة فقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم ثم قرأ بأم القرآن حتى بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين آمين ويقول كلما سجد قال الله اكبر و اذا قام من الجلوس في الاثنتين قال الله اكبر و اذا سلم قال و الذي نفسي بيده انی اشبهكم صلاة برسول الله ﷺ.

(۲) شافعیہ کی دوسری دلیل مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے "قال كان رسول الله ﷺ يجهر ببسم الله الرحمٰن الرحيم".

دلائل الاحناف: (۱) مسلم شریف میں حضرت انس کی روایت ہے: "قال صليت مع رسول الله ﷺ وأبي بكر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منهم يقرأ بسم الله الرحمٰن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الرحیم" یہی روایت نسائی میں ان الفاظ کے ساتھ آتی ہے "صلیت خلف رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منھم یجھر بسم اللہ الرحمن" جس سے واضح ہوگیا کہ صحیح مسلم کی روایت میں قرأت کی نفی سے جہر کی نفی مراد ہے۔

(۲) نسائی میں حضرت انس کی دوسری روایت ہے "صلی بنا رسول اللہ ﷺ فلم یسمعنا قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی ابو بکر و عمر فلم نسمعھا منھما" اس سے واضح ہوا کہ حضرت انس کی منشا جہر تسمیہ کی نفی کرنا ہے نہ کہ نفس قراءت کی۔ (درس ترمذی)

(ب) قال کا فاعل ابن عبداللہ بن مغفل جن کا نام یزید ہے، یزید کہتے ہیں میرے والد بدعت کے معاملہ میں انتہائی سخت تھے اتنا سخت میں نے کسی اور صحابی کو نہیں دیکھا۔

(ج) [۱] امام مالک کے نزدیک بسم اللہ نہ تو قرآن کا جزء ہے نہ مستقل آیت ہے اور نہ کسی سورت کا جزء ہے، شاید ان کے خیال میں سورہ نمل کی آیت ہی کو ہر سورت کے شروع میں لکھا گیا۔

[۲] احناف کے نزدیک سورۂ نمل کی بسم اللہ کے علاوہ ایک اور بسم اللہ قرآن کی مستقل آیت ہے اور وہ فصل کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے دور عثمانی میں جب مصحف تیار ہوا تو صحابہ کے مشورہ سے اسی بسم اللہ کو ہر سورت کے شروع میں لکھا گیا ہے اسی لئے احناف کے نزدیک تراویح میں کم از کم ایک جگہ بسم اللہ جہرا پڑھنا ضروری ہے ورنہ قرآن ناقص رہے گا۔

[۳] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں یہ قرآن کی ۱۱۳ آیتیں ہیں یعنی سورۂ توبہ کے علاوہ باقی سورتوں کے شروع میں جتنے بسم اللہ ہے وہ سب آیت قرآنیہ ہیں پھر یہ مستقل آیتیں ہیں یا مابعد سورت کا جزء ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ فاتحہ کے شروع میں جو بسم اللہ ہے وہ تو شوافع کے نزدیک بالاجماع سورہ فاتحہ کا جزء ہے وہ فاتحہ کی پہلی آیت بسم اللہ ہی کو قرار دیتے ہیں اور صراط الذین سے آخر تک ایک آیت شمار کرتے ہیں اور باقی بسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ کے بارے میں شوافع کے مختلف اقوال ہیں راجح قول یہ ہے کہ ہر بسم اللہ مابعد سورت کا جزء ہے۔

[۴] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، تینوں مذاہب کے موافق، غرض یہ کہ یہ مسئلہ منصوصی نہیں اجتہادی ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ اس اختلاف کرنے والوں میں سے کسی کو نہ تو ایمان سے خارج کیا جائے گا نہ گمراہ قرار دیا جائے گا۔

سوال نمبر ۴۵

باب ماجاء في ترك الجهر

(تح:۱/۵۸۱، ششماہی ۱۴۰۹ھ)

عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَايَةَ، عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ أَقُولُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فقال لِي: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ، إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ. قَالَ: وَلَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَبْغَضَ إِلَيْهِ الْحَدَثُ فِي الْإِسْلَامِ يَعْنِي مِنْهُ. قَالَ: وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ، فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُهَا فَلَا تَقُلْهَا، إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلْ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

(ب) تسمیہ کے جزء فاتحہ اور جزء سورت ہونے نہ ہونے میں، اور جہر و اخفاء میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے اس کو مدلل مفصل لکھیں۔

(ج) حدث فی الاسلام کیوں ممنوع ہے اور اس کی کیا دلیل ہے اس موضوع پر مفصل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے سنا تو انہوں نے مجھ سے کہا: بیٹے! یہ بدعت ہے، اور بدعت سے بچو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ اسلام میں بدعت کا مخالف ہو، میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ، ابوبکر کے ساتھ، عمر کے ساتھ اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن میں نے ان میں سے کسی کو اسے (اونچی آواز سے) کہتے نہیں سنا، تو تم بھی اسے نہ کہو جب تم نماز پڑھو تو قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو۔

(ب) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ج) حدث فی الاسلام ممنوع اور مبغوض ہونے کے بارے میں اکابر امت نے طویل کلام کیا ہے یہاں اختصار کے ساتھ چند وجوہ پیش کی جاتی ہیں۔

(ا) بدعت کی نحوست اور تاریکی لوگوں کو سنت کے نور سے محروم کر دیتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة" (مشکوۃ شریف) یعنی جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے پس چھوٹی چھوٹی سنت پر عمل کرنا کوئی بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے، ایک دوسری روایت میں ہے "ماابتدع قوم بدعة فی دینهم الانزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیهم الی یوم القیامة" (مشکوۃ المصابیح) جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت گھڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بقدر سنت ان سے چھین لیتے ہیں پھر قیامت تک واپس نہیں لوٹاتے، اس سے ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ حامیان بدعت جتنا بدعت کا اہتمام کرتے ہیں اتنا سنت کا نہیں کرتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) بدعت کے علاوہ آدمی جو بھی گناہ کرتا ہے اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ایک غلط کام کر رہا ہوں، اور اس پر پریشان ہوتا ہے اور اس سے توبہ کر لیتا ہے مگر بدعت ایسا منحوس گناہ ہے کہ کرنے والا اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ نیکی سمجھتا ہے (۳) دین اسلام کی تکمیل آنحضرت ﷺ سے ہو چکی ہے اور وہ تمام باتیں جن سے حق تعالیٰ شانہ کا قرب و رضا حاصل ہو سکتی تھی ان کو آپ ﷺ نے بیان فرما دیا، جو شخص دین کے نام پر کوئی بدعت گھڑ کر لوگوں کو اس کی دعوت دیتا ہے وہ گویا یہ دعوی کرتا ہے کہ محمد آپ ﷺ کا دین نعوذ باللہ ناقص اور ادھورا ہے اور آپ نے احکام خداوندی پہنچانے میں خیانت کی ہے اور قرب ورضائے خداوندی کا راستہ اس کو معلوم ہوا ہے جو حضور کو معلوم نہیں ہوا۔

(۴) بدعت کے مذموم و مبغوض ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ بدعت سے دین میں تحریف و تغیر لازم آتا ہے پس جو لوگ بدعت ایجاد کرتے ہیں وہ دراصل دین اسلام کے چہرے کو مسخ کرتے ہیں اور اس میں تحریف و تغیر کرتے ہیں اور دوسروں کے لیے تحریف و تغیر کا رستہ کھولتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۶

باب رفع اليدين عند الركوع

(ششماہی ۱۴۳۶ھ)

حدیث نمبر ۲۵۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَزَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِ، وَكَانَ لَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں مذاہب ائمہ مع دلائل تحریر کیجیے۔

(ج) حنفیہ کا مذہب اگر مذکورہ حدیث کے موافق نہ ہو تو ان کی طرف سے اس حدیث کا کیا جواب ہوگا۔

(د) ابن مبارک کے قول "قد ثبت حديث من يرفع ولم يثبت حديث ابن مسعود رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه الا في اول مرة" کا کیا مطلب ہے، بوضاحت لکھیے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے بالمقابل کرتے، اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے (تو بھی اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے) ابن ابی عمر (ترمذی کے دوسرے استاذ) نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے، دونوں سجدوں کے درمیان نہیں اٹھاتے تھے۔

(ب) تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت سے ثابت ہیں لیکن افضلیت کے اعتبار سے اختلاف ہے۔

[۱] امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ترک رفع یدین کرنا افضل ہے۔

دلائل: [۱] حدیث ابن مسعود: "عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا في اول مرة".

[۲] عن برأ بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا افتتح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الصلوٰة رفع يديه الى قريب من أذنيه ثم لا يعود" (بخاری)

[۳]عن عبد الله بن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم ترفع الايدي في سبعة مواطن افتتاح الصلاة، استقبال البيت، والصفا، والمروة، والموقفين، وعند الحجر. صاحب ہدایہ نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ان سات مقامات میں تکبیر افتتاح کا تو ذکر ہے، لیکن رکوع اور رفع من الرکوع کا کوئی ذکر نہیں۔

(۴) حنفیہ کے مسلک پر بے شمار آثار صحابہ ملتے ہیں؛ چنانچہ حضرت عمر، علی، عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے آثار مروی ہے۔

[۲] امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک رفع الیدین افضل ہے۔

دلائل: (۱) عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. (ترمذی)

(۲) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة وإذا كبر للركوع، وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذالك ايضا، وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد، وكان لا يفعل ذالك في السجود.

(ج) جہاں تک اس حدیث کے ثبوت کا تعلق ہے ہم اس کے منکر نہیں بلکہ بلاشبہ یہ حدیث اصح ما فی الباب ہے اور اس کی سند سلسلۃ الذہب ہے لیکن اس کے باوجود افضلیت کے قول کے لئے حنفیہ نے اس حدیث کو اس لئے ترجیح نہیں دی کہ رفع یدین کے مسئلہ میں حضرت ابن عمر کی روایت اتنی متعارض ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا مشکل ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) طحاوی میں ہے: عن حصين عن مجاهد قال صلت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولي من الصلاة. اس سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابن عمر کے پاس اس معاملہ میں کوئی حدیث مرفوع ضرور ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲)وفي المؤطا عن مالك عن ابن عمر ان رسول الله عليه وسلم كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذالك ايضا...الخ. اس میں دومرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۳)صحاح ستہ میں تکبیر تحریمہ، رکوع، رفع من الرکوع تینوں مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۴)صحیح بخاری میں ابن عمر کی ایک روایت ہے جس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، چوتھے قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت۔

(۵)امام بخاری نے جزو رفع الیدین میں ایک حدیث حضرت ابن عمر سے اس طرح روایت کی ہے کہ اس میں سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۶)امام طحاوی نے ابن عمر سے ایک حدیث مرفوع روایت کی ہے، اس میں ہے: عند كل خفض ورفع، وركوع، وسجود، وقيام وقعود، وبين السجدتين، رفع یدین کا ذکر ہے۔

(درسِ ترمذی: ۲/ ۳۸-۳۹)

(د)رفع یدین کے بارے میں حدیث ثابت ہے، لیکن ترک رفع یدین کے بارے میں ابن مبارک کے قول کا مطلب یہ ہے کہ، درحقیقت ترک رفع کے سلسلہ میں حضرت ابن مسعود سے دو حدیثیں مروی ہیں، ایک کے الفاظ یہ ہے: "ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع الا في اول مرة" اور دوسری کے الفاظ یہ ہے "الا اصلي بكم صلاة رسول الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا في اول مرة" حضرت عبداللہ بن المبارک کا قول پہلی روایت کے بارے میں ہے کہ وہ ثابت نہیں، نہ کہ دوسری روایت کے بارے میں جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ سنن نسائی میں یہی حدیث خود حضرت عبداللہ بن المبارک سے اس طرح مروی ہے: عن علقمة عن عبد الله قال: الا اخبركم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد". پس ثابت ہوا کہ عبداللہ بن المبارک کا قول پہلی روایت سے متعلق ہے۔ (درس ترمذی ۲/ ۲۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۷۴

باب رفع اليدين عند الركوع

(ششماہی ۱۴۲۰ھ)

قَالَ عَلْقَمَةُ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: اَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ، قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(الف) تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین کرنے میں کیا اختلاف ہے۔

(ب) قائلین رفع یدین کے قوی دلیل حضرت ابن عمر کی روایت ہے وہ روایت لکھ کر اس کی سند و متن کے اضطراب پر گفتگو کریں۔

(ج) ابن مسعود کی مذکورہ روایت حسن ہے تو ابن المبارک رحمہ اللہ نے کس روایت کے بارے میں فرمایا ہے کہ "قد ثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهري عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبي ﷺ لم يرفع الا في اول مرة".

(د) مسئلہ پر تحقیقی نظر بھی ڈالیں کہ کس کی رائے قریب صواب ہے۔

جواب

(الف)، (ب)، (ج) ان سب جزوں کے جوابات پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہیں۔

(د) ترک رفع زیادہ قرین صواب ہے۔

(۱) ترک رفع یدین کی روایات اوفق بالقرآن ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وقوموا لله قانتين" جس کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز میں حرکت کم از کم ہو؛ لہٰذا جن احادیث میں حرکتیں کم ہوں گی وہ اس آیت سے زیادہ مطابق ہوں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حضرت ابن مسعود کی روایت میں کوئی اضطراب یا اختلاف نہیں، نہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے بلکہ ان سے صرف ترک رفع ہی ثابت ہے جبکہ ابن عمر کی روایتوں میں اضطراب بھی ہے اور خود ان سے ترک رفع بھی ثابت ہے۔

(۳) احادیث کے تعارض کے وقت صحابہ کرام کے عمل کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے جب ہم اس پہلو سے دیکھتے ہیں تو حضرت عمر، علی، اور حضرت ابن مسعود کا عمل ترک رفع پاتے ہیں اور تینوں حضرات صحابہ کرام کے علوم کے خلاصہ ہیں ان کے مقابلہ میں جن سے رفع منقول ہے وہ زیادہ تر کمسن صحابہ ہیں حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر۔

(۴) اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا تعامل ترک رفع ہے جبکہ دوسرے شہروں میں رافعین اور تارکین دونوں موجود تھے۔

سوال نمبر ۴۸

باب ماجاء في القرائة خلف الامام

(م:۶۹، تح:۲/۱۱۸، در:۲/۷۱، ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر۳۱۱: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِي وَاللهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا. قَالَ: وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کیجئے۔

(ج) یہ حدیث مسلک حنفیہ کے خلاف ہے؟ تو اس کا جواب کیا ہوگا، نیز "وروي هذا الحديث الزهري... الخ" سے امام ترمذی کا کیا کہنا چاہتے ہیں؟ وضاحت کیجئے۔

جواب

(الف) عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر پڑھی، آپ پر قرأت دشوار ہوگئی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: مجھے لگ رہا ہے کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کی قسم ہم قرأت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کیا کرو سوائے سورۃ فاتحہ کے اس لیے کہ جو اسے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث زہری نے بھی محمود بن ربیع سے اور محمود نے عبادہ بن صامت سے اور عبادہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، یہ سب سے صحیح روایت ہے۔

(ب) اس مسئلہ میں دو باتیں ہیں: ایک مقتدی کا جہری نماز میں فاتحہ پڑھنا، دوم: مقتدی کا سری نماز میں فاتحہ پڑھنا، اور اس مسئلہ کو بعض لوگ مسئلہ قرائت خلف الامام سے بھی جانتے ہیں۔

جہری نماز کا حکم: [۱] حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ جہری نماز میں مقتدی نہ صرف یہ کہ فاتحہ نہیں پڑھے گا بلکہ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، احناف کا قول تو معروف ہے اور علامہ جزیری رحمہ اللہ نے کتاب الفقہ علی المذاہب الاربع (۱/ ۲۵۴) میں مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں بھی کراہت کا قول ہونے کی صراحت کی ہے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر مقتدی اتنا دور ہو کہ امام کی آواز اس تک نہیں پہنچی تو فاتحہ پڑھنا جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ائمہ ثلاثہ کے دلائل: (۱) آیت قرآنی: ''وإذا قرأ القرآن فاستمعو له وانصتوا لعلكم ترحمون'' یہ آیت تلاوت قرآن کے وقت استماع اور انصات کے وجوب پر صریح دلیل ہے، اور سورہ فاتحہ کا قرآن ہونا مجمع علیہ ہے، لہٰذا اس سے فاتحہ خلف الامام کی بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

(۲) مسلم شریف کی حدیث ''انما جعل الامام ليأتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأفانصتوا''۔

(۳) حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوہریرہؓ (من حدیث طویل) ''ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا، فقال إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليأمكم احدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فانصتوا وإذا قال ''غير المغضوب عليهم ولا الضالين'' فقولوا آمين...الخ '' ان حدیثوں میں مطلقاً انصات کا حکم دیا گیا ہے جو قراءت فاتحہ اور قراءت سورہ دونوں کے لئے عام ہے۔

[۲] امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں اور جدید قول پڑھنا فرض ہے۔

فرض ہونے کی دلائل: (۱) حدیث باب: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِي وَاللهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا.

(۲) صحیحین کی مرفوع روایت ''ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب''۔ (لفظ البخاری)

(۳) ''عن محمود بن الربيع قال: صليت صلاة والي جنبي عبادة بن الصامت، قال فقرأ بفاتحة الكتاب، قال: فقلت له يا ابا الوليد! الم اسمعك تقرأ بفاتحة الكتاب؟ قال: اجل، انه لا صلاة الا بها''۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سری نماز کا حکم: سری نماز میں امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مقتدی کے لئے فاتحہ پڑھنا مستحب ہے فرض یا واجب نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، اور امام اعظم سے اس مسئلہ میں کوئی صریح قول مروی نہیں ہے، مشائخ احناف کے اس سلسلہ میں پانچ قول ہیں، ایک قول میں واجب کا ذکر ہے، دوسرا قول ندب کا ہے، تیسرا قول جائز کا ہے، چوتھا مکروہ تنزیہی کا ہیں، اور پانچواں قول کراہت تحریمی کا ہے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔

(ج) حنفیہ اور مالکیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب: یہ حدیث صریح ہے لیکن صحیح نہیں؛ چنانچہ امام احمد، ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبدالبر اور دوسرے محقق محدثین نے مندرجہ ذیل اعتراض کی بنا پر اس روایت کو معلول اور غیر صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) محدثین کا خیال ہے کہ کسی راوی نے وہم اور غلطی سے دوسری روایتوں کو خلط ملط کر کے اسی روایت کو بنالی، اور اس وہم کو مکحول پر عائد کی جاتی ہے۔

(۲) اس حدیث کی سند میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، ۱- بعض میں انقطاع کے ساتھ عبادہ بن الصامت سے روایت ہے، ۲- اور بعض میں مکحول اور عبادۃ بن الصامت کے درمیان محمود بن الربیع ہے، ۳- اور بعض میں دونوں کے درمیان نافع بن محمود ہے، ۴- اور بعض میں محمود بن الربیع سے پہلے نافع بن محمود ہے۔

(۳) اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے (فالیراجع فی کتاب فصل الخطاب)

(۴) مکحول کے بارے میں یہ معروف ہے کہ وہ مدلسین میں سے ہیں، اور یہ ان کا عنعنہ ہے، پس مدلس کی معنعن روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔

امام ترمذی کے قول کا مطلب: اگرچہ مکحول کی روایت میں ائمہ حدیث کے کلام ہے؛ مگر اسی مفہوم پر دوسری روایت ثابت ہے جو امام زہری نے محمود بن الربیع سے اور وہ عبادۃ بن الصامت سے اور وہ نبی علیہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۴۹

(م:۶۹، تح:۱۱۸/۲، در:۷۱/۲، ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۳۱۱: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِي وَاللهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا، قَالَ: وَرَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

(الف) قرائت مقتدی کے بارے میں مذاہب فقہاء لکھیں اور ہر امام کے دلائل قلمبند کیجیے۔

(ب) مذہب راجح کی وجوہ ترجیح بیان کیجیے۔

جواب

(الف) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ب) احناف کا مذہب راجح ہے: کیونکہ (۱) مختلف فیہ مسئلہ میں فیصلہ اس بنیاد پر بھی ہوتا ہے کہ اس بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک اور معمول کیا تھا، اس رخ سے اگر دیکھا جائے تو بھی حنفیہ کا پلہ بھاری نظر آتا ہے اور بہت سے آثار صحابہ ان کی تائید میں ملتے ہیں، علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ترک القراۃ خلف الامام کا مسلک تقریبا انیس صحابہ کرام سے ثابت ہے جن میں سے متعدد صحابہ کرام اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سلسلہ میں بہت متشدد تھے یعنی خلفاء اربعہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، جابر، عبد اللہ بن عمر، اور عبد اللہ بن عباس وغیرھم رضوان اللہ علیہم اجمعین، (۲) ترک القراۃ خلف الامام اوفق بالقرآن بھی ہے۔

سوال نمبر ۵۰

باب ما جاء في كراهية ان يتخذ على القبر مسجدا

(تخ: ۲/۶/۱۳۶۲ھ، ششماہی ۲/۱۴۳۲ھ)

حدیث نمبر ۳۲۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ.

(الف) روایت میں قبروں کی زیارت سے، ان کو سجدہ گاہ بنانے سے، اور ان پر چراغ جلانے سے منع کیا گیا ہے، ان میں سے کون سی ممانعت منسوخ ہے اور اس کی دلیل کیا ہے۔

(ب) قبرستان میں مسجد بنانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ مفصل لکھئے۔

جواب

(الف) قبروں کی زیارت کی ممانعت منسوخ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قبرستان جانے کی عام ممانعت فرمائی تھی پھر بعد میں آپ نے اجازت دے دی "عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تزهد في الدنيا و تذكر الآخرة" اور اس میں مردوں کی تخصیص نہیں کی پس جب ممانعت عام تھی تو اجازت بھی عام ہوگی، مرد وزن سب کو شامل ہوگی، اور اس کا قرینہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی قبر میں جانا ہے، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اپنے اکابر میں سے حضرت نانوتوی حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہما نے اس مسئلہ میں صرف اتنی بات لکھی ہے کہ عورتوں کو قبرستان نہیں جانا چاہئے، حلت وحرمت کے الفاظ سے ان دونوں حضرات نے اجتناب کیا ہے، اور وجہ یہ بیان کی کہ عورتیں کمزور دل اور کم عقیدہ ہوتی ہیں، پس اگر کسی رشتہ دار کی قبر پر جائیں گی تو جزع فزع کریں گی، اور اگر کسی بزرگ کی قبر پر جائیں گی تو خرافات میں مبتلا ہوں گی؛ اس لئے عورتوں کو قبرستان پر نہیں جانا چاہئے۔

(ب) قبروں کے پاس مسجد بنانے کی گنجائش ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ قاضی بیضاوی (شافعی) رحمہا اللہ نے شرح مصابیح السنۃ میں یہ بات لکھی ہے کہ قبر کی تعظیم کی غرض سے اس کے قریب اس طرح مسجد بنانا کہ دوران نماز قبر کا مواجہہ ہو تو یہ شرک جلی ہے، اور اگر قبر ایک طرف ہو یعنی دائیں بائیں یا پیچھے ہو اور مقصد بزرگ کی تعظیم ہو تو یہ شرک خفی ہے، اور اگر زائرین کے قیام، نماز یا دیگر سہولیات کے لئے مسجد بنائی جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ مسجد بنانے سے مقصود اس بزرگ کی تعظیم یا اس کی روحانیت کی طرف توجہ کرنا نہ ہو، اور مصابیح السنہ کے دوسرے شارح علامہ تورپشتی (حنفی) تینوں صورتوں کو ناجائز کہتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: اگر مسجد بنانے کا مقصد اس بزرگ کی تعظیم ہے تو یہ شرک جلی ہے، اور اس کی روحانیت سے استفادہ ہے تو یہ شرک خفی ہے اور اگر دونوں باتیں نہیں ہیں تو بھی قبروں کے ساتھ یہود ونصاری کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے جائز نہیں۔ (معارف السنن: ۳/ ۳۰۵)

سوال نمبر ۵۱

باب ماجاء في المسجد الذي اسس على التقوى

(م: ۷۳، تح: ۲/ ۱۴۴، در: ۲/ ۱۰۹، سالانہ ۱۴۳۱ھ)

حدیث نمبر ۳۲۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أُنَيْسِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: امْتَرَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي خُدْرَةَ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى، فَقَالَ الْخُدْرِيُّ: هُوَ مَسْجِدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْآخَرُ: هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ، فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ، فَقَالَ: هُوَ هَذَا يَعْنِي مَسْجِدَهُ وَفِي ذَلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ''المسجد الذی أُسّس علی التقوی'' کا شان نزول کے اعتبار سے مصداق کون سی مسجد ہے، اور مسجد ضرار کا واقعہ بھی لکھیں۔

(ج) مسجد نبوی آیت کا مصداق کیسے ہے، اور ''في ذالك خير كثير'' کا مطلب کیا ہے، اور اس کی کوئی نظیر یاد ہو تو وہ بھی لکھیں۔

جواب

(الف) ابو سعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ بنی خدرہ کے ایک شخص نے، دوسرے سے کہا: وہ مسجد قباء ہے؛ چنانچہ وہ دونوں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ یہ مسجد ہے، یعنی مسجد نبوی اور اس میں (یعنی مسجد قباء میں) بھی بہت خیر و برکت ہے۔

(ب) رسول ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے سے قبیلہ خزرج میں ایک شخص تھا جس کا نام ابو عامر راہب ہے وہ نصرانی بن گیا پس جب کہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے خصوصا قبیلہ خزرج کے لوگ، تو اس کو یہ کام ناپسند آیا اور اسلام کے خلاف دشمنی شروع کر دی پس مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے ابھارا کہ وہ سب مل کر مسلمانوں کو مدینہ سے ختم کر دیں گے جس کی وجہ سے جنگ احد قائم ہوا، لیکن جبکہ وہ اپنی سازش میں کامیاب نہیں ہونے پایا تو وہ اور بھی پریشان ہونے لگا، پھر وہ اپنی سازشوں کو اور زبردست کرنے کے لئے روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس چلا گیا اور اس سے مدد طلب کرنے لگا اور مسلمانوں کے خلاف ابھارنے لگا، تو ہرقل نے اس کو مدد کا وعدہ دیا اور ابو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عامر راہب وہاں قیام کرنے لگا، پس اس دوران وہ اپنے گروہ (جو اسی قبیلہ کے منافقین ہیں ان) کے پاس ایک خط بھیجا کہ وہ عنقریب مسلمانوں کے خلاف ایک بڑا لشکر لیکر آرہا ہے اور مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دے گا، اور ان منافقین کو حکم دیا کہ تم بقدر استطاعت اسلحہ جمع کرنا شروع کردو، مشورہ کرو اور اسلحہ جمع کرتے کے لئے ایک گھر بنالو، پس منافقین اس کے کہنے کے مطابق مسجد قبا کے قریب ایک گھر بنالیا لیکن وہ منافقین ظاہرا یہ کہنے لگے کہ ہمارے یہاں بوڑھے اور کمزور لوگ ہیں، پس ان کو اتنا دور جانا خصوصا رات کی اندھیری میں جانا مشکل ہوجاتا ہے پس ان کی سہولیت کے لئے یہ مسجد بنالی گئی اور اس کی تائید کے لئے ان منافقوں نے حضور ﷺ کو اسی مسجد میں ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے لئے دعوت دی، اور آپ اس وقت جنگ میں جارہے تھے، تو آپ نے فرمایا: انشاء اللہ جنگ سے واپسی کے بعد، پھر جب آپ ﷺ جنگ تبوک سے واپس آنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مسجد کی حقیقت کو بتلادیا اور یہ آیت نازل ہوئی "والذين اتخذوا مسجدا ضرارا......لا تقم فيه ابدا لمسجد اسس على التقوىٰ من أول يوم أحق ان تقوم فيه. فيه رجال يحبون ان يتطهروا...الىٰ أخر الأية". تو حضور ﷺ نے مدینہ واپس آنے سے پہلے مالک بن دخشن اور معن بن عدی کو بلایا اور حکم دیا کہ تم جاکر اس مسجد ضرار کو منہدم کردو لہٰذا اس کو آگ میں جلادیا گیا۔

(ج) "في ذالك خير" کا مطلب: مسجد قبا میں خیر و برکت ہے یعنی مسجد قبا تو اسی آیت کا اول مصداق ہے اس لئے اس میں خیر و برکت ضرور ہے۔

مسجد نبوی کا مصداقِ آیت ہونا: تفسیر کا ایک قاعدہ ہے "العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص اللفظ" یعنی اگر نص کے الفاظ عام ہوں تو حکم شان نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتا، بلکہ عام ہوجاتا ہے پس آیت کا شان نزول اگرچہ مسجد قبا ہے؛ مگر آیت اس مسجد کے ساتھ خاص نہیں، مسجد نبوی بھی آیت کا مصداق ہے، بلکہ مسجد نبوی بدرجہ اولی آیت کا مصداق ہے، کیونکہ مسجد قبا میں آنحضور ﷺ نے چودہ دن نماز پڑھی ہے اور مسجد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نبوی میں دس سال تک مسلسل نمازیں پڑھی ہیں۔

اس کی نظیر: ایک دفعہ آنحضور ﷺ نے ازواج مطہرات سے ناراض ہوکر ایک مہینہ کے لئے ایلا فرمایا تھا جب مہینہ پورا ہوا تو سورہ احزاب کا ایک مکمل رکوع نازل ہوا جس میں حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنی بیویوں کو اختیار دیں جو چاہے تنگی ترشی کے ساتھ آپ کے ساتھ رہے، اور جو دنیا کی آسائش چاہے وہ آپ سے علیحدگی اختیار کر لے، تمام ازواج نے ذات نبوی کو دنیا کی آسائش پر ترجیح دی اور آپ کے ساتھ رہنے کو پسند کیا، اس واقعہ کے ضمن میں یہ آیت ہے "انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا" یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف کرے، شیعہ کہتے ہیں اس آیت کا مصداق حضرت علی، فاطمہ اور حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہم ہیں، اور وہی اہل بیت ہیں، ان کو یہ غلط فہمی ایک حدیث سے ہوئی ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، آپ نے کمبل اوڑھ رکھا تھا، حضرت حسن جو بچے تھے آئے آپ نے اس کو کمبل میں لے لیا پھر حضرت حسین آئے تو ان کو بھی کمبل میں لے لیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے ان کو بھی کمبل میں لے لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے انہیں بھی کمبل اوڑھا دیا اور خود باہر نکل گئے، اور دعا فرمائی: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گندگی کو دور فرما، اور ان کو پاک صاف رکھ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب رحمت کا دریا بہتا دیکھا تو دوڑی آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے بھی کمبل میں لے لیجئے، آپ نے ان کو کمبل کے نیچے نہیں لیا اور فرمایا "انت علی خیر" یہ جملہ مذکورہ حدیث میں جو جملہ ہے اس کے مانند ہے اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تم تو پہلے ہی سے اہل بیت میں شامل ہو یعنی تم تو آیت کا شان نزول ہو کیونکہ ان آیتوں کا اصل مصداق ازواج مطہرات ہیں؛ مگر حضور ﷺ نے آیت کے عموم میں ان چاروں کو بھی شامل کرنا چاہا اور اس کے لئے دعا فرمائی، اور یقیناً آپ کی دعا قبول ہوئی، پس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس طرح اس آیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات ہیں اور حضرات اربعہ ان کے ساتھ ملحق ہیں اسی طرح آیت ''لمسجد اسس علی التقوی'' کا اصل مصداق مسجد قبا ہے اور مسجد نبوی اس کے ساتھ ملحق ہے مگر خارجی قرائن پر مسجد نبوی بدرجہ اولیٰ مصداق ہے، یعنی ملحق بہ بڑھ گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دس سال تک مسلسل نمازیں پڑھی ہیں اور مسجد قبا میں صرف چودہ دن تک نمازیں پڑھی ہیں، اور حضرات اربعہ کی ازواج مطہرات پر افضلیت پر کوئی قرینہ نہیں اس لئے اصل یعنی ازواج مطہرات اور ملحق بہ یعنی حضرات اربعہ اہل بیت کے مصداق میں یکساں ہیں۔ واللہ اعلم (تحفۃ الالمعی ۲/ ۱۴۴)

سوال نمبر ۵۲

باب ماجاء إذا صلى الامام قاعدا فصلوا قعودا

(تح: ۱۸۶/۲، سالانہ ۱۴۳۸ھ)

حدیث نمبر ۳۶۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، فَجُحِشَ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ. قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) کیا معذور عن القیام امام کی اقتداء مقتدی حضرات قدرت کے باوجود بیٹھ کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہی کریں گے؟ یا کھڑے ہو کر، اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کیجئے۔

(ج) جن حضرات کا مسلک اس حدیث کے موافق نہیں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

(د) امام ترمذی کسی حدیث پر حسن اور صحیح دونوں کا حکم بیک وقت لگاتے ہیں یہ کیسے مناسب ہوگا اس کی تسلی بخش توجیہ کیجئے۔

جواب

(الف) انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے، آپ کو خراش آ گئی تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر آپ نے ہماری طرف پلٹ کر فرمایا: امام ہوتا ہی اس لیے ہے یا امام بنایا ہی اس لیے گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ أکبر کہے تو تم بھی اللہ أکبر کہو، اور جب وہ رکوع کرے، تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو، اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ترمذی کہتے ہیں: انس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

(ب) [۱] امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ امام قاعد کی اقتدا کسی بھی حال میں جائز نہیں اور یہی مسلک بھی امام محمد کا قول ہے، وہ امام شعبی کی مرفوع روایت سے استدلال کرتے ہیں جو مرسلا مروی ہے "لا يأُمَنَّ الرجل بعدي جالسا" اور حدیث باب کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

[۲] امام احمد، اوزاعی، اسحاق کے نزدیک اگر امام مریض ہو اور بیٹھ کر امامت کرے تو اس کی اقتداء جائز ہے اور مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں، ان کی دلیل حدیث باب ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، فَجُحِشَ، فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ، قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[۳] امام ابوحنیفہ، شافعی ابو یوسف، سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک امام قاعد کے پیچھے اقتداء درست ہے، لیکن غیر معذور مقتدیوں کو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے، بیٹھ کر اقتداء جائز نہیں۔

ان حضرات کا استدلال (۱) آیت قرآنی ''وقوموا للہ قانتین'' سے ہے جس میں قیام کو مطلقاً فرض صلاۃ قرار دیا گیا ہے، اس سے معذور لوگ بحکم ''لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا'' مستثنیٰ ہوں گے؛ لیکن غیر معذور مستثنیٰ نہیں۔

(۲) جمہور کی ایک اور دلیل آنحضرت ﷺ کا مرض وفات کا واقعہ ہے، جس میں آپ نے بیٹھ کر امامت فرمائی جبکہ تمام صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر اقتدا کی۔

(ج) جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب:

(۱) یہ حدیث مرض وفات کے واقعہ سے منسوخ ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت نوافل سے متعلق ہے فرض نماز سے نہیں؛ چنانچہ نفل نماز یہ ہو سکتا ہے کہ مقتدی بھی امام قاعد کی اقتداء بیٹھ کر کرے۔

(۳) یہ حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص تھا جبکہ آنحضور ﷺ بنفس نفیس امام ہوں، اس کی دلیل یہ ہے کہ کنز العمال میں مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے حضرت عروہ کا یہ قول مروی ہے ''بلغني انه لا ينبغي لاحد غير النبي صلى الله عليه وسلم (اي ان يؤم قاعدا لغيرهم)'' اور عروہ فقہاء سبعہ اور کبار تابعین میں سے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) ترمذی کے شارحین نے بہت سارے جواب دئے ہیں مگر تشفی بخش جواب جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی نے کتاب العلل (ص/۵۶۵) میں تحریر فرمایا ہے کہ "وماقلنا في كتابنا "حديث حسن" فكل حديث يروي لا يكون في اسناده من يتهم بالكذب و لا يكون الحديث شاذا ويروي من غير وجه نحو ذاك فهو عندنا حديث حسن" امام ترمذی کی اس تعریف کی رو سے حسن وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور اس میں شذوذ بھی نہ ہو۔۔ جمہور کی طرح وہ راوی کے حافظہ کے نقصان کو حدیث حسن کے لئے شرط قرار نہیں دیا، لہٰذا اس تعریف کی رو سے حسن اور صحیح میں عام خاص کی نسبت ہے نہ کہ تباین کی نسبت، پس حسن عام ہے صحیح خاص ہے یعنی جس روایت پر امام ترمذی کی حسن کی تعریف (متہم بالکذب اور شاذ نہ ہونا) صادق آرہی ہو اگر وہ ساتھ ہی تام الضبط افراد سے مروی ہو اور اس میں کوئی علت بھی نہ ہو تو وہ حسن بھی ہے اور صحیح بھی ہے اور اگر راوی تام الضبط نہ ہو یا اس میں کوئی علت پائی جائے (مگر حسن کی تعریف صادق آرہی ہو) تو حدیث صرف حسن ہے، الغرض امام ترمذی کے نزدیک حسن سے مراد عام محدثین نے جو مراد لیتے ہیں وہ نہیں جو صحیح کے معارض ہے، لہٰذا اب حسن اور صحیح کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

سوال نمبر ۵۳

(تخ:۱۸۶/۲، سالانہ ۱۴۱۱ھ)

حدیث نمبر ۳۶۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، فَجُحِشَ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَاصَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(الف) قادر علی القیام ایسے امام کی اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں جو عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اگر کرسکتا ہے تو جالسا اقداء کرے گا یا قعودا مجتہدین کرام کا اختلاف مع دلائل لکھیں۔

(ب) احناف کا مسلک اس بارے میں کیا ہے اگر اس حدیث کے مطابق نہیں ہے تو جواب بیان کیجئے۔

جواب

(الف) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ب) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

سوال نمبر ۵۴

باب ماجاء فی سجدتی السهو قبل السلام

(ت ح:۲/۲۱۹، سالانہ ۱۴۰۹ھ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ.

(الف) سجدہ سہو قبل السلام ہے یا بعد السلام مجتہدین کرام کی آراء تفصیل سے لکھیں۔

(ب) احناف کی کم از کم دو دلیلیں ضرور لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف)[۱] حنفیہ کے نزدیک سجدہ سہو مطلقاً بعد السلام ہے۔

[۲] شافعیہ کے نزدیک مطلقاً قبل السلام ہے۔

[۳] امام مالک کے نزدیک اگر سجدہ سہو نماز میں کسی نقصان کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو سجدہ سہو قبل السلام ہوگا اور اگر کسی زیادتی کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو بعد السلام ہوگا (ان کے مسلک کو یاد رکھنے کے لیے اس طرح تعبیر کیا جاتا ہے کہ القاف بالقاف الدال بالدال یعنی (القبل بالنقصان و البعد بالزیادۃ).

[۴] امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سہو کی جن صورتوں میں سجود قبل السلام ثابت ہے وہاں قبل السلام پر عمل کیا جائے گا مثلاً حدیث باب میں قعدہ اولیٰ کے ترک پر، اور جہاں آپ سے بعد السلام ثابت ہے ان صورتوں میں بعد السلام پر عمل ہوگا مثلاً چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دینے کی صورت میں، کما فی حدیث ذی الیدین اور جہاں آنحضرت ﷺ سے کچھ ثابت نہیں وہاں قبل السلام سجود ہوگا

حنفیہ کی دلیل: حدیث (۱) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۲) ابوداؤد، ابن ماجہ میں حضرت ثوبان سے مرفوعاً مروی ہے "لكل سهو سجدتان بعد ما يسلم"۔

(۳) سنن نسائی و سنن ابوداؤد میں حضرت عبد اللہ بن جعفر کی روایت مروی ہے "قال قال رسول الله ﷺ من شك في صلاته فليسجد سجدتين بعد ما يسلم"۔

شافعیہ کی دلیل: فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل امام مالک: حنفیہ کی دلیل اول اور شافعیہ کی دلیل ان کی دلیل ہے کہ ایک حدیث میں زیادتی کی وجہ سے بعد السلام سجدہ سہو کرنے کا اور دوسری حدیث میں نقصان کی وجہ سے قبل السلام سجدہ سہو کرنے کا بیان ہے۔

امام احمد کی دلیل بھی یہی دونوں قسموں کی حدیثیں ہیں لیکن آپ کو شافعیہ کی دلیل زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اس وجہ سے باقی صورتوں کو اسی پر محمول کیا گیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سوال نمبر ۵۵

باب ماجاء في الرجل يسلم في الركعتين من الظهر والعصر

(سالانہ ۱۴۳۶ھ)

حدیث نمبر ۳۹۹: حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ وَهُوَ: أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَارَسُولَ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ، فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) درمیان نماز کلام مفسد صلاۃ ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف مع دلائل تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (ظہر یا عصر کی) دو رکعت پڑھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر (مقتدیوں کی طرف) پلٹے تو ذوالیدین نے آپ سے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا نماز کم کردی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین سچ کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں (آپ نے دو ہی رکعت پڑھے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آخری دونوں رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہا، پھر اپنے پہلے سجدہ کی طرح یا اس سے کچھ لمبا سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہا اور سر اٹھایا، پھر اپنے اسی سجدہ کی طرح یا اس سے کچھ لمبا سجدہ کیا (یعنی سجدہ سہو کیا)۔

(ب)[۱] امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کلام نسیاناً یا جہلاً عن الحکم ہو تو کلام مفسد صلاۃ نہیں، بشرطیکہ کلام طویل نہ ہو، دلیل: حدیث باب ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ذوالیدین کا یہ کلام جہلاً عن الحکم تھا اور نبی کریم ﷺ کا یہ کلام نسیاناً تھا اس لئے کلام مفسد صلاۃ نہیں ہوا۔

[۲] امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر امام یا مقتدی یا دونوں کے گمان میں نماز پوری ہو چکی ہے، جبکہ نفس الامر میں پوری نہیں ہوئی پھر کلام کیا گیا تو کلام اثر انداز نہیں ہوگا بصورت دیگر نماز فاسد ہو جائے گی، دلیل حدیث باب ہے کہ مذکورہ حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا اور صحابہ کا خیال تھا کہ فرض مکمل ہو چکا ہے، آنحضرت ﷺ سمجھ رہے تھے کہ آپ نے پوری نماز پڑھائی ہے، اور صحابہ کا خیال تھا کہ شاید نماز میں کمی ہوگئی ہے، غرض امام اور مقتدی سب یہ سمجھ رہے تھے کہ نماز مکمل ہو چکی ہے اس لئے یہ کلام مفسد صلاۃ نہیں ہے۔

[۳] امام ابوحنیفہ کے نزدیک کلام فی الصلاۃ مطلقاً مفسد صلاۃ ہے خواہ عمداً ہو یا نسیاناً ہو یا جہلاً عن الحکم ہو یا خطأً، یا اصلاح صلاۃ کی غرض سے ہو یا اس غرض سے نہ ہو بہر صورت کلام مفسد صلاۃ ہے۔

دلائل: (۱) آیت قرآنی وقوموا للہ قانتین یہاں قنوت کی معنی سکوت ہیں اور بکثرت روایات حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ یہ آیت نماز میں کلام سے روکنے کے لئے نازل ہوئی تھی۔

(۲) صحاح میں حضرت زید بن ارقم کی حدیث ہے: قال کنا نتکلم في الصلاة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یکلم الرجل صاحبه وهو الي جنبه في الصلاة حتي نزلت وقوموا لله قانتين "وامرنا بالسكوة ونهينا عن الكلام".

(۳) "عن ابن مسعود قال كنا نسلم على النبي صلى الله عليه وسلم ليرد علينا السلام حتي قدمنا من ارض الحبشة فسلمت عليه فلم يرده علي فاخذني ما قرب وما بعد فجلست حتي اذا قضي الصلاة قال ان الله يحدث من أمره مايشاء وانه قد احدث من امره ان لا يتكلم في الصلاة".

سوال نمبر ۵۶

باب ماجاء في سجدتی السهو بعد السلام والكلام

(تح:۲/۲۲۵،سالانہ ۱۴۱۵ھ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ. فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(الف) سجدہ سہو کی حقیقت میں فقہاء کا اختلاف لکھیں۔

(ب) سجدہ سہو قبل السلام یا بعد السلام اس میں ائمہ کرام کا اختلاف مدلل و مفصل لکھیں۔

(ج) کلام فی الصلاۃ میں مجتہدین کرام کا اختلاف مدلل و مفصل لکھیں۔

جواب

(الف) امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سجدہ سہو کی حقیقت: دو سجدہ اور سلام ہے، شافعیہ کے نزدیک سجدہ سہو کی حقیقت صرف دو سجدے ہیں نہ سلام ہے نہ تشہد اور جہاں تک سجدہ سہو کے بعد سلام کا تعلق ہے تو وہ نماز کا سلام ہے؛ چنانچہ مذہب حنفیہ میں سجدہ سہو کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں سب کچھ پڑھ لے: تشہد بھی درود بھی دعا بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کے بعد سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے پھر صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے مگر جماعت کی نماز میں عارضی مصلحت سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے پھر سجدہ کئے جائیں اور درود، دعا سہو کے قعدہ میں تشہد کے بعد پڑھے جائیں۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/۲۱۹)

(ب) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ج) جواب پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

سوال نمبر ۵۷

باب في ترك القنوت

(م: ۹۱، تح: ۲/۲۳۷، در: ۲/۱۶۶، سالانہ ۱۴۳۲ھ)

عَنِ الْبَرءِ ابْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ. وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَةِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ هٰهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا يَقْنُتُونَ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ. قَالَ أَبُوْعِيْسٰى وَأَبُوْمَالِكٍ الْأَشْجَعِي: إِسْمُهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) قنوت فی الفجر کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کیجئے۔

(ج) جن حضرات کا مسلک حدیث اول کے موافق نہیں ہے ان کی طرف سے اس کا کیا جواب ہے، نیز قنوت کے محدث ہونے کا کیا مطلب ہے۔

(د) امام ترمذی کے قول کا مقصد تحریر کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) حضرت براءبن عازب رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نماز فجر اور مغرب میں قنوت پڑھا کرتے تھے، اورابو مالک سعد بن طارق اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (طارق بن اشیمؓ سے عرض کیا: ابا جان! آپ نے رسول اللہ علیہ السلام، ابوبکر، عمر اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور علیؓ کے پیچھے بھی یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ برس تک پڑھی ہے، کیا یہ لوگ (برابر) قنوت (قنوت نازلہ) پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: میرے بیٹے! یہ بدعت ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں: ابو مالک الاشجعی اس کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

(ب) [۱] امام مالک، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ فجر کی نماز میں رکوع ثانی کے بعد قنوت پورے سال مشروع ہے، پھر امام مالک کے نزدیک اس کا فقط استحباب ہے اور امام شافعی کے اس کی سنیت کے قائل ہیں۔

دلائل: (۱) براءبن عازب کی حدیث ہے: عن البراء بن عازب ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقنت في صلاة الصبح و المغرب.

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت: مازال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقنت في الفجر حتى فارق الدنيا.

(۳) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے "لأنا اقربكم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان ابو هريرة يقنت في الركعة الاخيرة من صلاة الصبح".

[۲] حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک عام حالات میں قنوت فجر مسنون نہیں، البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت نازل ہوگئی تو اس زمانہ میں فجر میں قنوت پڑھنا مسنون ہے جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے۔

دلائل: (۱) وعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَةِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا يَقْنُتُونَ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ.

(۲) عن عبد الله بن مسعود لم يقنت النبي صلى الله عليه وسلم الا شهرا لم يقنت قبله ولا بعده.

(ج) جہاں تک حدیثِ باب کا تعلق ہے وہ قنوت نازلہ پر محمول ہے اور لفظ کان استمرار دوامی پر دلالت نہیں کرتا، جیسا کہ علامہ نبوی نے شرح مسلم میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے، بدعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے ابتدائی ایام میں فجر میں قنوت پڑھا ہے مگر بعد میں ترک کر دیا تھا، اور صغار صحابہ نے جب دیکھا کہ مرور زمانہ سے لوگ آنحضرت ﷺ کے اس عمل کو بھول گئے ہیں تو آپ نے اس کو کبھی کبھی شروع کیا تا کہ لوگ اس عمل کو بھی محفوظ کریں؛ مگر چونکہ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے اس لئے بعض لوگوں نے اس سے دلچسپی لینی شروع کر دی اور یہ عمل دوام کے ساتھ کرنے لگے، ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ کے علاقہ میں بھی بعض لوگ فجر میں دوام کے ساتھ قنوت پڑھنے لگے تھے؛ چنانچہ آپ نے اپنے والد سے استواب کیا انہوں نے اس کو بدعت قرار دیا۔

(د) امام ترمذی کی عادت ہے کہ جب کہ کوئی راوی کنیت سے مشہور ہو یا لقب سے مشہور ہو اور علم کے اعتبار سے غیر معروف ہو تو آخر حدیث میں اس کا علم بیان کر دیتے ہیں اسی طرح حدیث کے راوی ابو مالک اشجعی کنیت سے مشہور ہے، اور اس کا علم سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

سوال نمبر ۵۸

باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة

(تح: ۲/ ۲۶۵، در: ۲/ ۱۸۵، ششماہی ۱۴۲۹ھ)

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اس حدیث کا ایک دوسری حدیث سے تعلق ہے، وہ کیا حدیث ہے، اور دونوں حدیثوں میں کیا مضمون ہے۔
(ب) فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد میں سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں، اور یہ حدیث جن آئمہ کے خلاف ہے وہ حدیث کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟ سوچ کر لکھیں۔

جواب

(الف) یہ حدیث دوسری ایک حدیث سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء دونوں مضمون یہ ہیں کہ مؤذن حی علی الصلاہ کہہ کر فرض نماز کے لیے بلاتا ہے، پس کسی کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اذان کے بعد مسجد پہنچ کر تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو اور دیگر نوافل میں مشغول ہونا جائز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مؤذن نے فرض نماز کے لیے بلایا ہے، پس بین کل اذانین صلاۃ اس شبہ کا ازالہ کیا گیا کہ اذان کے بعد بھی سنن پڑھ سکتے ہیں اور یہ اللہ کے داعی کے مخالف نہیں کیونکہ وہ جماعت کھڑی ہونے سے پہلے دوبارہ بلائے گا رہی یہ بات کہ اذان کے بعد سنن ونوافل میں مشغول ہونا کب تک جائز ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس کی حد بیان کی گئی ہے کہ جب مؤذن دوسری مرتبہ بلائے یعنی تکبیر شروع کرے تو اب نفلوں میں مشغول ہونا جائز نہیں، اب جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/ ۲۶۵)

(ب) [۱] شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک فجر میں جماعت کھڑی ہونے کے بعد اس کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں، یہ حضرات حدیث باب "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ" سے استدلال کرتے ہیں، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فجر میں جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد کے کسی گوشہ میں یا عام جماعت سے ہٹ کر فجر کی سنتیں پڑھ لینا درست ہے، بشرطیکہ جماعت کے بالکل فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔
دلائل: (۱) وہ تمام احادیث ہیں جن میں سنت فجر کی بطور خاص تاکید کی گئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابہ کرام کے آثار: (۲) طحاوی میں حضرت نافع سے مروی ہے ”ایقظت ابن عمر لصلاة الفجر و قد اقیمت الصلاة فقام فصلی الرکعتین“۔

(۳) عن ابي اسحاق قال حدثني عبد الله بن ابي موسي عن ابيه حين دعاهم سعيد بن العاص . دعا ابا موسي و حذيفة و عبد الله مسعود قبل ان يصلي الغداة ثم خرجوا من عنده و قد اقيمت الصلاة فجلس عبد الله الي استوانة من المسجد فصل الركعتين ثم دخل في الصلاة.

(۴) عن ابي عثمان الانصاري جاء عبد الله بن عباس و الامام في صلاة الغداة و لم يكن صلى الركعتين. فصلى عبد الله بن عباس الركعتين خلف الامام ثم دخل معهم.

(۵) طحاوی میں حضرت ابو الدرداء کے بارے میں مروی ہے ”انه كان يدخل المسجد و الناس صفوف في صلاة الفجر فيصلي الركعتين في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في الصلاة“۔

(۶) عن ابي عثمان النهدي كنا نأتي عمر ابن الخطاب قبل ان نصلي الركعتين قبل الصبح وهو في الصلاة فنصلي الركعتين في آخر المسجد ثم ندخل مع القوم في صلاتهم.

ان تمام آثار کی اسانید صحیح ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کا عمل یہ تھا کہ وہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی فجر کی سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے، اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ فجر کی سنتیں آکد السنن ہیں اور فجر میں قراءت بھی طویل ہوتی ہے اس لئے اگر سنن فجر کا حکم حدیث باب کے حکم سے مستثنیٰ ہو تو کوئی بعید نہیں۔

حدیث باب کا جواب: جہاں تک حدیث باب کے عموم کا تعلق ہے اس پر خود شافعیہ بھی پوری طرح عمل پیرا نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص جماعت کھڑی ہونے کے بعد اپنے گھر میں سنتیں پڑھ کر چلے تو یہ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے حالانکہ حدیث باب کے حکم میں یہ بھی داخل ہے، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس میں گھر اور مسجد کی کوئی تفریق نہیں ہے، دوسرے الا المکتوبۃ کے الفاظ میں صلاۃ فائتہ بھی داخل ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اقامت صلاۃ کے بعد فائتہ کا پڑھنا جائز ہو حالانکہ شافعیہ اس کو بھی جائز نہیں کہتے، گویا یہ حدیث عام خص عنہ البعض کے درجے میں ہے لہٰذا اگر حنفیہ فقہاء صحابہ کے تعامل کی بنا پر اس میں مزید تخصیص پیدا کرلیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

سوال نمبر ۵۹

باب ماجاء في اعادتهما بعد طلوع الشمس

(سالانہ ۱۴۳۶ھ)

حدیث نمبر ۴۲۳: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ هَمَّامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ هَذَا إِلَّا عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ الْكِلَابِيَّ، وَالْمَعْرُوفُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ.

(الف) عبارت کا ترجمہ کیجئے۔

(ب) فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو ان کی قضاء ہے یا نہیں اس سلسلہ میں ائمہ کے مذاہب نقل کیجئے۔

(ج) امام ترمذی کے کلام کا مطلب واضح انداز میں تحریر کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو فجر کی دونوں سنتیں نہ پڑھ سکے تو انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے امام ترمذی کہتے ہیں، یہ حدیث ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں، ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے ھمام سے یہ حدیث اس سند سے اس طرح روایت کی ہو سوائے عمرو بن عاصم کلابی کے۔ اور بطریق: قتادة عن النضر بن أنس عن بشير بن نهيك عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم مشہور یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے فجر کی ایک رکعت بھی سورج طلوع ہونے سے پہلے پالی تو اس نے فجر پالی۔

(ب)[۱] شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں فرض سے پہلے نہ پڑھ سکا تو وہ ان کو فرض کے بعد طلوع شمس سے پہلے ادا کر سکتا ہے۔

[۲] حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فجر کے فرض کے بعد طلوع شمس سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز نہیں؛ بلکہ اسی صورت میں طلوع شمس کا انتظار کرنا چاہئے، اور اس کے بعد سنتیں پڑھنی چاہئے، حنفیہ کی تائید میں وہ تمام احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جو صلاة بعد الفجر کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور معنی متواتر ہیں، نیز حنفیہ اور ایک حدیث باب ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَمَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ.

(ج) امام ترمذی رحمہا اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہم نہیں جانتے مگر اسی سند سے (یعنی عمر بن عاصم کلابی سے اوپر اس کی صرف یہی ایک سند ہے، امام ترمذی نے اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا کہ یہ روایت کس درجہ کی ہے) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا کیا (یعنی ان کی فجر کی سنتیں رہ گئیں تھیں تو ان کو سورج نکلنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بعد پڑھا، یہ روایت مؤطا مالک ص ۴۵ فی رکعتی الفجر میں ہے) اس حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے، اور اسی کے سفیان ثوری، شافعی، احمد، اسحاق، ابن المبارک قائل ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم کسی کو نہیں جانتے جس نے یہ حدیث ہمام سے اس سند سے اس کے مانند روایت کی ہو سوائے عمر بن عاصم کلابی کے (یہ تکرار ہے یہ راوی صدوق ہے مگر حافظہ میں خرابی تھی اور مذکورہ مضمون یہی راوی تنہا روایت کرتا ہے) اور قتادہ کی مذکورہ سند سے محدثین کے نزدیک جو متن معروف ہے وہ یہ ہے کہ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبحِ قَبلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبحَ. یعنی جس نے سورج نکلنے سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی اس نے صبح کی نماز پالی (پس عمر بن عاصم کی روایت شاذ ہے)

فائدہ: علامہ کشمیری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ حضرت قتادہ کی اس سند سے بیس روایتیں مروی ہے مگر کسی سند میں مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبحِ قَبلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبحَ. والا متن مروی نہیں (فالیراجع لتفصیله معارف السنن (۲/ ۱۳۵، ۴/ ۱۰۰) یعنی جو بات امام ترمذی نے فرمائی ہے اس کے بالکل برعکس شاہ صاحب نے دعوی کیا)

سوال نمبر ۶۰

باب ماجاء ان الوتر ليس بحتم

(م: ۱۰۳، تح: ۲/ ۳۰۶، در: ۲/ ۲۰۷، سالانہ ۱۴۲۸ھ)

حدیث نمبر ۴۵۳: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوبَةِ، وَلَكِنْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وعَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ. أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: إِنَّ اللهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ، جَعَلَهُ اللهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

(الف) اعراب لگا ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) وتر کے وجوب و عدم وجوب میں اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں، مذکورہ دونوں حدیثوں میں کونسی حدیث کس کی دلیل ہے؟ اور احناف کے نزدیک پہلی حدیث کی کیا توجیہ ہے؟

(ج) وتر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اور دو رکعتوں پر سلام پھیرنا جائز ہے یا نہیں۔

(د) "وإذا خفت الصبح فاوتر بركعة" کا احناف کے نزدیک اس کا کیا مطلب ہے مفصل لکھیں۔

جواب

(الف) ترجمہ مع مطلب: علیؓ کہتے ہیں: وتر تمہاری فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے سنت قرار دیا یعنی یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ نے جاری کیا ہے (اس حد تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس کے بعد اپنے قول کی تائید کے لئے حدیث مرفوع لائے ہیں) اور فرمایا: اللہ یگانہ ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے (پہلے لفظ وتر کے معنی ہیں یگانہ یعنی جس میں دوئی کی بو بھی نہ ہو اور دوسرے وتر کے معنی ہیں طاق؛ چونکہ طاق میں یگانہ پن کا شائبہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ طاق کو پسند کرتے ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حافظوں کو نصیحت کی) اے اہل قرآن! تم وتر پڑھا کرو۔

خارجہ بن حذافہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (حجرے سے نکل کر) ہمارے پاس آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز کی کمک بھیجی ہے (کسی جگہ فوج بر سر پیکار ہو ان کی مدد کے لیے پیچھے سے مزید فوج بھیجی جائے تو اس کو اردو میں کمک اور عربی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں امداد (اضافہ) کہتے ہیں)، جوتمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، (عربوں کے نزدیک سرخ اونٹ بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا آج کی اصطلاح میں کہیں گے وہ نماز تمہارے لئے بنگلوں اور مرسڈیز کاروں سے بہتر ہے) وہ وتر کی نماز ہے، اللہ نے اس کا وقت تمہارے فائدہ کے لیے نماز عشاء سے لے کر فجر کے طلوع ہونے تک مقرر کیا ہے۔

(ب) [۱] ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک وتر واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔

دلائل: (۱) حدیث باب: عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوبَةِ، وَلَكِنْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ.

(۲) ان حضرات کا دوسرا استدلال ان روایات سے ہے جن میں نمازوں کی تعداد پانچ بیان کی گئی ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر وتر واجب ہوتی تو نمازوں کی تعداد چھ ہوجاتی۔

(۳) تیسرا استدلال حضرت عبادہ بن الصامت کا اثر ہے کہ ان سے ذکر کیا گیا کہ فلاں شخص وتر کو واجب کہتا ہے تو انہوں نے اس کی تغلیط کرتے ہوئے فرمایا: "کذب"

(اخرجہ ابوداؤد)

[۲] امام اعظم کے نزدیک وتر واجب ہے۔

دلائل: (۱) عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وتر او نسیہ فلیصلہ إذا اصبح او ذکرہ۔

(۳) عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ، جَعَلَهُ اللهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ، اس میں لفظ امدّ اضافہ کرنے اور مدد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہنچانے کے معنی میں ہے، اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اگر یہ محض سنت ہوتا تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے بجائے آنحضرت ﷺ کی طرف کی جاتی کما فی قوله عليه السلام ”كتب الله عليكم صيامه، و سننت لكم قيامه“ ”هذا“ ”ان الله امدكم“ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اضافہ کی نسبت وجوب وتر پر دلالت کرتی ہے۔

حدیثِ اول جمہور کی دلیل ہے جیسا کہ پہلے گزری اور دوسری حدیث حنفیہ کی دلیل ہے اس کا ذکر بھی پہلے گزر چکی ہے، حنفیہ کی طرف سے پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ وجوب کی نفی نہیں بلکہ فرضیت کی نفی ہے، جیسے ”كصلاتكم المكتوبة“ کے الفاظ اس پر دلالت کررہے ہیں؛ چنانچہ ہم بھی صلوات خمسہ کی طرح اس کی فرضیت کے قائل نہیں اور اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔

(ج) وتر کی تعداد رکعت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وتر ایک سے لیکر سات رکعات تک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں اور عام طور سے ان حضرات کا عمل تین رکعتیں دو سلاموں سے ادا کرتے ہیں، یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر دینا پھر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دینا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں متعین ہے اور یہ بھی ایک سلام سے ہونا شرط ہے، یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر دینا جائز نہیں۔

(د) قوله ”وإذا خفت الصبح فاوتر بركعة“ کا احناف کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب صبح صادق کا اندیشہ ہو تو دوگانہ کے ساتھ ایک رکعت اور ملائی جائے، قاعدہ ہے کہ جب شریعت کسی متعدی لفظ کو اپنی اصطلاح بناتی ہے تو وہ لفظ لازم ہوجاتا ہے۔ پھر اگر اسے متعدی بنانا ہو تو عام طریقہ کے مطابق حرف جر کے ذریعہ متعدی بنائیں گے؛ مگر لغت والے متعدی اور اس متعدی کے درمیان فرق ہوگا، لغت والا لازم کے متعدی ہونے کے بعد جو معنی ہوتے ہے وہ تو ظاہر ہے اور شریعت والے لازم کو جب متعدی کریں گے تو اس کے معنی میں دوسری چیز کے ضمن میں کوئی کام کرنے کا مفہوم پیدا ہوگا، جیسے ”قرأ الكتاب“ حرف جر کے بغیر متعدی ہے پھر شریعت نے اس کو اس کو اپنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اصطلاح بنایا پس یہ لازم ہوگیا قرأتی الصلاۃ کے معنی ہیں: نماز میں قراءت کی پھر جب متعدی بنالیا تو حرف جر کا واسطہ لائے، اور کہا: "لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" اب معنی ہونگے فاتحہ کو دوسری چیز کے ساتھ نہ پڑھا تو نماز نہیں ہوئی، اسی طرح اوتر الاشیاء کے معنی ہیں: چیزوں کو طاق بنایا، یہ متعدی بنفسہ ہے پھر جب یہ لفظ شرعی اصطلاح بنا تو لازم ہوگیا، کہیں گے "اوتر الرجل" آدمی نے وتر پڑھے، پھر جب متعدی کیا اور کہا "اوتر برکعة" تو معنی ہوں گے: ایک رکعت کو کسی اور چیز کے ساتھ ملایا یعنی دوگانہ کے ساتھ ملایا یعنی جب صبح صادق کا اندیشہ ہو تو دوگانہ پر سلام نہ پھیرا جائے بلکہ اس کے ساتھ ایک رکعت ملائی جائے، یہی وتر اصطلاحی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/ ۲۸۵)

سوال نمبر ۶۱

باب ماجاء الوتر سبع رکعات

(م: ۱۰۳، تح: ۲/ ۳۱۲، در: ۲/ ۲۱۲، ۱۴۳۵ھ)

حدیث نمبر ۴۵۷: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً فَلَمَّا كَبِرَ وَضَعُفَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ. قَالَ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ وَإِحْدَى عَشْرَةَ وَتِسْعٍ وَسَبْعٍ وَخَمْسٍ وَثَلَاثٍ وَوَاحِدَةٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) وتر کی نماز کتنی رکعتیں ہیں؟ کیا ایک رکعت سے وتر پڑھنا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف لکھئے اور حنفیہ کے دلائل اور وجوہ ترجیح تحریر کیجئے۔

(ج) اسحاق بن راہویہ نے "کان صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث عشر... الخ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟ نیز حدیث عائشہ "کان یوتر بخمس ولا یجلس في شيئ منهن الا في آخرهن" کا کیا مطلب ہے؟ تشفی بخش جواب لکھے۔

جواب

(الف) ام المؤمنین ام سلمہؓ کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ وتر تیرہ رکعت پڑھتے تھے لیکن جب آپ عمر رسیدہ اور کمزور ہو گئے تو سات رکعت پڑھنے لگے۔

اس باب میں عائشہؓ سے بھی روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے وتر تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک سب مروی ہیں۔

(ب) وتر کی تعداد رکعت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

[۱] ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وتر ایک سے لیکر سات رکعات تک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں اور عام طور سے ان حضرات کا عمل تین رکعتیں دو سلاموں سے ادا کرتے ہیں۔

ان کی دلیل: (۱) حدیث باب میں ہے فَلَمَّا كَبِرَ وَضَعُفَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ.

(۲) اور دوسری حدیث: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَتْرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ وَإِحْدَى عَشْرَةَ وَتِسْعٍ وَسَبْعٍ وَخَمْسٍ وَثَلَاثٍ وَوَاحِدَةٍ.

اس میں سات سے اوپر والی نماز تہجد کی ہے۔

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں متعین ہے اور یہ بھی ایک سلام سے ہونا شرط ہے۔

دلیل: (۱) صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو ترمذی میں بھی ذکر ہے "عن أبي سلمه بن عبد الرحمٰن انه اخبره انه سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد ولا ينقص في رمضان ولا في غيره على احدى عشر ركعة يصلي اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا...الخ".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ في الوتر بسبح اسم ربك الاعلٰی و قل یایها الكافرون، و قل هو الله احد "في ركعت ركعة".

(۳) "عن عبد العزيز بن جريج قال سألت عائشة بأي شيء كان يوتر رسول الله عليه وسلم؟ قالت كان يقرأ في الاولي بسبح اسم ربك الاعلي، وفي الثانية بقل ياايها الكافرون، وفي الثالثة بقل هو الله احد والمعوذتين". ان سب روایتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وتر کی تین رکعت ہے۔

وجوہِ ترجیح: ائمہ ثلاثہ نے سترہ، تیرہ گیارہ والی روایتوں کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہاں ایتار سے مراد پوری صلاۃ اللیل ہے جس میں سے تین رکعتیں وتر کی ہے اور باقی تہجد کی ہے، تو ہم بھی سات، پانچ رکعات والی روایتوں کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ تین رکعات وتر کی ہے اور باقی چار، یا دو رکعات نفلیں ہیں، اور اس توجیہ کی تائید بھی ہے کہ: عن عبد العزيز بن جريج قال سألت عائشة بأي شيء كان يوتر رسول الله عليه وسلم؟ قالت كان يقرأ في الاولي بسبح اسم ربك الاعلي، وفي الثانية بقل يا ايها الكافرون، وفي الثالثة بقل هو الله احد والمعوذتين.

(ج) امام ترمذی نے اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے کہ "معني ماروي ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث عشرة" قال: انما معناه كان يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة مع الوتر فنسبت صلاة الليل الي الوتر. یعنی ان میں سے تین رکعات وتر کی ہے اور باقی دس رکعات تہجد کی ہے، اور پورے نماز کو وتر کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ کی روایت "كان يوتر بخمس و لا يجلس في شيئ منهن الا في آخرهن" کا مطلب: دراصل ان میں تین رکعات وتر کے ساتھ دو رکعتیں نفل کی شامل ہیں، اور "و لا يجلس" سے جلوس طویل کی نفی کی ہے، جو دعا کرنے کے لیے ہو، نفس قعدہ کی نفی نہیں ہے؛ چنانچہ معمول یہی ہے کہ دعا وتر کے بعد نہیں کی جاتی ہے؛ بلکہ نفلوں کے بعد کی جاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۶۲

باب فضل يوم الجمعة

(تخ: ۳۵۱/۲، شمائی ۱۴۲۵ھ، ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر ۴۸۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ.

(الف) جمعہ کی فضیلت کن وجوہ سے ہے؟ اور آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور جمعہ کے قیامت برپا ہونا فضیلت کس طرح ہے۔

(ب) ساعت مرجوہ جو اس حدیث میں مذکور نہیں وہ کیا ہے اس کی احتمالی جگہ کون سی ہے، اور اس کو مخفی رکھنے میں کیا حکمت ہے۔

(ج) ساعۃ مرجوہ کے بارے حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن سلام کے ساتھ مکالمہ کو تحریر کریں۔

(د) جمعہ کے دن غسل میں کیا اختلاف ہے؟ اختلافِ آراء مع دلائل لکھیں۔

جواب

(الف) جمعہ کی فضیلت کے لیے بہت وجوہات ہیں، ان میں سے پانچ مشہور یہ ہیں: (۱) اسی دن انسانوں کے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی (۲) حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن جنت میں داخل کیا گیا (۳) جمعہ کے دن آدم وحواء کو جنت سے نکالا گیا (۴) اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ (ابن ماجہ: ۱۰۴۸) (۵) جمعہ کے دن قیامت قائم ہوگی (۶) جمعہ کے دن جس بندہ کی وفات ہوتی ہے عذاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قبر سے اس کو رہائی ملتی ہے۔ (ترمذی ۱۰۷/۱) (۷) ہر جمعہ میں ایک ساعت مروجہ ہے اس گھڑی میں بندہ جو کچھ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ وہ ضرور عنایت فرماتے ہیں۔

حضرت آدم وحواء علیہما السلام کا اخراج جمعہ کے لیے فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اخراج کے واقعہ کے دو پہلو ہیں: ایک ظاہری دوسری باطنی ہے ظاہری پہلو تو اچھا نہیں کہ دادا دادی کا جنت سے اخراج کیا جانا مگر باطنی پہلو بہت اچھا ہے کہ اس اخراج کا سبب ہے آدم وحواء کی نسل کا وجود میں آنا اور اس کے بعد اللہ کی شریعت آئی پھر لوگوں نے اس پر عمل کیا اب دوبارہ جنت میں جائینگے پس اگر یہ اخراج نہ ہوتے اور ذریت آدم نہ ہوتی تو ہم کیسے جنت میں جاتے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ اخراج جس کی سبب سے ذریت آدم، انبیاء اور رسول، نیکوکار اور صلحاء اولیاء و بزرگ وجود میں آنا یہ غصہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اگلے فیصلہ کی بنا پر ہے؛ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں جمع کر کے فرمایا: اني جاعل في الارض خليفه... الخ. (الاحوذی شرح الترمذی لابی بکر بن العربی)

جمعہ کے دن قیامت کا قائم ہونا یہ یوم الجمعہ کے لیے فضیلت ہے کیونکہ قیامت کا قائم ہونا یہ انبیاء اور رسول، نیک کار، صالحین اولیاء و بزرگ کی جزا ملنا اور جنت میں جانا اور دیدار الٰہی ہونے کا زمانہ قریب ہونے کا سبب ہے۔ (الاحوذی شرح الترمذی لابی بکر بن العربی)

(ب) ساعت مروجہ یعنی جس گھڑی میں قبولیت دعا کی امید باندھی گئی ہے وہ کس وقت آتی ہے اس میں علماء کے پینتالیس اقوال ہیں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے موطا مالک کی شرح تنویر الحوالک میں وہ سب اقوال ذکر کئے ہیں، امام اعظم اور امام احمد رحمہما اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ وہ گھڑی عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک آتی ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ زوال کے بعد جب امام خطبہ کے لیے ممبر پر آتا ہے اس وقت سے نماز کا سلام پھیرنے تک وہ گھڑی آتی ہے۔

ساعت مروجہ کی نشاندہی پوشیدہ رکھا گیا اس لئے کہ قیمتی ہیرے دکھائی نہیں جاتے اس کو تلاش کرنا پڑھتا ہے اسی طرح ساعت مروجہ بھی قیمتی ہیرے ہیں اس کو پانے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیے جد وجہد کرنی پڑتی ہے، علاوہ ازیں نشاندہی نہ کرنے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ بندہ جمعہ کا پورا دن عبادت میں مصروف رہے۔

(ج) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس میں سورج نکلا جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم پیدا کیے گئے، اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے، اسی دن وہ جنت سے (زمین پر اتارے گئے) اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جسے مسلم بندہ نماز کی حالت میں پائے اور اللہ سے اس میں کچھ طلب کرے تو اللہ اسے ضرور عطا فرمائیں گے ابوہریرہؓ کہتے ہیں: پھر میں عبداللہ بن سلام سے ملا اور ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں یہ گھڑی اچھی طرح جانتا ہوں، میں نے کہا: مجھے بھی اس کے بارے میں بتائیے اور اس سلسلہ میں مجھ سے بخل نہ کیجیے، انہوں نے کہا: یہ عصر کے بعد سے لے کر سورج ڈوبنے کے درمیان ہے، اس پر میں نے کہا: یہ عصر کے بعد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اسے مسلمان بندہ حالت نماز میں پائے اور یہ وقت ایسا ہے جس میں نماز نہیں پڑھی جاتی؟ تو عبداللہ بن سلام نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں کسی جگہ بیٹھا رہے تو وہ بھی نماز ہی میں ہوتا ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور فرمایا ہے تو انہوں نے کہا: تو یہی مراد ہے۔

(د) [۱] ائمہ اربعہ اور جمہور سلف وخلف سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غسل یوم الجمعہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

دلائل: (۱) ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ یوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل. (۲) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتي الجمعة فدنى واستمع وانصت غفر له ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام.

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے صرف وضو کا ذکر فرمایا اور غسل کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

[۲] ظاہریہ کے نزدیک غسل یوم الجمعہ واجب ہے، ان کا استدلال (۱) ترمذی کی حدیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"من اتى الجمعة فليغتسل" (۲) صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم".

سوال نمبر ۶۳

باب في الركعتين اذا جاء الرجل والامام يخطب

(م:۱۱۴، تح:۳۸۰/۲، در:۲۸۴/۲، سالانہ ۱۴۳۲ھ)

حدیث نمبر ۵۱۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ. عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. إِذْ جَاءَ رَجُلٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَلَّيْتَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: قُمْ فَارْكَعْ.

(الف) دوران خطبہ مسجد میں آنے والے شخص کے لیے دوگانہ پڑھنے کی بابت فقہاء کا اختلاف مدلل لکھیں۔

(ب) یہ حدیث اگر مسلک حنفیہ کے خلاف ہے تو اس میں مذکورہ اصل واقعہ کیا ہے؟ بالتفصیل لکھیں، تا کہ حنفیہ کی توجیہ کھل کر سامنے آ جائے۔

جواب

(الف) [۱] امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جمعہ کے دن آنے والا شخص خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھ لے تو یہ مستحب ہے۔

دلیل: (۱) وہ احادیث جن میں تحیۃ المسجد کی فضیلت اور تاکید آئی ہیں (۲) حدیث باب: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَلَّيْتَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَارْكَعْ.

[۲] امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور فقہاء کوفہ یہ کہتے ہیں کہ خطبہ جمعہ کے دوران کسی قسم کا کلام یا نماز جائز نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل: (۱)قوله تعالي: ''وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ...الخ'' اس بارے میں بحث پیچھے گزر چکا ہے کہ خطبہ جمعہ بھی اس حکم میں شامل ہے؛ بلکہ شافعیہ تو اس آیت کو صرف خطبہ جمعہ ہی کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں (۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''من قال یوم الجمعة والامام یخطب ''انصت'' فقد لغا'' اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے دوران خطبہ میں امر بالمعروف سے بھی منع فرمایا ہے حالانکہ امر بالمعروف فرض ہے اور تحیۃ المسجد مستحب ہے لہٰذا تحیۃ المسجد بطریق اولیٰ ممنوع ہوگی (۳) معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً مروی ہے: قال سمعت النبي صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إذا دخل احد کم المسجد والامام یخطب علی المنبر فلا صلاۃ ولا کلام حتي یفرغ الامام.

(ب) یہ واقعہ خطبہ کے پہلے کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ کے لیے ممبر پر تشریف فرماتھے لیکن ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا اتنے میں ایک صاحب جن کا نام سلیک بن ہدبہ الغطفانی تھا، انتہائی بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے ان کے فقر وفاقہ کی اس کیفیت کو دیکھ کر یہ مناسب سمجھا کہ تمام صحابہ ان کی حالت کو اچھی طرح دیکھ لیں اس لیے انہیں کھڑا کر کے نماز کا حکم دیا اور جتنی دیر انہوں نے نماز پڑھی آپ خاموش رہے اور خطبہ شروع نہیں فرمایا، بعد میں آپ نے صحابہ کرام کو ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی؛ چنانچہ اس موقع پر صحابہ کرام نے انہیں خوب صدقہ دیا، اس لئے واضح ہوا کہ یہ اور ایک خصوصی واقعہ تھا جس کو عمومی قواعد کلیہ کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا، دوسرے یہ کہ حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت آپ نے خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہے کہ: جاء سلیك الغطفاني یوم الجمعة ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد علی المنبر اور یہ معلوم ہے کہ آپ ہمیشہ کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے لہٰذا بیٹھنے کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۶۴

باب التقصير في السفر

(م:۱۲۱، تخ:۲/۴۲۳، ۴۲۳، در:۲/۳۲۵، ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر ۵۴۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ. عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ فَكَانُوا يُصَلُّونَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ لَايُصَلُّونَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا. وقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَوْكُنْتُ مُصَلِّيًا قَبْلَهَا أَوْ بَعْدَهَا لَأَتْمَمْتُهَا.

(الف) سفر میں قصر رخصت ہے یا عزیمت یعنی اتمام جائز ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مفصل لکھیں۔

(ب) آیتِ کریمہ "وإذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلاة" سے کون ائمہ کس طرح استدلال کرتے ہیں اور آیت کا صحیح مطلب کیا ہے؟

(ج) سفر میں سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ احناف کی کیا رائے ہے۔

جواب

(الف) [۱] حنفیہ کے نزدیک قصر عزیمت ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر اتمام جائز نہیں امام احمد اور مالک کی بھی ایک ایک روایت اسی کے مطابق ہے جبکہ ان کی دوسری روایت میں قصر افضل قرار دیا گیا ہے۔

[۲] امام شافعی کے نزدیک قصر رخصت ہے اور اتمام نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل ہے۔

حنفیہ کے دلائل: صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت: الصلاة اول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ما فرضت رکعتان فاقرت صلاۃ السفر واتمت صلاۃ الحضر (لفظہ البخاری) اور مسلم کی روایت میں "وازیدت صلاۃ الحضر" کے الفاظ مروی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں دو رکعتیں تخفیف کی بنا پر نہیں ہیں بلکہ اپنے فریضہ اصلیہ پر برقرار ہیں لہٰذا وہ عزیمت ہیں نہ کہ رخصت، (۲) سنن نسائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: صلاۃ الجمعة رکعتان والفطر رکعتان والنحر رکعتان والسفر رکعتان تمام غير قصر على لسان النبي صلى الله عليه وسلم (۳) وفي النسائي عن ابن عباس قال: ان الله عز وجل فرض الصلاۃ على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم في الحضر اربعا وفي السفر رکعتان (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا "صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا الصدقة".

شوافع کے دلائل: (۱) آیتِ کریمہ: "وإذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلاۃ" اس میں "ليس عليكم جناح" کے الفاظ اس بات پر دال ہے کہ قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور یہ الفاظ مباح کے لیے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ واجب کے لیے، (۲) سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت: أنها اعتمرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من المدينة الى مكة حتى اذا قدمت مكة قالت يارسول الله بابي انت وامي قصَرتَ واتمَمتُ وافطرتَ وصمتُ قال احسنت يا عائشة وما عاب علي. اس میں معلوم ہوا کہ سفر میں اتمام جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

(ب) آیتِ کریمہ سے شوافع کا استدلال اس طرح ہے کہ: "وإذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلاۃ" یعنی جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم (رباعی) نماز سے کم کرو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کفار تمہیں پریشانی میں ڈالیں گے اس میں "ليس عليكم جناح" کے الفاظ اس پر دال ہے کہ قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور یہ الفاظ مباح کے لیے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ واجب کے لیے، حنفیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہتے ہیں یہ اباحت کا بیان نہیں، یہ بیان اس کی طرح ہے کہ: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما'' اس آیت کریمہ سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے تو گناہ نہیں، تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ اس کا صحیح مفہوم یہ نہیں جو تو نے بیان کیا بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر سعی واجب نہ ہوتی تو اس کی تعبیر یہ ہوتی: فلا جناح عليه ان لا يطوف بهما. پھر عروہ نے سوال کیا آخر یہ تعبیر کیوں ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار زمانہ جاہلیت میں حج وعمرہ کے وقت وہاں سعی نہیں کرتے تھے کیونکہ وہاں دو بت رکھے ہوئے تھے جن کو وہ خدا مانتے نہیں ہے پھر جب اسلام آیا اور بت وہاں سے ہٹا دئے گئے تو بھی انصار کو قدیم نظریہ کے مطابق سعی کرنے میں حرج محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسی خلجان کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمایا اسی طرح یہاں بھی اباحت کی تعبیر نہیں اگر اتمام جائز ہوتا تو تعبیر یہ ہوتی کہ فلا جناح عليكم ان لا تقصروا من الصلاة یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز پوری پڑھو، اگر یہ تعبیر ہوتی تو اس کا مقابل قصر جائز ہوتا، رہی یہ بات کہ آخر یہ تعبیر کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو بندے حضر میں ہمیشہ ظہر اور عشاء کی چار چار رکعتیں پڑھتے ہیں جب سفر میں ان سے دو رکعتیں پڑھنے کے لیے کہا جائے گا تو ان کے دل میں بوجھ پڑے گا، اس وجہ سے یہ تعبیر کی گئی، غرض صحیح تفسیر یہ ہے کہ یہ تعبیر اباحت کے لیے نہیں ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/ ۴۲۲)

(ج) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنن مؤکدہ پڑھنا افضل ہے اور ائمہ احناف سے اس مسئلہ میں کچھ مروی نہیں نہ امام اعظم رحمہ اللہ سے نہ صاحبین سے، اور متاخرین احناف نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ حالت قرار میں سنتیں پڑھے، اور حالت فرار میں نہ پڑھے، البتہ سنن فجر اس سے استثناء ہے، واضح رہے تطوع فی السفر کے بارے میں مذکورہ اختلاف روایات کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خود حضرت ابن عمر کی روایات اس میں باہم متعارض ہیں، کہ ایک روایت میں ان سے مروی ہے: صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فکان لا یزید في السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذالك، اسی طرح انہی سے مروی ہے: "صلیت مع النبي صلی اللہ علیه وسلم الظهر في السفر رکعتین وبعدها رکعتین".

سوال نمبر ٦٥

باب ماجاء في الجمع بین الصلاتین

(تخ:٢/٢٣٥، ششماہی ١٤٢٩ھ)

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ اسْتُغِيثَ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ فَجَدَّ بِهِ السَّيْرُ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرَهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

(الف) حدیث کو اعراب کے ساتھ لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) جمع بین الصلاتین کا مسئلہ مع اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں۔

(ج) یہ حدیث کس کی دلیل ہے احناف کے موافق ہے یا مخالف ہے اگر مخالف ہے تو اس کی توجیہ کیا ہے؟

جواب

(الف) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہیں ان کی ایک بیوی کے حالت نزع میں ہونے کی خبر دی گئی تو انہیں چلنے کی جلدی ہوئی؛ چنانچہ انہوں نے مغرب کو مؤخر کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی، وہ سواری سے اتر کر مغرب اور عشاء دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا، پھر لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ ایسا ہی کرتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)[۱] ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عذر کی صورت میں جمع بین الصلاتین جائز ہے، (امام مالک اور شافعی کے نزدیک سفر اور مطر عذر ہے، اور امام احمد کے نزدیک سفر، مطر، اور مرض بھی عذر ہے)۔

دلیل: (۱) عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك فكان يصلي الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء جميعا.

(۲) عن ابن عباس وسعيد ابن جبير ان النبي صلى الله عليه وسلم جمع بين الصلاتين في السفر.

(۳) حدیثِ باب: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ اسْتُغِيثَ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ فَجَدَّ بِهِ السَّيْرُ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرَهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

[۲] حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین ناجائز ہے، دلیل: (۱) قوله تعالىٰ: إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (سورہ نساء) وقوله تعالىٰ: فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون (سورہ ماعون) وقوله تعالىٰ: حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى (سورہ بقرہ) ان تمام آیات میں یہ بات واضح ہے کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں، اور ان کی محافظت واجب ہے، اور ان اوقات کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، ظاہر ہے کہ یہ آیات قطعی الثبوت والدلالہ ہیں، اور اخبار آحاد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، بالخصوص جبکہ اخبار آحاد میں توجیہ صحیح کی گنجائش بھی موجود ہو۔

(۲) اصحاب سنن نے ابو قتادہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے: ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة بان يأخر صلاة الى وقت اخرى، یہاں ایک نماز کو دوسرے وقت میں موخر کرنے کو تفریط کہا گیا ہے۔

(۳) اوقات صلاۃ کی تحدید تواتر سے ثابت ہے اور اخبار آحاد ان سے تغیر نہیں کر سکتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے، حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے جمع صوری کیا ہے نہ کہ جمع حقیقی؛ چنانچہ ابوداؤد میں "باب الجمع بين الصلاتين" میں یہ حدیث اس طرح روایت کی گئی ہے کہ ابن عمر شفق غروب ہونے سے کچھ پہلے اترے تھے اور مغرب پڑھی تھی، پھر شفق غروب ہونے کے انتظار میں بیٹھے تھے، پھر جب شفق غروب ہوئی تو عشاء کی نماز پڑھی، اور فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کو جلدی ہوتی تو آپ ایسا کرتے تھے جس طرح میں نے کیا۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/۴۳۶)

سوال نمبر ۶۶

باب ماجاء ان صلاة الليل و النهار مثنى مثنى

(م: ۹۸، تح: ۲/۴۸۶، سالانہ ۱۴۲۹ھ)

حدیث نمبر ۵۹۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَلِيٍّ الْأَزْدِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى. قَالَ أَبُو عِيسَى: اخْتَلَفَ أَصْحَابُ شُعْبَةَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ فَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ وَأَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ. وَالصَّحِيحُ مَارُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَرَوَى الثِّقَاتُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ صَلَاةَ النَّهَارِ

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) نفل نماز ایک سلام سے دو رکعتیں افضل ہے یا چار؟ اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں۔

(ج) امام اعظم کے نزدیک حدیث: "صلاة الليل مثنى مثنى فإذا خفت الصبح فأوتر بركعة" کا کیا مطلب ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: ابن عمرؓ کی حدیث میں شعبہ کے تلامذہ میں اختلاف ہے، بعض نے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے اور بعض نے موقوفاً، صحیح وہی ہے جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے، ثقات نے عبداللہ بن عمرؓ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے، اس میں ان لوگوں نے دن کی نماز کا ذکر نہیں کیا ہے۔

مطلب: ابن عمر کی یہ حدیث جس میں "والنہار" کا اضافہ ہے وہ علی بن عبداللہ البارقی کی روایت ہے وفیہ مس من الضعف اس راوی میں کچھ کمزوری ہے یعنی وہ اعلی درجہ کا راوی نہیں پھر یہ حدیث مرفوع ہے یا موقوف؟ شعبہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں اختلاف ہے بعض مرفوع کہتے ہیں اور بعض موقوف، یعنی بعض تلامذہ اس کو ابن عمر کا قول قرار دیتے ہیں، اور اسی کے مانند یعنی والنہار کے اضافہ کے ساتھ عبداللہ بن عمر بھی نافع سے روایت کرتے ہیں اور عبداللہ عمر میں بھی ضعف ہے اور صحیح حدیث وہ ہے جو پہلے گزری ہے، اس میں والنہار کا اضافہ نہیں ثقہ رواۃ ابن عمر سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

(ب)[۱] امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک رات اور دن کی نوافل چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے (۲) صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک رات میں ایک سلام سے دو رکعت افضل ہے اور دن میں چار رکعت افضل ہے، (۳) امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت کر کے ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے، (۴) امام مالک کے نزدیک رات میں دو رکعت سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں، اور دن میں دو رکعت افضل ہے اور چار جائز ہے۔

سب کے دلائل: مسئلہ باب میں صرف ایک ہی حدیث ہے جو اعلی درجہ کی صحیح ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ ابن عمر کی حدیث ہے "صلاة الليل مثني مثني فإذا خفت الصبح فاوتر بواحدة، واجعل آخر صلاتك وترا" اور اسی حدیث میں والنہار کا اضافہ بھی آیا ہے مگر یہ اضافہ صحیح نہیں (۱) اس حدیث کی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رات میں ایک سلام سے دو سے زیادہ جائز نہیں، کیونکہ نبی علیہ السلام نے رات میں دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور چونکہ حدیث میں والنہار کا اضافہ صحیح نہیں نیز نبی علیہ السلام سے دن میں ایک سلام سے چار رکعت پڑھنا مروی ہے اس لئے دن میں چار رکعت ایک سلام سے جائز ہیں، (۲) امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مدعیٰ یہ ہے کہ رات میں نفلیں دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہئے اور چونکہ نفل کے باب میں رات اور دن یکساں ہیں پس دن کو رات پر قیاس کریں گے اور دن کی نفلوں میں دو رکعتوں پر سلام پھیرنا افضل قرار پائے گا، علاوہ ازیں ان دونوں حضرات کے نزدیک والنہار والا اضافہ معتبر ہے یا قیاس کے لیے قرینہ ہے، (۳) اور صاحبین نے حدیث باب کی وجہ سے رات میں نوافل دو دو رکعت کو افضل قرار دیا، اور انہوں نے والنہار کے اضافہ کو نہیں لیا، اور دن میں چار رکعت کو افضل قرار دیا، کیونکہ آنحضور علیہ السلام نے دن میں چار رکعت نفل ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے، (۴) امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دن میں فرض نمازیں چار رکعت والی ہیں جیسے ظہر اور عصر اور رات میں بھی فرض نماز چار رکعت ہے جیسے عشاء کی نماز اور فرض غیر اولیٰ ہیئت پر نہیں ہو سکتے، علاوہ ازیں آنحضرت علیہ السلام سے دن میں ایک سلام سے چار رکعت سنت پڑھنا ثابت ہے اور نبی عموماً جو کام کرتے ہیں اسے غیر اولیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا، غیر اولیٰ کام ان کے شایانِ شان نہیں، اور دن کو رات میں قیاس کریں گے کیونکہ دن اور رات نوافل میں یکساں ہیں پس رات میں بھی ایک سلام سے چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/۲۸۵)

(ج) امام اعظم کے نزدیک حدیث: "صلاة الليل مثنى مثنى فإذا خفت الصبح فاوتر بركعة" کا مطلب: امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث میں امر ارشادی ہے یعنی تہجد گزاروں کو ایک بھلائی کی بات بتائی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گئی ہے، چونکہ تہجد بہت لمبے پڑھے جاتے ہیں اس لئے آنحضور ﷺ نے تہجد گزاروں کو فرمایا کہ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت میں سلام پھیر دیا کرو پھر تھوڑی دیر آرام کر کے اگلی رکعتیں شروع کرو، تاکہ تھک نہ جاؤ اگر وہ چار رکعت ایک سلام سے پڑھیں گے تو تھک جائیں گے غرض حدیث میں تہجد گزاروں کو ان کے نفع کی بات بتائی گئی ہے، نفل نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے یہ حدیث کا مدعیٰ نہیں۔ قوله: "فاوتر بركعة" کی تفصیلی بحث سامنے ہیں۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/۲۸۵)

سوال نمبر ۶۷

باب ماجاء في الصدقة فيما يسقي بالأنهار وغيرها

(تح: ۲/۵۵۲، سالانہ ۱۴۳۹ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ کا تقاضہ ہے کہ قلیل و کثیر سب پیداوار میں زکوۃ ہے اور لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ کا تقاضہ ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اس سلسلہ میں ائمہ اربع اور صاحبین کا مذہب اور دلائل نیز ہر ایک کا طریقہ استدلال بیان کریں۔

(ج) اگر عام و خاص میں تعارض ہو تو اس کو تحریر کر کے تعارض رفع کریں۔

جواب

(الف) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس فصل کی سینچائی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بارش یا نہر کے پانی سے، کی گئی ہو، اس میں زکاۃ دسواں حصہ ہے، اور جس کی سینچائی ڈول سے کھینچ کر کی گئی ہو تو اس میں زکاۃ دسویں حصے کا آدھا یعنی بیسواں حصہ، ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پانچ وسق غلّے سے کم میں زکاۃ نہیں ہے۔

(ب) [۱] ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا نصاب پانچ وسق یعنی تین سو صاع ہے جن کے تقریبا پچیس من بنتے ہیں ان حضرات کے نزدیک ان سے کم میں عشر واجب نہیں ہے۔

دلیل: حدیث ابی سعید الخدیری: .عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

[۲] امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں بلکہ اس کے قلیل وکثیر مقدار پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔

دلیل: امام صاحب کی دلیل آیتِ قرآنی: ''واٰتوا حقه يوم حصاده'' اس میں زرعی پیداوار پر جس حق کا ذکر کیا گیا ہے وہ مطلق ہے اس میں قلیل وکثیر کا کوئی تفرق نہیں (۲) قوله تعالیٰ: ''يٰأيها الذين امنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض''. (۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ کہ یہ حدیث مقدار بیان کرنے میں مطلق ہے اس لئے ہم کہتے ہیں اس کے لیے کوئی مقدار نہیں ہے۔

(ج) دونوں روایتوں کے درمیان عام وخاص کا تعارض ہے کہ پہلی روایت کا تقاضہ ہے کہ وہ قلیل وکثیر سب میں عام ہے یعنی پانچ وسق سے کم یا اس کے برابر یا اس سے کثیر سب میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اور دوسری روایت کا تقاضہ خاص ہے کہ پانچ وسق سے کم میں عشر یا نصف عشر واجب نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احناف کی طرف سے اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ بعض حضرات نے کہا اس حدیث میں صدقہ سے مراد زکوۃ ہے اور یہ اس زرعی پیداوار کا بیان ہے جو تجارت کے لیے حاصل کی گئی ایسی پیداوار کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جب دو سو درہم کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوۃ دیا جاتا ہے اور اس زمانہ میں چونکہ پانچ وسق دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لئے پانچ وسق کو نصاب بنا دیا گیا، (۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس حدیث میں مصدق کا دائرہ اختیار بیان کیا گیا ہے یعنی پانچ وسق کی کم کی زکوۃ مُصدِق وصول نہیں کرے گا بلکہ اس کو مالک خود اپنے طور پر ادا کرے گا۔

سوال نمبر ۶۸

بَابُ مَاجَاءَ فِيمَا لَايَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ لُبْسُه

(م:۱۷۱، تح:۲۳۱/۳، در:۸۵/۳، ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر۸۳۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا اللَّيْثُ. عَنْ نَافِعٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّهُ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْحَرَمِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَاالسَّرَاوِيلَاتِ وَلَاالْبَرَانِسَ وَلَاالْعَمَائِمَ وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا مَاأَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَاتَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَاالْوَرْسُ، وَلَاتَتَنَقَّبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ، وَلَاتَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں، پھر بتائیں کہ سوال مثبت پہلو سے تھا پھر جواب منفی پہلو سے کیوں دیا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) احرام میں کیا کیا کپڑا نہیں پہن سکتے حدیث سے اس سلسلے میں کیا ضابطے منقح ہوتے ہیں۔

جواب

(الف) ترجمہ و مطلب: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ہمیں احرام میں کون کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ قمیص پہنو، نہ پاجامے، (یہ دونوں کپڑے نہیں پہن سکتے اور یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں، وہ احرام کی حالت میں قمیص اور شلوار پہن سکتی ہے،) اور نہ برنس پگڑی (ان کو محرم نہیں پہن سکتا برنس وہ ٹپی ہے جو جبے کے ساتھ سلی ہوئی ہوتی ہے جب ضرورت پڑتی ہے تو سر پر چڑھا لیتے ہیں اور جب ضرورت نہیں پڑتی تو پیچھے ڈال دیتے ہیں، کرتے سے علیحدہ ٹوپی کا بھی یہی حکم ہے)، اور نہ موزے پہنے (یہ بھی جائز نہیں ہے یعنی پیر میں بھی احرام ہے اور چونکہ چپل کے بغیر چلنا دشوار ہے اس لئے تلوے اور کعبین کے نیچے ڈھانک سکتے ہیں البتہ ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے اور ٹخنے دو ہیں ایک: وہ جہاں تک وضوء میں دھونا ضروری ہے، دوسرے: پیر کا اوپری حصہ جہاں بال اگتے ہیں یہ بھی ٹخنے ہیں دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے،) الا یہ کہ کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ خف (چمڑے کے موزے) پہنے اور اسے کاٹ کر ٹخنے سے نیچے کر لے، اور نہ ایسا کوئی کپڑا پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہوا ہو (یہ مسئلہ مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے، اور محرم عورت نقاب نہ لگائے اور نہ دستانے پہنے، (آخر کے دونوں مسئلے مرفوع نہیں بلکہ یہ ابن عمر کے فتوے ہیں، بخاری میں یہ حدیث دس جگہ آئی ہے مگر امام بخاری نے کسی جگہ یہ مسئلہ ذکر نہیں کیا صرف ایک جگہ ذکر کیا اور اشارہ فرمایا کہ یہ مدرج ہے) امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سائل نے مثبت پہلو سے سوال کیا تھا مگر آپ نے منفی پہلو سے جواب دیا اس لئے کہ جو غیر ممنوع اشیاء ہیں وہ بے شمار ہیں اور جو ممنوع ہیں وہ معدود ہیں اس لئے ان ممنوع اشیاء کو ذکر فرمایا تا کہ یاد رکھنے میں دقت نہ ہو اور واضح ہو جائے۔

(ب) چند کپڑے محرم کے لیے ممنوع ہیں (۱-۲) کرتہ اور پائجامہ۔ علماء نے تنقیح مناط کر کے یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ جو کپڑا بدن کی وضع (ساخت) پر سیا گیا یا بنایا گیا ہو وہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے، مثلاً: کرتہ، پائجامہ، پتلون، بنیان، چڈی، نیکر، جانگیہ وغیرہ نہیں پہن سکتا، اور وہ کپڑا جو بدن کی ساخت پر نہیں سیا گیا ہو جیسے لنگی یہ بدن کی ساخت پر نہیں سی جاتی ہے بلکہ اس کے دو کنارے ملا کر سیا جاتا ہے اس لئے محرم اس کو پہن سکتے ہیں۔

(۳-۴) برنس اور پگڑی، علماء نے یہ ضابطہ بتایا ہے کہ احرام میں مرد کے لیے سر ڈھانکنا منع ہے اسی طرح چہرے کا ڈھانکنا بھی منع ہے جب احرام میں عورتوں کو چہرے کا ڈھانکنا منع ہے تو مرد کے لیے بدرجہ اولیٰ منع ہوگا، مرد کا احرام سر اور چہرے میں ہے، عورت کا احرام صرف چہرے میں ہے عورت کے لئے سر چھپانا جائز ہے البتہ اگر سونے کے حالت میں بے خبری میں کوئی چادر کھینچ لے اور سر ڈھانپ لے تو مضائقہ نہیں حدیث میں ہے "رفع القلم عن النائم حتي يستيقظ" اور چھتری سے سایہ کرنا سر ڈھانپنا نہیں کیونکہ اس کے اور سر کے درمیان فاصلہ رہتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے چھت کے نیچے رہنا بالاتفاق جائز ہے۔

(۵) چمڑے کے موزہ پہننا بھی جائز نہیں یعنی پیروں میں بھی احرام ہیں اور چونکہ چپل کے بغیر چلنا دشوار ہے اس لیے تلوے اور کعبین کے نیچے ڈھانک سکتے ہیں البتہ ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہیں اگر کسی کے پاس چپل نہ ہو تو خفین کو ٹخنوں سے نیچے کاٹ لے پھر پہنے معلوم ہوا کہ پاؤں کے تلوے اور کعبین کے نیچے کا حصہ احرام میں داخل نہیں، اس کو ڈھانک سکتے ہیں۔

(۶) وہ کپڑا جو زعفران یا ورس میں رنگا ہوا ہو اسے محرم نہیں پہن سکتا، اور یہ مسئلہ مرد اور زن دونوں کے لیے ہے علماء نے تنقیح مناط کر کے یہ ضابطہ بنایا ہے کہ ہر وہ کپڑا جو خوشبو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور رنگ میں رنگا گیا ہو یا خوشبو میں بسایا گیا ہو محرم اسے نہیں پہن سکتا، نہ مرد پہن سکتا نہ عورت اور ممانعت کی وجہ خوشبو ہے رنگ نہیں۔

(۷) عورت احرام کی حالت میں نقاب نہ ڈالے، کیونکہ عورت کے چہرے میں احرام ہے۔

(۸) احرام میں عورت ہاتھوں میں دستانے نہ پہنے: مرد و زن دونوں کے لیے دستانے پہننا مکروہ ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۲۲۹/۳)

سوال نمبر ۶۹

باب ماجاء في كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها

(م: ۲۰۳، ج: ۲۶۵/۳، ۱۴۳۱ھ)

حدیث نمبر ۱۰۵۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُورُ، وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا، وَأَنْ تُوطَأَ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث میں مذکورہ چاروں احکام کی تفصیل کریں۔

(ج) بتائیں کہ قبروں کے ساتھ روایات کی روشنی میں کیا کیا معاملہ ہونا چاہیے۔

(د) زیارت قبور کا مسنون طریقہ کیا ہے۔

جواب

(الف) جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ قبریں پختہ کی جائیں، ان پر لکھا جائے اور ان پر عمارت بنائی جائے اور انہیں روندا جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) (۱) قبروں کو پختہ کرنا: اس ممانعت کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس میں فضول خرچی ہے کیونکہ اس سے مردے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا دوسرے اس میں مردوں کی ایسی تعظیم ہے جو انسان کو شرک تک پہنچا دیتی ہے۔ (۲) قبروں پر لکھنا: یہ نہی مطلقاً ہے اس میں میت کا نام اس کی تاریخ وفات اور تبرک کے لیے قرآن کی آیتیں اور اسماء حسنیٰ وغیرہ لکھنا سبھی داخل ہیں۔ لوگ قبروں پر کتبہ کے تعلق سے کہتے ہیں کہ اس کا امت میں تعامل ہے اور فقہ کی کتابوں میں اس کو جائز لکھا ہے کہ بڑے آدمی کی قبر پر کتبہ لگا سکتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا قول ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، پس جو نیا طریقہ شروع ہوا ہے اس میں جواز کی کوئی دلیل نہیں یعنی تعامل اس وقت حجت ہوتا ہے جب وہ نص کے خلاف نہ ہو جیسے شراب اور سود کا بھی تعامل ہو گیا ہے مگر وہ نص کے خلاف ہے اس لئے وہ حجت نہیں، جب کہ کتبہ لگانے کی ممانعت کے سلسلہ میں اعلیٰ درجہ صحیح حدیث موجود ہے (۳) قبروں پر عمارت بنانا: مثلاً گنبد وغیرہ۔ یہ ممانعت فرط تعظیم کی وجہ سے ہے (۴) قبریں روندنا: یہ ممانعت میت کی توقیر و تکریم کی وجہ سے ہے اس سے میت کی تذلیل وتوہین ہوتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۳/۴۶۴)

(ج) روایات کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کے ساتھ معاملہ میں افراط تفریط سے بچا جائے نہ ان کی توہین کی جائے اور نہ ہی زیادہ تعظیم بلکہ ان کے ساتھ اعتدال برتا جائے، افراط یہ ہے کہ قبریں اونچی اونچی بنائی جائیں، پختہ بنائی جائیں، قبروں پر گنبد بنائے جائیں، ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے، ان پر کتبہ لگایا جائے، ان پر پھول ڈالیں جائیں، اور ان پر چادر چڑھائی جائیں، اور ان پر چراغ جلایا جائے، یہ سب افعال شرکیہ ہیں یعنی ان کا مآل شرک ہے، اور تفریط یہ ہے کہ ان کو روندا جائے، ان پر چلا جائے، اور ان پر قضائے حاجت کی جائے، اور اعتدال یہ ہے کہ دل میں قبور کی قدر ومنزلت ہو اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو سنت سے ثابت ہے، یعنی قبروں کی زیارت کے لیے جانا، اور ان کے پاس کھڑے ہو کر ایصال ثواب کرنا اور دعاء مغفرت کرنا فقط..... اور قبر پر بیٹھنا، مراقبہ کرنا، ذکر وغیرہ کرنا ثابت نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) زیارت قبور کے وقت پہلے قبور کی طرف منہ کرے پھر سلام کرے اس کے بعد اپنے لئے اور مردوں کے لئے دعاء مغفرت کرے۔ (تحفۃ الالمعی: ۳/ ۴۶۴)

سوال نمبر ۷۰

باب ماجاء لا نكاح إلا بولي

(تخ: ۳/ ۵۱۹، ششماہی ۱۴۳۳ھ)

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ. وَحَدِيثُ أَبِي مُوسَى حَدِيثٌ فِيهِ اخْتِلَافٌ، رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، وَشَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَأَبُو عَوَانَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَى شُعْبَةُ، وَالثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِوَايَةُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، عِنْدِي أَصَحُّ لِأَنَّ سَمَاعَهُمْ مِنْ أَبِي إِسْحَاقَ فِي أَوْقَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَإِنْ كَانَ شُعْبَةُ، وَالثَّوْرِيُّ أَحْفَظَ وَأَثْبَتَ مِنْ جَمِيعِ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ.

(الف) پوری عبارت کا ترجمہ کریں اور لا نکاح الا بولي کا مطلب لکھیں۔

(ب) نکاح میں اذن ولی کی ضرورت کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل لکھیں۔

(ج) مذکورہ اختلاف سند کو واضح کرتے ہوئے بتائیں کہ امام ترمذی نے شعبہ وثوری کے احفظ واثبت ہونے کے باوجود دیگر حضرات کی روایات کو ان کی روایات پر کیوں ترجیح دی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں اختلاف ہے، اسے اسرائیل، شریک بن عبداللہ، ابوعوانہ، زہیر بن معاویہ اور قیس بن ربیع نے بسند أبي إسحق عن أبي بردة عن أبي موسىٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم روایت کی ہے، اور شعبہ اور سفیان ثوری بسند أبي إسحق عن أبي بردة عن النبي صلى الله عليه وسلم روایت کی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے، ان لوگوں کی روایت، جنہوں نے بطریق: أبي إسحق عن أبي بردة عن أبي موسىٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم روایت کی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے، کیونکہ ابواسحاق سبیعی سے ان لوگوں کا سماع مختلف اوقات میں ہے اگرچہ شعبہ اور ثوری ابواسحاق سے روایت کرنے والے تمام لوگوں سے زیادہ پختہ اور مضبوط حافظہ والے ہیں، حدیث کا مطلب: یہاں لانفی کمال کے لیے ہے، حدیث کا مطلب ہے ولی کے بغیر نکاح زیبا نہیں یعنی اسلامی معاشرہ میں عورتوں کے تمام کام مردوں کے توسط سے ہونا چاہئیں، مرد عورتوں پر حاکم ہیں، وہی عورتوں کے مصارف کے ذمہ دار ہیں، عورتیں ان کی پابند ہیں، سورت النساء آیت نمبر ۳۴ میں ہے: مرد عورتوں پر حاکم ہیں، للہٰذا عورتوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنا نکاح خود کرلے اور اولیاء کو خبر بھی نہ ہو، یہ اولیاء کی حق تلفی اور ان کی بے قدری ہے۔

(ب)[ا] جمہور کے نزدیک ولی کے اذن کے بغیر عبارت نساء سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس میں صغیرہ، کبیرہ، بالغہ، ثیبہ سب برابر ہے۔

دلیل: (۱) حضرت ابو موسیٰ کی روایت: "لا نكاح الا بولي".

(۲) حضرت عائشہ کی روایت "أيما إمرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک ولی کے اذن کے بغیر عبارت نساء سے نکاح منعقد ہوجائے گا، بشرطیکہ عورت بالغہ، عاقلہ اور آزاد ہو، البتہ ولی کا ہونا مندوب و مستحب ہے۔

دلیل: (۱) قوله تعالیٰ "وإذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن" کہ اس آیت میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح عبارت نساء سے منعقد ہوجاتا ہے، اور آیت میں اولیاء کو منع کیا گیا ہے کہ وہ عورت کو اپنے سابقہ ازواج سے نکاح کرنے سے نہ روکیں، معلوم ہوا کہ اولیاء کو مکلف عورت کے معاملہ میں مداخلت کا حق نہیں۔

(۲) فإذا بلغن اجلهن فلاجناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف... اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد عورتیں نکاح کے معاملہ میں مکمل مختار ہیں۔

(۳) مؤطا امام مالک اور بخاری میں روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنے نفس کو آنحضرت ﷺ پر پیش کیا، اور آپ نے سکوت فرمایا، اور ایک صحابی کی درخواست پر ان سے نکاح کروادیا، اس واقعہ میں عورت کا کوئی ولی موجود نہ تھا۔

(ج) اختلافِ سند: (۱) اسرائیل، شریک بن عبداللہ، ابوعوانہ، زہیر بن معاویہ اور قیس بن الربیع: یہ سب حضرات اپنی اپنی سند میں ابواسحاق اور حضرت ابوموسی اشعری دونوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۲) یونس بن ابی اسحاق کے تلامذہ میں اختلاف ہے [الف] اسباط بن محمد اور زید بن حباب: یونس سے روایت کرتے ہے، اور سند میں ابواسحاق اور ابوموسی دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں یعنی ان کی سند اسرائیل وغیرہ کی طرح ہے، [ب] ابوعبیدہ الحداد کی سند میں عن ابی اسحاق نہیں ہے، [ج] یونس کے بعض تلامذہ سند میں ابواسحاق اور ابوموسی اشعری دونوں کا ذکر نہیں کرتے۔

(۳) شعبہ اور ثوری دونوں بھی ابواسحاق سے مرسل روایت کرتے ہیں یعنی آخر میں ابوموسی اشعری کا ذکر نہیں کرتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ترمذی فرماتے ہیں: میرے نزدیک اصح وہ سند ہے جس کو روات کی کثیر تعداد بیان کرتی ہیں جو ابو اسحاق اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کا تذکرہ کرتے ہیں یہی سند امام ترمذی نے باب کے شروع میں لکھی ہے اور سفیان وشعبہ اگر چہ حافظ حدیث ہیں اور امیر المومنین فی الحدیث ہیں مگر ان دونوں نے ایک ہی مجلس میں یہ حدیث سنی ہے پس وہ دونوں ایک دوسرے کے متابع نہیں ہیں اور جو حضرات ابوموسیٰ کا ذکر کرتے ہیں وہ روات بہت ہیں، اور انہوں نے مختلف سالوں میں ابو اسحاق سے یہ حدیث سنی ہیں، پس وہ ایک دوسرے کے متابع ہیں، اس لئے ان کی حدیث اصح ہے۔

سوال نمبر ۱۷

بَابُ مَاجَاءَ فِي اِسْتِئْمَارِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ

(ششماہی ۱۴۳۷ھ)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا. وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِجَازَةِ النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيٍّ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا احْتَجُّوا بِهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) بغیر ولی کے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کیجئے، (ج) امام ترمذی کے بقول جواز نکاح بغیر ولی پر مذکورہ حدیث سے استدلال کی گنجائش نہیں ہے، انہوں نے اس کی جو وجہ بیان فرمائی ہے اسے لکھ کر اس کا جواب تحریر کریں۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ثیبہ (شوہر دیدہ) عورت اپنے آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر اپنے ولی سے زیادہ استحقاق رکھتی ہے، اور کنواری سے بھی اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے امام ترمذی کہتے ہیں: بعض لوگوں نے بغیر ولی کے نکاح کے جواز پر اسی حدیث سے دلیل پیش کی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی دلیل بنے۔

مطلب: عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ثیبہ (شوہر دیدہ) عورت اپنے آپ پر اپنے ولی سے زیادہ استحقاق رکھتی ہے، پس ولی عورت کا نکاح نہ کرے مگر اس کی رضامندی اور اس کے حکم سے، لہٰذا اگر اس نے عورت سے اجازت لئے بغیر نکاح کر دیا تو وہ نکاح نہیں ہوا جیسا کہ خنساء بنت خدام کی حدیث میں آیا ہے: ان کا نکاح ان کے والد نے کیا تھا پس انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا تو رسول اللہ ﷺ نے باپ کے نکاح کو ختم کر دیا، اور کنواری سے بھی اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے بشرطیکہ قرائن سے معلوم ہو کہ یہ خاموشی رضامندی ہے اور اگر لڑکی سے اجازت مانگی گئی ہے وہاں شادی کرنے سے برابر منع کرتی رہی ہو تو اب اس کی خاموشی رضامندی نہیں ہوگی، اب صراحتاً اجازت ضروری ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۳/۵۲۸)

(ب) [۱] جمہور کے نزدیک ولی کے اذن کے بغیر عبارت نساء سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس میں صغیرہ، کبیرہ، بالغہ، ثیبہ سب برابر ہے۔

دلیل: (۱) حضرت ابوموسیٰ کی روایت: "لا نكاح الا بولي".

(۲) حضرت عائشہ کی روایت: أيما إمرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل.

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک ولی کے اذن کے بغیر عبارت نساء سے نکاح منعقد ہو جائے گا، بشرطیکہ عورت بالغہ، عاقلہ اور آزاد ہو، البتہ ولی کا ہونا مندوب و مستحب ہے۔

دلیل: (۱) قوله تعالیٰ "وإذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن" کہ اس آیت میں نکاح کی نسبت عورت کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرف کی گئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح عبارت نساء سے منعقد ہو جاتا ہے، اور آیت میں اولیاء کو منع کیا گیا ہے کہ وہ عورت کو اپنے سابقہ ازواج سے نکاح کرنے سے نہ روکیں، معلوم ہوا کہ اولیاء کو مکلف عورت کے معاملہ میں مداخلت کا حق نہیں۔

(۲) فإذا بلغن اجلهن فلاجناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف... اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد عورتیں نکاح کے معاملہ میں مکمل مختار ہیں۔

(۳) مؤطا امام مالک اور بخاری میں روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنے نفس کو آنحضرت ﷺ پر پیش کیا، اور آپ نے سکوت فرمایا، اور ایک صحابی کی درخواست پر ان سے نکاح کروا دیا، اس واقعہ میں عورت کا کوئی ولی موجود نہ تھا۔

(ج) امام ترمذی نے فرمایا بعض لوگ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے نافذ ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ اس حدیث میں وہ بات نہیں ہے جس سے وہ استدلال کرتے ہیں، اس لئے کہ ابن عباس سے متعدد طرق سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہے اور ابن عباس نے رسول ﷺ کے بعد اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں (پس ابن عباس کی مذکورہ حدیث سے استدلال کرنا کہ ولی کی اجازت ضروری نہیں: صحیح نہیں) امام ترمذی فرماتے ہیں الا یم احق کا مطلب اکثر علماء کے نزدیک یہ ہے کہ ولی عورت کا نکاح نہ کرے مگر اس کی رضامندی اور اس کے حکم سے، پس اگر اس نے عورت سے اجازت لئے بغیر نکاح کر دیا تو وہ نکاح نہیں ہوا جیسا کہ خنساء بنت خدام کی حدیث میں آیا ہے: ان کے نکاح ان کا والد نے کیا تھا پس انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا تو رسول اللہ ﷺ نے باپ کے نکاح کو ختم کر دیا۔

اس کا جواب: امام اعظم کا استدلال اس طرح نہیں جیسا امام ترمذی نے فرمایا، بلکہ امام اعظم کا استدلال یہ ہے کہ جب ولی کا کیا ہوا نکاح عورت کی اجازت لاحقہ سے بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے تو خود عورت کا کیا ہوا نکاح ولی کی اجازت لاحقہ سے کیوں منعقد نہیں ہوگا، وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بدرجہ اولیٰ منعقد ہو جائے گا کیونکہ عورت کا حق اپنے نکاح کے سلسلہ میں ولی سے زیادہ ہے، امام اعظم کا استدلال یہی ہے اور اس کا توڑنا ناممکن ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۳/۵۳۲)

سوال نمبر ۲۷

باب ماجاء في الأمة ولها زوج

(تح:۳/۵۹۵، ششماہی ۱۴۳۴ھ)

حدیث نمبر ۱۱۵۴: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا، فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا. عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا، فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خیار عتق کب حاصل ہوتا ہے، اس سلسلہ میں جو اختلاف ہے مع دلائل تحریر کریں، (ج) مذکورہ روایت کے الفاظ میں جو اختلاف ہے اس میں راجح کی نشاندہی کریں اور وجہ ترجیح بھی بیان کریں۔

جواب

(الف) ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ بریرہ کے شوہر غلام تھے، رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو اختیار دیا، تو انہوں نے خود کو اختیار کیا، (عروہ کہتے ہیں) اگر بریرہ کے شوہر آزاد ہوتے تو آپ بریرہ کو اختیار نہ دیتے ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ بریرہ کے شوہر آزاد تھے، پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں اختیار دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) باندی کی آزادی کے وقت اگر شوہر غلام ہو تو بالاتفاق باندی کو خیار ملتا ہے کہ وہ شوہر کو اختیار کرنا چاہے تو اختیار کرلے اور چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے، اس خیار کو خیارِ عتق کہا جاتا ہے اور اگر باندی کا شوہر آزاد ہو تو باندی کو خیار ملنے نہ ملنے میں اختلاف ہے۔

[۱] حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی خیارِ عتق ہے۔

دلیل: حضرت بریرہ کی آزادی کا واقعہ: عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا، فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[۲] ائمہ ثلاثہ اس صورت میں خیارِ عتق کے قائل نہیں۔

دلیل: ائمہ ثلاثہ کا استدلال بھی حضرت بریرہ کی حدیث سے ہے، جو دوسری سند سے ہے: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا، فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا.

(ج) مذکورہ روایات میں اسود کی روایت زیادہ راجح ہے جس کی تحقیق علامہ ابن القیم کے بیان کے مطابق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ حضرت عائشہ سے تین راویوں نے روایت کیا ہے: اسود، عروہ، قاسم بن محمد ان میں سے عروہ سے دو صحیح متعارض روایات مروی ہے، ایک زوج بریرہ کے آزاد ہونے کی اور دوسری ان کے غلام ہونے کی، اور قاسم بن محمد سے بھی دو روایتیں مروی ہیں: ایک حر ہونے کی، دوسری روایت میں حر یا عبد ہونے میں شک ہے، ان دونوں کے مقابلہ میں اسود کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اس میں زوج بریرہ کے صرف حر ہونے کا ذکر ہے، لہٰذا اسود کے حر ہونے کی متعلقہ روایت راجح ہے، اس کے علاوہ اسود کی روایت کو مثبت ہونے کی بنا پر بھی ترجیح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۴۳

باب في المطلقة ثلاثا لها النفقة والسكنى

(م: ۲۲۳، تح: ۶۸/۴، در: ۴۸۲/۳، سالانہ ۱۴۳۲ھ)

حدیث نمبر ۱۱۸۰: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا سُكْنَى لَكِ، وَلَا نَفَقَةَ. قَالَ مُغِيرَةُ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ. فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَا نَدَعُ كِتَابَ اللهِ، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ أَمْ نَسِيَتْ. وَكَانَ عُمَرُ يَجْعَلُ لَهَا السُّكْنَى، وَالنَّفَقَةَ.

(الف) مطلقہ مبتوتہ کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مدلل تحریر کیجئے۔

(ب) حضرت عمر نے قرآن وحدیث کا جو حوالہ دیا ہے اس کو ذکر کر کے واضح کریں کہ حدیث فاطمہ بنت قیس قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حکم کے معارض ہے؟

جواب

(الف) مطلقہ مبتوتہ غیر حاملہ کے نفقہ اور سکنی کے بارے میں تین اختلاف ہے۔

[۱] امام احمد اور اہل ظاہر کے نزدیک اس کے لئے نہ نفقہ ملے گا نہ سکنی۔

دلیل: عدم نفقہ اور عدم سکنی پر امام احمد کی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا سُكْنَى لَكِ، وَلَا نَفَقَةَ.

[۲] امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کے لئے سکنی واجب ہے اور نفقہ واجب نہیں، (دلیل): حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے، البتہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا جز باری تعالیٰ کا قول ''اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن'' کے معارض ہے، لہٰذا ہم نے روایت کے اس جز کو ترک کر دیا اور کتاب اللہ کو اختیار کیا۔ (العرف الشذی علی الترمذی: ۱/ ۲۲۴)

|۳| حنفیہ کے نزدیک مبتوتہ غیر حاملہ کا نفقہ شوہر پر مطلقاً واجب ہے۔

دلائل: (۱) قولہ تعالیٰ: ''وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین'' اس آیت میں متاع سے نفقہ اور سکنیٰ مراد ہے۔ (فلیراجع کتب التفسیر للتفصیل)

(۲) قولہ تعالیٰ: ''اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن'' امام جصاص نے اس ایت سے تین طریقوں سے مسلک احناف کو ثابت کیا ہے۔

[الف] جس طرح سکنی ایک مالی حق ہے اور اس آیت کی رو سے واجب ہے اسی طرح نفقہ بھی مالی حق ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا، [ب] ''ولاتضاروھن'' سے مطلقات کو ضرر پہچانے سے روکا گیا ہے اور ضرر جس طرح عدم سکنی سے لاحق ہوتا ہے اسی طرح عدم نفقہ سے بھی لاحق ہوتا ہے، [ج] ''لتضیقوا علیھن'' تنگی اور تضیق جس طرح عدم سکنی میں ہے اسی طرح عدم نفقہ میں بھی ہے۔

[۳] سنن دار قطنی میں عثمان بن احمد الدقاق سے مروی ہے: حدثنا عبد الملك بن محمد ابو قلابة حدثنا حرب بن ابي العالية عن ابي الزبير عن جابر عن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: المطلقة ثلاثا لها السكني و النفقه.

(ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں کتاب اللہ سے مراد (۱) قولہ تعالیٰ ''وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین'' ہے، اس آیت میں متاع سے نفقہ اور سکنی مراد ہے؛ چناچہ آیت کا سیاق یہی ہے اس لئے کہ اس آیت سے قبل ''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج'' آیت آئی ہے جس میں متاعا سے بالاتفاق نفقہ اور سکنی مراد ہیں، پھر چونکہ کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ نفقہ اور سکنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متوفی عنہاز وجہا کے ساتھ خاص ہے اس لئے اس وہم کے دفیعہ کے لیے فرمایا گیا " وللمطلقات متاع بالمعروف" یعنی نفقہ اور سکنی متوفی عنہاز وجہا کے ساتھ مطلقات کے لئے بھی ہے اور مطلقات کا لفظ عام ہے جو مطلقہ رجعیہ اور مبتوتہ دونوں کو شامل ہے۔

(۲) قولہ تعالیٰ: "اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن" (اس کی تفصیل پیچھے چلی گئی)۔(حاشیۂ ترمذی ۲۲۳)

اور سنت سے مراد: (۱) سنن دار قطنی میں عثمان بن احمد الدقاق سے مروی ہے: حدثنا عبد الملك بن محمد ابو قلابه حدثنا حرب بن ابي العالية عن ابي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المطلقة ثلاثا لها السكني و النفقه.

(۲) طحاوی میں حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کے بارے میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے اس کو سن کر فرمایا:"لسنا بتارکي آية من كتاب الله تعالى وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم لقول إمرأة لعلها اوهمت، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لها السكنى و النفقة.

ان دلائل سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حدیث فاطمہ بنت قیس آیت اور سنت کا معارض ہے لیکن علماء نے اس کا یہ جواب دیا کہ (۱) فاطمہ بنت قیس اپنے شوہر اور ان کے گھر والوں کے خلاف زبان درازی کیا کرتی تھی، اس لئے آں حضور ﷺ نے ان کو گھر سے ہٹا دیا، (۲) دوسری وجہ صحیحین میں حضرت عائشہ وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ فاطمہ بنت قیس اپنے شوہر کے گھر میں تنہا ہونے کی وجہ سے وحشت محسوس کرتی تھیں اس لئے آپ نے ان کو عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارنے کی اجازت دی۔

رہا نفقہ کا معاملہ علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان کے شوہر کے وکیل نے انہیں نفقہ کی ایک مقدار بھیجی تھی لیکن فاطمہ بنت قیس اس کو کم سمجھ رہی تھی اور زائد کی طالب تھی، ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے اس زائد مقدار کو منع فرمایا ہو، لہٰذا حدیث مذکور میں نفقہ نہ ہونے سے مراد مطلق نفقہ کی نفی نہیں بلکہ اس مطلوب پر زیادتی کی نفی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۴۷

باب في المطلقة ثلاثا لها النفقة والسكنة

(م: ۲۲۳، تح: ۶۸/۴، در: ۲۸۲/۳، ۲۸۲، ششماہی ۱۴۳۶ھ)

حدیث نمبر ۱۱۸۰: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا سُكْنَى لَكِ، وَلَا نَفَقَةَ. قَالَ مُغِيرَةُ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ. فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَا نَدَعُ كِتَابَ اللهِ، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ أَمْ نَسِيَتْ، وَكَانَ عُمَرُ يَجْعَلُ لَهَا السُّكْنَى، وَالنَّفَقَةَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مطلقہ مبتوتہ کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مدلل تحریر کیجئے۔

(ج) حضرت عمر نے قرآن وحدیث کی جس دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے ان کی وضاحت کیجئے۔ (د) یہ ابراہیم کون ہے؟ متعین کیجئے۔

جواب

(الف) عامر بن شراحیل شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں نہ سکنیٰ (رہائش) ملے گا اور نہ نفقہ (اخراجات)۔ مغیرہ کہتے ہیں: پھر میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا، تو انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اسے یہ بات یاد تھی ہے یا بھول گئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلقہ مبتوتہ غیر حاملہ کے نفقہ اور سکنی کے بارے میں تین اختلاف ہے۔

[۱] امام احمد اور اہل ظاہر کے نزدیک اس کے لئے نہ نفقہ ملے گا نہ سکنی۔

دلیل: عدم نفقہ اور عدم سکنی پر امام احمد کی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا سُكْنَى لَكِ، وَلَا نَفَقَةَ.

[۲] امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کے لئے سکنی واجب ہے اور نفقہ واجب نہیں، دلیل: ان کے نزدیک نفقہ واجب نہ ہونے کی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے، البتہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا دوسرا جز باری تعالیٰ کا قول: "اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن" کے معارض ہے، لہٰذا ہم نے روایت کے اس جز کو ترک کر دیا اور کتاب اللہ کو اختیار کیا۔ (العرف الشذی علی الترمذی: ۱/۲۲۴)

[۳] حنفیہ کے نزدیک مبتوتہ غیر حاملہ کا نفقہ شوہر پر مطلقاً واجب ہے۔

دلائل: (۱) قوله تعالى: "وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين" اس ایت میں متاع سے نفقہ اور سکنی دونوں مراد ہے۔ (فلیراجع کتب التفسیر للتفصیل)

(۲) قوله تعالى: "اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن" (سورة الطلاق) امام جصاص نے اس ایت سے تین طریقوں سے مسلک احناف کو ثابت کیا ہے۔

[الف] جس طرح سکنی ایک مالی حق ہے اور اس آیت کی رو سے واجب ہے اسی طرح نفقہ بھی مالی حق ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا، [ب] "ولا تضاروهن" سے مطلقات کو ضرر پہچانے سے روکا گیا ہے اور ضرر جس طرح عدم سکنی سے لاحق ہوتا ہے اسی طرح عدم نفقہ سے بھی لاحق ہوتا ہے، [ج] "لتضيقوا عليهن" تنگی اور تضیق جس طرح عدم سکنی میں ہے اسی طرح عدم نفقہ میں بھی ہے۔

[۳] سنن دارقطنی میں عثمان بن احمد الدقاق سے مروی ہے: حدثنا عبد الملك بن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

محمد ابو قلابة حدثنا حرب بن ابي العالية عن ابي الزبير عن جابر عن النبي صلی اللہ علیہ و سلم قال: المطلقة ثلاثا لها السكني و النفقه.

(ج) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں کتاب اللہ سے مراد (۱) قوله تعالٰى: "وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين" ہے، اس آیت میں متاع سے نفقہ اور سکنی مراد ہے؛ چناچہ آیت کا سیاق یہی ہے اس لئے کہ اس آیت سے قبل "والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لازواجهم متاعا الى الحول غير اخراج" آیت آئی ہے جس میں متاعا سے بالاتفاق نفقہ اور سکنی مراد ہیں، پھر چونکہ کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ نفقہ اور سکنی متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ خاص ہے اس لئے اس وہم کے دفعیہ کے لیے فرمایا گیا "وللمطلقات متاع بالمعروف" یعنی نفقہ اور سکنی متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ مطلقات کے لئے بھی ہے اور مطلقات کا لفظ عام ہے جو مطلقہ رجعیہ اور مبتوتہ دونوں کو شامل ہے۔

(۲) قوله تعالٰى: "اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولاتضاروهن لتضيقوا عليهن" (اس کی تفصیل پیچھے چلی گئی)۔ (حاشیہ ترمذی ۲۲۳)

اور سنت سے مراد: (۱) سنن دار قطنی میں عثمان بن احمد الدقاق سے مروی ہے: حدثنا عبد الملك بن محمد ابو قلابه حدثنا حرب بن ابي العالية عن ابی الزبير عن جابر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: المطلقة ثلاثا لها السكني و النفقه.

(۲) طحاوی میں حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کے بارے میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے اس کو سن کر فرمایا: "لسنا بتارك آية من كتاب الله تعالى و قول رسول الله صلى الله عليه و سلم لقول إمرأة لعلها اوهمت، سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لها السكنى و النفقة.

(د) ابراہیم نخعی کا مختصر تعارف:

نام ونسب: ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود بن عمرو بن ربیعہ بن ذہل بن سعد بن مالک بن النخع النخعی، الیمانی، ثم الکوفی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کنیت: ابوعمران۔ پیدائش: تقریبا ۴۶ھ۔ عمر: تقریباً ۵۰ برس۔

آپ امام حافظ اور اپنے زمانے میں کوفہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے، اس وجہ سے انہیں ''فقیہ العراق'' کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ کی روایات صحاح ستہ اور باقی تمام بنیادی حدیث کی کتب میں موجود ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ملیکۃ بنت یزید تھا جو کہ امام اسود بن یزید اور عبدالرحمٰن بن یزید کی بہن تھیں جو عبداللہ بن مسعودؓ کے کبار اصحاب میں شامل ہیں۔

ابراہیم نخعی کی عبداللہ بن مسعودؓ سے مرسل روایات جو ابن مسعودؓ کی فقہ، اقوال، قراءت اور روایات پر مشتمل ہیں، کو صحیح شمار کیا جاتا ہے؛ کیونکہ ابراہیم عبداللہ کے اقوال اور علم سے سب سے زیادہ واقف تھے جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ، یہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا استاذ اور کوفہ کے استاذ الفقہاء ہیں۔

ابراہیم کے شیوخ جو عبداللہ کے اصحاب ہیں جن سے وہ روایت کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) الاسود بن یزید النخعی (ثقہ مخضرم) (۲) عبدالرحمٰن بن یزید النخعی (ثقہ)
(۳) علقمۃ بن قیس النخعی (ثقہ ثبت). (۴) مسروق بن الاجدع الھمدانی (ثقہ)
(۵) ہمام بن الحارث النخعی (ثقہ عابد)۔

سوال نمبر ۷۵

باب ماجاء لاطلاق قبل النکاح

(م: ۲۲۳، تح: ۷۱/۴، در: ۴۹۰/۳، سنۃ ۱۴۲۹ھ)

حدیث نمبر ۱۱۸۱: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَذْرَ لِابْنِ آدَمَ فِيمَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لا يملك، ولا عتق له فيما لا يملك، ولا طلاق له فيما لا يملك.

(الف) حدیث میں مذکور تینوں مسئلے مثالوں کے ذریعہ واضح کر کے لکھیں۔

(ب) تعلیق کا کیا حکم ہے اختلاف ائمہ مدلل ومفصل لکھیں۔

(ج) مذہب غیر پر عمل کا کیا حکم ہے، ابن مبارک کا قول لکھیں اور اس پر امام ترمذی کا تبصرہ بھی لکھیں۔

جواب

(الف) (۱) اگر کسی نے نذر کی کہ (مثلا) میں اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا صدقہ کروں گا حالانکہ وہ اس وقت کسی گھوڑے کا مالک نہیں ہے تو اس کی یہ نذر صحیح نہیں ہوگی، (۲) اگر کسی نے کہا کہ (مثلا) فلاں غلام آزاد ہے حالانکہ وہ اس کی ملکیت میں نہیں ہے تو اس کی یہ نذر صحیح نہیں ہے، (۳) اگر کسی نے کہا کہ (مثلا) فلاں عورت کو میں نے طلاق دے دیا حالانکہ وہ عورت اس کے نکاح میں نہیں ہے تو اس کی یہ طلاق صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان سب حالتوں میں ناذر کسی کا بھی مالک نہیں، اور ملک حاصل ہوئے بغیر کوئی نذر صحیح نہیں۔

(ب) اگر کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے شادی کروں یا فلاں باندی کا مالک بنوں تو وہ مطلقہ ہے یا وہ آزاد ہے یا اسے دوسرے کو ہبہ کردوں گا۔

[۱] شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسی تعلیق مطلقاً صحیح نہیں ہے۔

دلیل: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ حدیث تنجیز (فی الفور) اور تعلیق دونوں کو عام ہے۔

[۲] امام مالک کے نزدیک اگر تعلیق میں عموم ہو کہ جس کے بعد کسی بھی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا امکان بھی باقی نہ رہے، مثلا کہے "كلما نكحت امرأة فهي طالق" تو ایسی تعلیق باطل ہے لیکن اگر کسی خاص عورت یا مکان یا قبیلہ یا زمانہ کی نسبت سے تعلیق کی جائے تو ایسی تعلیق درست ہے، جیسے "ان نكحت فلانة أو ان نكحت من بلد كذا أو من قبيلة كذا أو ان نكحت في هذا الشهر".

دلیل: عموم کی صورت میں تعلیق کے درست نہ ہونے کی وجہ ان حضرات کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نزدیک یہ ہے کہ یہ ایک حلال چیز یعنی نکاح کو بالکلیہ حرام کر دینے کے مرادف ہے جس کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہے۔

[۳] حنفیہ کے نزدیک ایسی تعلیق مطلقاً صحیح ہے۔

دلیل: موطا امام مالک کی ایک روایت ہے "عن سعيد ابن عمر بن سليم الزرقي انه سأل القاسم بن محمد عن رجل طلق امرأتة ان هو تزوجها, قال: فقال القاسم بن محمد ان رجلا جعل إمرأة عليه كظهر امه ان هو تزوجها فأمره عمر ابن الخطاب: ان هو تزوجها لا يقربها حتي يكفر كفارة المظاهر".

(درسِ ترمذی: ۴۹۱/۳)

(ج) چاروں فقہاء کے متبعین یہی بات کہتے ہیں کہ تقلید شخصی یعنی کسی معین امام کی تقلید واجب ہے، اور غیر مذہب پر عمل جائز نہیں، اگر واجب قرار نہیں دی جائے گی تو تشہی (خواہش کی پیروی) کا دروازہ کھل جائے گا، لوگ مجتہدین کی فقہوں میں سے رخصتیں تلاش کریں گے، پس یہ دین پر عمل کہاں رہا یہ تو خواہش کی پیروی ہوگئی جو کہ حرام ہے اس لئے تقلید شخصی واجب ہے مگر واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہے، لیکن اس حکم سے ایک صورت مستثنی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی مسلک کے اکابر ضرورت کے وقت دوسرے امام کی کوئی رائے اپنے مذہب میں لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسے زوجہ مفقود کے احکام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحلیۃ الناجزۃ" میں فقہ مالکی سے لئے۔ (تحفۃ الالمعی: ۷۴/۴)

ابن المبارک کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جن ائمہ کے نزدیک تعلیق معتبر ہے ان کے متبعین میں سے اگر کوئی قسم کھائے کہ اگر وہ نکاح کرے تو عورت کو طلاق، پھر وہ نکاح کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے اس دوسرے امام کا قول لینا جس کے نزدیک تعلیق غیر معتبر ہے جائز نہیں، ہر شخص پر اپنے ہی امام کی پیروی واجب ہے، ہاں جو شخص اس امام کا مقلد ہے جن کے نزدیک تعلیق درست نہیں: وہ نکاح کر سکتا۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ ابن المبارک کی سختی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۷۶

باب ماجاء البیعان بالخیار مالم یتفرقا

(تح: ۱۶۶/۴، ششماہی ۱۴۳۵ھ)

حدیث نمبر ۱۲۴۷: أَخْبَرَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ.

سوال (الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ خیار سے کونسا خیار مراد ہے؟ تفریق سے کس قسم کی تفریق مراد ہے؟ امام ترمذی نے "وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ... الخ" کس قسم کی تفریق کے لیے قرینہ بنایا ہے؟ صفقہ خیار کی کیا صورت ہوتی ہے بوضاحت تحریر کیجئے۔

(ج) خیار مجلس میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوں ان کو اختیار ہے الا یہ کہ بیع خیار ہو (تب جدا ہونے کے بعد بھی واپسی کا اختیار باقی رہتا ہے)، اور بائع کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے ساتھی (مشتری) سے اس ڈر سے جدا ہو جائے کہ وہ بیع کو فسخ کر دے گا۔

(ب) مطلب: بائع اور مشتری میں سے کسی کے ایجاب کے بعد دوسرے کو اختیار ہے کہ وہ اس ایجاب کو قبول کرے یا نہ کرے، یا دوسرا رجوع عن الایجاب کرے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہو؛ مگر یہ کہ بیع میں خیار شرط ہو، اور فریقین میں سے کسی کے لیے یہ جائز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے اس خوف سے جدا ہو جائے کہ وہ اس سے اقالہ کرے گا۔

المراد بالخیار: یہاں خیار سے مراد خیار قبول اور تفرق سے تفرق بالاقوال مراد ہے، یعنی فریقین میں سے کسی ایک کے ایجاب کے بعد دوسرے کو قبول کرنے نہ کرنے میں اختیار ہے، اسی طرح ایجاب کرنے والا بھی دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے سودا ختم کر سکتا ہے، پس اب کوئی بھی فریق دوسرے کی رضامندی کے بغیر سودا ختم نہیں کر سکتا۔

امام ترمذی نے اس قول کو تفرق ابدان کے لیے قرینہ بنایا، امام ترمذی فرماتے ہیں اگر تفریق سے تفریق اقوال مراد لیا جائے اور بیع مکمل ہو جانے کے بعد کسی کے لیے اختیار باقی نہ رہے تو حدیث کے اس جزء کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں، کہ وہ اپنے ساتھی سے اس اندیشہ سے جدا ہو جائے کہ وہ اس سے سودا ختم کرنے کی درخواست کرے گا، (یہ درخواست تو بیع مکمل ہونے کے بعد ہی ہوگی، پس تفرق سے تفرق ابدان ہی مراد لینا ہوگا تفرق اقوال مراد نہیں لیا جا سکتا)۔

صفقہ خیار کی صورت کی تفسیر میں علماء کے درمیان اختلاف ہے (۱) حنفیہ کہتے ہیں یہاں صفقہ خیار سے مراد خیار شرط ہے، یعنی جب بائع اور مشتری دونوں متفرق ہو جائیں تو اختیار ساقط ہو جائے گا اور بیع لازم ہو جائے گی؛ لیکن اگر متعاقدین میں سے کوئی اختیار کی شرط لگائے تو تفرق کے بعد بھی اختیار باقی رہے گا، بعض شوافع نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۲) بعض شوافع کہتے ہیں یہ "امتداد خیار الی التفرق" سے استثناء ہے یعنی متعاقدین کا اختیار تفرق سے پہلے تک باقی رہنے سے استثناء ہے اس کا مطلب اور صورت یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد تفرق سے پہلے تک فسخ کرنے کا اختیار تو باقی رہے گا لیکن اگر متعاقدین میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "اِختر" اختیار کر لو اور دوسرے نے کہا "اِخترتُ" میں نے اختیار کر لیا، تو عقد تام ہوگا اور مجلس ختم ہونے تک اختیار باقی نہیں رہے گا۔

(ج) خیار مجلس میں اختلاف: [۱] امام شافعی اور امام احمد خیار مجلس کے قائل ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ ایجاب وقبول کے بعد ایجاب وقبول کے بعد ہر ایک کو مجلس سے جدا ہونے سے پہلے پہلے عقد کے فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

دلیل: (۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا ابْتَاعَ بَيْعًا وَهُوَ قَاعِدٌ، قَامَ لِيَجِبَ لَهُ الْبَيْعُ. ان کا استدلال اس طرح ہے کہ حدیث کا راوی حضرت بن عمر جب کسی سے جب بھی وہ کوئی سودا کرتے اور چاہتے کہ بیع لازم ہو جائے تو فوراً مجلس بدل لیا کرتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ خیار مجلس ثابت ہے۔

(۲) "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ" اس حدیث میں لفظ ان یفارق صاحبہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خیار مجلس ثابت ہے کیونکہ تفرق ابدان سے مجلس بدل جاتی ہے۔

[۲] حنفیہ اور مالکیہ خیار مجلس کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ جب متعاقدین کے درمیان ایجاب وقبول ہو گیا تو بیع تمام ہو گئی پس اب کسی ایک کو ایک طرفہ کی طور پر فسخ بیع جائز نہیں چاہے مجلس اب بھی باقی رہے یا نہ رہے۔

دلیل: (۱) یاَیہا الذین اوفو بالعقود: عقد ایجاب وقبول کے بعد تام ہوتا ہے، پس اگر اس کے بعد مجلس سے پہلے خیار فسخ باقی رہے تو اس آیت کے خلاف یعنی عقد کو پورا نہ کرنا لازم آرہا ہے۔ (۲) قوله تعالیٰ: واشهدوا اذا تبايعتم، یعنی ایجاب وقبول کے وقت تم گواہ پکڑو تا کہ اشہاد کے ذریعہ عقد کو مضبوط کر سکو، اگر ایجاب وقبول کے بعد بھی خیار مجلس باقی رہے تو اشہاد کا کیا فائدہ ہوگا۔

(۳) "عن ابن عباس قال: من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه" یعنی خرید نے کے بعد قبل القبض فروخت مت کرو بلکہ بعد القبض، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (مجلس ختم ہونے سے پہلے) محض مبیع پر قبضہ کر لینے کے بعد مبیع کو فروخت کر سکتا ہے، اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیار مجلس باقی رہے تو محض حق بیع قبضہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ مجلس ختم ہونے سے پہلے انتظار کرنا پڑتا۔ (تکملہ فتح الملہم: ۱/۲۷۲/۳)

سوال نمبر ۷۷

باب ماجاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا

(م: ۲۳۶، تح: ۱۶۶/۴، در: ۱۵۷/۴، ۱۴۳۱ھ)

حدیث نمبر ۱۲۴۷: أَخْبَرَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) خیار مجلس میں ائمہ کا اختلاف مع دلیل تحریر کیجیے۔

(ج) صفقہ خیار سے کیا مراد ہے؟ اور "ولا يحل له... الخ" سے کن فقہاء کے قول کی تائید ہوتی ہے اور کس طرح؟

جواب

سب جزئیات کا جواب پچھلے سوال (ششماہی ۱۴۳۵ھ) میں گزر چکا ہے۔

سوال نمبر ۷۸

باب ماجاء في الصرف

(تح: ۱۵۸/۴، سالانہ ۱۴۳۹ھ)

انْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ، إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَحَدَّثَنَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُهُ أُذُنَايَ هَاتَانِ، يَقُولُ: لَاتَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَايُشَفُّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ، وَلَاتَبِيعُوا مِنْهُ غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ابن عباس نقد متفاضلا کو جائز کہتے ہیں اور ادھار کو ناجائز وہ کہتے ہیں کہ "انما الربا فی النسئة" ابن عباس کی دلیل کیا تھی؟ پھر ابن عباس نے اپنے قول سے کیوں رجوع کیا؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

جواب

(الف) نافع کہتے ہیں کہ میں اور ابن عمر دونوں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اسے میرے دونوں کانوں نے آپ سے سنا): سونے کو سونے سے برابر برابر ہی بیچو اور چاندی کو چاندی سے برابر برابر ہی بیچو۔ ایک کو دوسرے سے کم وبیش نہ کیا جائے اور غیر موجود کو موجود سے نہ بیچو۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس جانتے تھے کہ ربا صرف نسیئہ میں منحصر ہے کیونکہ حدیث میں یہ بات حصر کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ عبید اللہ بن ابی یزید کی روایت میں ہے: "عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ". (یہی حدیث حضرت ابن عباس کی دلیل تھی پھر جب حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے حضرت عبداللہ بن عمر کا واقعہ اور حدیث باب سنائی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا "استغفر اللہ و أتوب إلیه" پس اس کے بعد آپ نے عزم وجزم کے ساتھ اس سے رجوع کرلیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۷۹

باب ماجاء في المخابرة والمعاومة

(م:۲۴۵،خ:۲/۲۴۲،در:۲/۲۴۹،۱۴۳۴ھ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَاأَيُّوبُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ کی تعریف کیجیے۔

(ج) عرایا کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کیجیے۔

(د) امام ترمذی کے قول حسن صحیح کا کیا مطلب ہے تحریر کیجیے۔

جواب

(الف) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع محاقلہ، مزابنہ، معاومہ اور مخابرہ سے منع فرمایا، اور عرایا کی رخصت دی، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

(ب) تعریف محاقلہ: کھیت میں لے گئے ہوئے غلہ وغیرہ کو کٹے ہوئے غلہ کے عوض فرخت کرنا۔

تعریف مزابنہ: درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو کٹے ہوئے پھلوں کے عوض فروخت کرنا، (ان دونوں کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کٹے ہوئے پھلوں اور غلہ وغیرہ کا وزن ممکن ہے اور درخت وکھیت میں لگے ہوئے پھلوں اور غلہ کا وزن کرنا ممکن نہیں، اور مسئلہ ہے کہ متجانسین چیزوں کی بیع میں مساوات ضروری ہے، تفاضل حرام ہے)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعریف مخابرہ: مخابرہ اور مزارعہ دونوں مترادف ہیں مخابرہ یہ خیبر سے مشتق ہے، یعنی زمین کو پیداوار کے بعض حصوں کے بدلے میں زراعت کے لیے دینا، مثلاً تہائی حصہ یا نصف حصہ یا چوتھائی حصہ پر دینا۔

(ج) عرایا کے تفسیر کے بارے اختلاف:

(۱) حنفیہ کا مسلک: حنفیہ کہتے ہیں بعض اوقات باغ کا مالک اپنے باغ کے ایک درخت کا پھل کسی فقیر کو یا محتاج کو ہبہ کر دیتا تھا پھر پھل کاٹنے کے زمانے میں باغ کا مالک اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باغ کے اندر قیام کر لیتا تھا تاکہ وہاں رہ کر پھل بھی کھائے اور تفریح بھی کرے لیکن اس فقیر کا باغ میں آنا جانا مالک اور اس کی بیوی بچوں کے باعث پریشانی ہوتی ہے اس لئے مالک کہتا ہے کہ تم اس درخت کا پھل مجھے دیدو اور اس کے بدلے میں مجھ سے کٹی ہوئی کھجوریں لے لو، حنفیہ کہتے ہیں مالک اور فقیر کے درمان جو معاملہ ہوا وہ صورتا تو بیع ہے مگر حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ شئ موہوب کی تبدیلی ہے؛ کیونکہ فقیر نے اس عریہ کو قبضہ نہیں کیا اور ابھی ہبہ تام نہیں ہوا اس لئے کہ ہبہ قبضہ کے بغیر تام نہیں ہوتا۔

(۲) مالکیہ کا مسلک: مالکیہ کے نزدیک عرایا کی تفسیر یہی ہے جو حنفیہ نے بیان فرمایا لیکن فرق یہ ہے کہ مالکیہ اسی تبدیلی کو بیع کہتے ہیں اور حنفیہ اس کو تبدیل ہبہ کہتے ہیں۔

(۳) شافعیہ کا مسلک: امام شافعی فرماتے ہیں پانچ وسق سے کم میں بیع کرنے کو عرایا کہتے ہیں جو کہ جائز ہے، اور اگر پانچ وسق یا اس سے زیادہ ہو تو وہ مزابنہ ہے اور حرام ہے، لہٰذا ان کے نزدیک اگر کوئی شخص درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو پانچ وسق سے کم کھجوروں کے عوض فروخت کرتا ہے تو ان کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، یہ بیع عرایا ہے۔

(۴) حنابلہ کا مسلک: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عرایا جمع ہے عریۃ کی اور عریۃ کے معنی عطیہ ہے پہلے زمانے میں لوگ بعض اوقات اپنے کھجور کے درخت کا پھل پکنے سے یا کاٹنے سے پہلے کسی فقیر کو ہدیہ کر دیتے تھے اور اس سے کہتے تھے اس درخت کا پھل تمہارا ہے اور وہ فقیر شدت ضرورت کی وجہ سے فی الحال ہبہ کردہ پھل جو ابھی درخت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں ہے کسی تیسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے کٹی ہوئی کھجوروں کے عوض میں اس کو بیع عرایا کہا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام نے پانچ وسق سے کم میں اس کو جائز قرار دیا۔

(د) اس جزء کا جواب پیچھے بہت سوالات میں گزر گیا (فلیلاحظ)۔

سوال نمبر ۸۰

باب ماجاء في اليمين مع الشاهد

(م:۹/۲۴۹، تح:۴/۲۶۷، ور:۴/۲۸۲، ۱۴۳۴ھ)

حدیث نمبر ۱۳۴۳: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ. قَالَ رَبِيعَةُ: وَأَخْبَرَنِي ابْنٌ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: وَجَدْنَا فِي كِتَابِ سَعْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مسئلہ قضاء بشاہد ویمین کی وضاحت کرکے اس میں فقہاء کے اختلاف مدلل تحریر کیجئے۔

(ج) حدیث مذکور اگر مذہب حنفیہ کے خلاف ہو تو ان کی طرف سے اس کا جواب دے دیجئے، نیز ان کے مسلک کا راجح ہونا دلائل سے ثابت کیجئے۔

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ایک گواہ کے ساتھ مدعی کی قسم سے (مدعی کے حق میں) فیصلہ دیا۔ ربیعہ کہتے ہیں: مجھے سعد بن عبادہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بیٹے نے خبر دی کہ ہم نے سعدؓ کی کتاب میں لکھا پایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے (مدعی کے حق میں) فیصلہ دیا۔

(ب) قضا بیمین وشاہد کی صورت یہ ہے کہ مدعی کسی چیز کا دعوی لے کر قاضی کے پاس گیا اور مدعی کے پاس صرف ایک گواہ ہے اور وہ قابل اعتماد ہے تو قاضی نے دوسرے گواہ کی جگہ قسم لے پھر اس کے حق میں فیصلہ کرے، اس کا نام قضاء القاضی بیمین وشاہد واحد۔ (تحفۃ الالمعی: ۴/۳۶۵)

الاختلاف فی مسئلة قضاء القاضی بیمین وشاهد واحد: [۱] ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر مدعی کے پاس اپنے دعوی کے ثبوت میں دو گواہ موجود نہ ہوں تو صرف ایک گواہ پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ مدعی اس گواہ کے ساتھ اپنے دعوی کے سچے ہونے پر قسم کھائے، گویا یہ ان کے نزدیک مدعی کا قسم کھانا دوسرے گواہ کے قائم مقام ہو جائے گا۔

دلیل: حدیث الباب ہے کہ: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ". (ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مختلف طرق سے منقول ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے مدعی کے لیے اپنے دعوی کے ثبوت پر دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پیش کرنا ضروری ہے، اگر مدعی نے صرف ایک گواہ پیش کیا تو صرف تنہا ایک گواہ کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، چاہے مدعی دوسرے گواہ کے بدلے میں قسم کھانے پر تیار ہو۔

دلیل: (۱) آیت کریمہ: "واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان".

(۲) قوله تعالى: "واشهدوا ذوى عدل منكم" ان دونوں آیتوں میں گواہوں کے لیے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ نصاب شہادت دو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرد ہیں یا ایک مرد دو عورتیں ہیں، اس بارے میں کوئی مزید تفصیل قرآن کریم میں بیان نہیں فرمائی۔

(۳) قوله علیه السلام: "البینة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیه"
اس حدیث میں آپ علیہ السلام نے بینہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری اور اس کا وظیفہ قرار دیا، اور یمین کو مدعی علیہ کا وظیفہ قرار دیا، گویا دونوں کے وظائف کی تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے منافی ہے، لہٰذا مدعی علیہ سے بینہ اور گواہ کا مطالبہ اور مدعی سے یمین کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

(ج) یہ حدیث بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے لیکن حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک گواہ کے ساتھ یعنی اس کی موجودگی میں مدعی علیہ پر قسم کا فیصلہ کیا یعنی مدعی کے ایک گواہ کو کالعدم قرار دیا، اس لیے کہ ایک گواہ نصاب شہادت سے کم ہے، (فلم یکن هذا الحدیث مخالف لمذهب الحنفیة). (تحفۃ الالمعی: ۴/۲۶۷)

اس مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک راجح ہے۔

دلیل: (۱) حنفیہ کا مسلک آیت قرآنی کا معارض نہیں بخلاف مسلک ائمہ ثلاثہ۔

(۲) حنفیہ کا مسلک عام قاعدہ "البینة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیه" کے مخالف نہیں ہے بخلاف مسلک ائمہ ثلاثہ۔

(۳) ائمہ ثلاثہ کی دلیل خبر واحد ہے، اور خبر واحد سے قرآن پر زیادتی جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۱

باب ما جاء في العبد یکون بین الرجلین فیعتق احدهما نصیبه

(م: ۲۵۰، تح: ۴/۲۷۱، در: ۴/۲۹۰، ۱۴۳۵ھ)

حدیث نمبر ۱۳۴۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا، أَوْ قَالَ شِقْصًا فِي مَمْلُوكٍ، فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ، قُوِّمَ قِيمَةَ عَدْلٍ، ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتَقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ. وَهٰكَذَا رَوَى أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ قَتَادَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، وَرَوَى شُعْبَةُ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ قَتَادَةَ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَمْرَ السِّعَايَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، اور سعایہ کا مفہوم واضح کرتے ہوئے مطلب لکھیے۔

(ب) عتق میں تجزی ہوسکتی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ائمہ مدلل لکھے۔

(ج) "وَهٰكَذَا رَوَى أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ... الخ" سے امام ترمذی جو اختلاف بیان فرما رہے ہیں آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے راجح کی نشاندہی کیجئے۔

جواب

(الف) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا تو باقی حصے کی آزادی بھی اسی کے مال سے ہوگی اگر اس کے پاس مال ہے، اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو اس غلام کی واجبی قیمت لگائی جائے گی، پھر غلام کو پریشانی میں ڈالے بغیر اسے موقع دیا جائے گا کہ وہ کمائی کر کے اس شخص کا حصہ ادا کر دے جس نے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا ہے۔ اور اسی طرح ابان بن یزید نے قتادہ سے سعید بن ابی عروبہ کی حدیث کے مثل روایت کی ہے۔ اور شعبہ نے بھی اس حدیث کو قتادہ سے روایت کیا ہے اور اس میں انہوں نے اس سے آزادی کے لیے کمائی کرانے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

نوٹ: اس حدیث میں سعایہ سے مطلب یہ ہے کہ غلام کا کمائی کر کے اس شخص کا حصہ ادا کر دینا جس نے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر ایک غلام دو شخصوں کے درمیان مشترک ہو پھر کسی ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو وہ غلام بالکلیہ آزاد ہو جائے گا، اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ آزاد کرنے والا مالدار ہے یا غریب؟ یعنی وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دے سکتا ہے یا نہیں، اگر وہ مالدار ہے تو باقی حصے کی آزادی بھی اسی کے مال سے ہوگی، اور اس غلام کی میراث (ولاء) اسی کو ملے گی اور دوسرا شریک اپنے ساتھی سے اپنے حصے کے بقدر پیسہ واپس لے لے گا کیونکہ اس نے پہلے آزاد کر کے اس کا حصہ بگاڑ دیا ہے، اور اگر پہلے آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو تو غلام کمائی کر کے باقی حصہ کی قیمت دوسرے شریک کو ادا کر دے گا، اس وقت غلام کی میراث دونوں کو ملے گی، اور کمائی کرنے میں غلام کو مشقت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں غلام کا کوئی اختیار اور دخل نہیں ہے، اور قیمت لگاتے وقت انصاف سے لگائی جائے گی، بعض روایات میں غلام کے سعی کا ذکر نہیں ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ اور شعبہ نے بھی اس حدیث کو قتادہ سے روایت کیا ہے اور اس میں انہوں نے اس سے آزادی کے لیے کمائی کرانے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(ب) عتق تجزی کو قبول کرتا ہے یا نہیں؟

[۱] امام ابوحنیفہ کے نزدیک عتق تجزی کو قبول کرتا ہے یعنی ممکن ہے کہ ایک وقت میں غلام نصف آزاد ہو اور نصف آزاد نہ ہو۔

دلیل: "عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا، أَوْ قَالَ: شِقْصًا، أَوْ قَالَ: شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ" اس حدیث میں فرمایا "فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ" جملے سے معلوم ہو رہا ہے کہ معتق نے جتنا غلام کا حصہ آزاد کیا ہے اتنا ہی آزاد ہوا۔

[۲] امام شافعی کے نزدیک عتق بعض وقت تجزی کو قبول کرتا ہے اور بعض وقت قبول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں کرتا یعنی معتق کے موسر ہونے کی حالت میں عتق تجزی کو قبول نہیں کرتا، اور معسر ہونے کی حالت میں تجزی کو قبول کر لیتا ہے۔

دلیل: ”عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا، أَوْ قَالَ: شِقْصًا، أَوْ قَالَ: شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ“. اس حدیث میں جملہ ”وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ“ سے معلوم ہوتا ہے اگر پہلے آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس کے مال سے تو آزاد ہو جائے گا اور عتق تجزی کو قبول نہیں کرے گا اور اگر معسر ہو تو جتنا حصہ آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا اور اس صورت میں عتق تجزی کو قبول کرتا ہے۔

(۳) صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ عتق کسی بھی حالت میں تجزی کو قبول نہیں کرتا۔

دلیل بھی یہی حدیث الباب ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا، أَوْ قَالَ شِقْصًا فِي مَمْلُوكٍ، فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ، قُوِّمَ قِيمَةَ عَدْلٍ، ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يَعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ. یعنی اگر پہلے آزاد کرنے والا مالدار ہو تو دونوں حصہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا، اور اگر مالدار نہ ہو تب بھی اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور غلام کو سعی کرنے کا حکم دے گا تاکہ وہ غلام سے پیسہ لے کر شریک دوم کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کر دے۔

نوٹ: اس مسئلہ میں بنیادی اختلاف دو ہیں ایک غلام کی سعی کے قائل ہونا یا نہ ہونا امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل نہیں اور امام ابوحنیفہ وصاحبین اس کے قائل ہیں، دوم یہ کہ عتق تجزی کو قبول کرتا ہے یا نہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقاً عتق تجزی کو قبول کرتا ہے، صاحبین کے نزدیک مطلقاً قبول نہیں کرتا، امام شافعی رحمہ اللہ چونکہ غلام کے سعایہ کے قائل نہیں ہیں اس لئے معتق کے غریب ہونے کی صورت میں تجزی کے قائل ہیں ورنہ غلام پر سعی کرنا لازم ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۸۲

باب ما جاء في الشفعة للغائب

(م: ۲۵۳، تح: ۲۹۸/۴، در: ۳۱۵/۴، ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۱۳۶۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ يُنْتَظَرُ بِهِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، مِنْ أَجْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) شفعہ اور جار کا مفہوم واضح کرتے ہوئے مطلب لکھے۔

(ج) جوار کی وجہ سے شفعہ کا ثبوت ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اختلاف ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(د) جو لوگ اس کے قائل نہیں وہ مذکورہ حدیث پر کیا اعتراض کرتے ہیں؟ قائلین اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب

(الف) جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ہم عبدالملک بن سلیمان کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے ہیں جس نے اس حدیث کو عطاء سے اور عطاء نے جابر سے روایت کی ہو، شعبہ نے عبدالملک بن سلیمان پر اسی حدیث کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

(ب) الشفعة: مادہ ش، ف، ع کے معنی ہیں: ملانا، دو رکعتوں کو شفعہ کہتے ہیں اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کسی کی عرضی کے ساتھ شفارش ملائی جائے تو اس کو شفاعت کہتے ہیں، اور اصطلاح میں کسی جائداد کو اپنی جائداد کیساتھ ملانے کا نام شفعہ ہے۔

الجار: بمعنی الملاصق، القریب، اصطلاح میں جس کی جائداد بائع کی جائداد سے ملاصق اور قریب ہو اس کو جار کہتے ہیں اور اگر وہ حقوق مبیع میں شریک ہو تو اس کو جار فی حق المبیع کہا جاتا ہے اور اگر کسی میں بھی شریک نہ تو اس کو جار محض کہا جاتا ہے اور جار فی حق المبیع کو شریک فی حق المبیع بھی کہا جاتا ہے۔

مطلب: پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے یعنی مشتری کے اعتبار سے زیادہ حقدار ہے نہ کہ شریک فی نفس المبیع کے اعتبار سے؛ اگر پڑوسی کی عدم موجودگی میں کوئی جائداد فروخت ہوئی تو اس کے واپس آنے تک انتظار کیا جائے گا اگر وہ واپس آ کر جائداد کا مطالبہ کرے تو اس کے حق کا زیادہ اعتبار ہوگا۔ اس حدیث میں وہ جار مراد ہے جو حقوق المبیع میں بھی شریک ہو۔ (تحفۃ الالمعی: ۴/۲۹۷)

(ج) [۱] ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شفعہ کا حق صرف شریک فی نفس المبیع کو ہے (جبکہ مبیع قابل تقسیم ہو)، جار فی حق المبیع اور جار محض کے لیے کوئی حق شفعہ نہیں ہے۔

دلیل: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ. یعنی جب حدود واقع ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ باقی نہیں رہتا؛ اس سے معلوم ہوا کہ شفعہ اس میں ہے جس کی عین میں دونوں شریک ہو۔

[۲] حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ تینوں کو حاصل ہیں۔

دلیل: (۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّرِيكُ شَفِيعٌ، وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ۔

(۲) قال رسول الله ﷺ الجار احق بشفعته ينتظر به وان كان غائبا، اذا كان طريقهما واحدا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) عن سمرة رضي الله عنه قال رسول الله ﷺ: جار الدار احق بالدار.

(د) ائمہ ثلاثہ اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس پر شعبہ بن حجاج نے کلام کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی عبد الملک بن سلیمان سے اس روایت میں غلطی ہوئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبد الملک بن سلیمان بہت ثقہ راوی ہیں اور اس کے بارے میں محدثین نے یہاں تک کہا ہے کہ هو ميزان في العلم لہٰذا محض اس روایت کی وجہ سے ان پر کلام کرنے اور ان کو متکلم فیہ راوی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے یہ حدیث قابل استدلال ہے۔

ایک اشکال اور جواب: بعض حضرات اس پر یہ اشکال کرتے ہیں کہ "الجار احق بشفعته" اگر آپ اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں تو اس حدیث کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جار شریک کے مقابلہ میں بھی زیادہ حقدار ہوگا، اس لئے کہ لفظ احق آیا ہے حالانکہ آپ کے نزدیک بھی جار شریک سے زیادہ حقدار نہیں ہے، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس میں جو احق کا لفظ آیا ہے اس سے مراد احقیت بالاضافة الی المشتری ہے بالاضافة الی الشریک نہیں ہے یعنی جار ایک اجنبی مشتری کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے، شریک کے مقابلہ میں نہیں۔ (درس ترمذی: ۴/۳۲۵)

نوٹ: "إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ" حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حدیں واقع ہوجانے اور تقسیم ہو جانے کے بعد اور راستے جدا ہوجانے کے بعد شریک کی بنیاد پر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا، البتہ جار کی بنیاد پر شفعہ کا دعویٰ ہو تو وہ اس حدیث کے منافی نہیں۔ (درس ترمذی: ۴/۳۲۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۸۳

(م: ۲۵۳، تح: ۴/ ۲۹۸، در: ۴/ ۳۱۵، سالانہ ۱۴۱۰ھ)

جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ (۲) الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ يُنْتَظَرُ بِهِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا (۳) إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ. وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ (۴) الشَّرِيكُ شَفِيعٌ، وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

(الف) شفعہ کی تعریف لکھیں اور بتلائیں کہ شفعہ کن چیزوں میں جاری ہوتا ہے اور کن لوگوں کو ملتا ہے؟ اختلاف ائمہ مع ادلہ لکھیں۔

(ب) مذکورہ بالا حدیثوں کا ترجمہ کیجئے اور بتائیں کہ ان روایات میں سے کونسی روایت کس کی دلیل ہے اور دوسرے حضرات اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب

(الف) (شفعہ کی تعریف اگلے سوال میں مذکور ہے) امام شافعی کے نزدیک شفعہ ان چیزوں میں جاری ہوتا ہے جو قابل تقسیم ہو کیونکہ شفعہ مشروع ہے مئونت تقسیم سے بچنے کے لیے، پس جو عقار قابل تقسیم نہیں اس میں شفعہ نہیں ہے جیسے کنواں، حمام، رحا، طریق وغیرہ، احناف کے نزدیک ہر عقار میں شفعہ جاری ہوگا چاہے قابل تقسیم ہو یا نہ ہو لیکن کسی مالی عوض کے بدلہ میں ہو ورنہ شفعہ جاری نہیں ہوگا جیسے خلع، میراث، ہبہ وغیرہ۔

شفیع کے بارے میں اختلاف مع ادلہ پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

(ب) (۱) گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے (۲) پڑوسی اپنے پڑوسی (ساجھی) کے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، جب دونوں کا راستہ ایک ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا اگر چہ وہ موجود نہ ہو (۳) حدیں واقع ہو جانے اور تقسیم ہو جانے کے بعد اور راستے جدا ہو جانے کے بعد شریک کی بنیاد پر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا (۴) شریک ہی شفیع ہے اور شفعہ ہر چیز میں جاری ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آخری دونوں حدیثیں ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے۔

حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ شریک میں شریک فی حق المبیع بھی داخل ہے پس اس سے محض ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور دوسری حدیث کا جواب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حدیں واقع ہو جانے اور تقسیم ہو جانے کے بعد اور راستے جدا ہو جانے کے بعد شریک کی بنیاد پر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا، البتہ جار کی بنیاد پر شفعہ کا دعویٰ ہو تو وہ اس حدیث کے منافی نہیں۔ (درسِ ترمذی: ۴/ ۳۲۵)

پہلی اور دوسری روایات احناف کی دلیلیں ہیں، ائمہ ثلاثہ کی طرف سے ان دلائل کے جواب یہ ہیں کہ یہاں جار سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے۔

❀❀❀

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترمذی شریف (جلد ثانی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبر ۸۴، ص/ ۲

باب ماجاء في لحوم الحمر الأهلية

(۱۴۳۳ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ كُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَالْمُجَثَّمَةَ وَالْحِمَارَ الْإِنْسِيَّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں حدیث میں تین چیزوں کی حرمت کا بیان ہے ان کی وضاحت کریں۔

(ب) گھوڑے کی حلت وحرمت میں اختلاف ائمہ مفصل ومدلل لکھیں۔

(ج) خچر کا حکم کیا ہے؟ مدلل بیان کریں۔

(د) گدھے کا حکم تفصیل وار لکھیں۔

جواب

(الف) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن ہر کچلی دانت والے درندہ جانور، مجثمۃ اور پالتو گدھے کو حرام قرار دیا۔

وضاحت: قولہ: کل ذي ناب من السباع.

ناب: نوکدار تیز دانت کا نام ہے، جس کے ذریعہ پھاڑنے چیرنے کا کام ہوتا ہے اور وہ رباعیات کے متصل ہوتا ہے۔

ذی ناب سے مراد: وہ سب درندے ہیں جو دانتوں سے شکار کرتے ہیں جیسے شیر چیتا بھیڑیا۔

سباع: وہ چوپایا ہے جو چیرنے پھاڑنے والا ہو، حدیث میں سباع کی قید سے معلوم ہوا کہ ہر ذی ناب حرام نہیں، بلکہ ہر وہ ذی ناب جو پھاڑنے چیرنے والا ہو وہ حرام ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولہ: "المُجَثَّمَة" وہ جانور ہے جس کو باندھ کر ہدف بنایا جائے اور اس پر تیر پھینکا جائے، یہ فعل حرام ہے چونکہ اس میں بلا ضرورت جاندار کی تعذیب ہوتی ہے اور ایسے جانور کا حکم یہ ہے کہ اگر مرنے سے پہلے ذبح شرعی کیا جائے تب بھی ایسے جانور کو کھانا مکروہ ہے اور اگر ذبح شرعی سے پہلے مر گیا تو وہ میتہ ہے اور موقوذہ کے حکم میں ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ (عون الترمذی: ۱/۷۴)

قولہ: "الحِمَار الانسِیّ" یعنی وہ گدھے جن کو پالتے ہیں اور ان پر سوار ہوتے ہیں اور گھروں کے دوسرے کاموں میں استعمال کرتے ہیں جیسے ہل چلانا بوجھ اٹھانا، کنوئیں سے پانی لے آنا یہ عرب ممالک میں حمر اہلیہ سے مشہور ہے اس کی اور ایک قسم ہے: حمار وحشی یعنی وہ گدھے جو جنگل میں رہتے ہیں اور لوگ اس کو شکار کرتے ہیں، اس کا رنگ بھی الگ ہے اور خاصیت بھی الگ ہے جمہور کے نزدیک حمر اہلیہ کا گوشت حرام ہے، مالکیہ کے نزدیک اس میں تین اقوال ہیں مباح، مکروہ، حرام، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حمار اہلیہ وہ پالتو گدھا کو کہا جاتا ہے۔ لیکن حمار وحشی کا گوشت بالاتفاق حلال ہے۔

(ب) گھوڑے کا حکم:

[۱] امام شافعی احمد اسحاق ابراہیم نخعی حماد بن سلیمان اور صاحبین کے نزدیک یعنی جمہور علماء کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مباح ہے۔

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے پھر اس قول میں اختلاف ہے کہ کراہت کیسی ہے، تحریمی یا تنزیہی، لعینہ یا لغیرہ، اصح قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی لغیرہ ہے یعنی اس لئے کہ آلہ جہاد کم نہ ہو جائے، علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

[۳] امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اشد درجہ کا مکروہ ہے۔ (عون الترمذی: ۱/۱۴۱)

دلائل جمہور: (۱) عن جابر رضی اللہ عنہ قال اطعمنا رسول اللہ ﷺ لحوم الخیل ونهانا عن لحوم الحمر۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما قالت: نحرنا علی عهد النبي ﷺ فرسا فاكلناه۔ (بخاری ۵۱۹۱)

دلائل ابی حنیفہ: (۱) قوله تعالیٰ: ”والخيل البغال والحمير لتركبوها وزينة“ یہاں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے احسان کا تذکرہ فرمایا اور جیسا کہ معلوم ہے کہ اکل (کھانا) اعلیٰ درجہ کی منفعت ہے پس اگر لحوم الخیل حلال ہوتا تو اپنا احسان جتانے کے موقع پر اس کو ترک نہیں کرتے جب کہ رکوب اور زینت جو ادنی درجہ کی نعمت ہے اس سے اپنا احسان جتلایا۔

(۲) عن خالد بن الوليد: ان رسول الله ﷺ نهى عن اكل لحوم الخيل والبغال والحمير. (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۳) گھوڑا آلہ جہاد ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم“ اور مختلف حدیثوں میں گھوڑے کی فضیلت اور عظمت کا بیان ہے پس اگر اس کو کھانے کی اجازت دی جائے تو تقلیل آلہ جہاد کر کے مسلمانوں کو کمزور کرنا لازم آئے گا۔

الجواب عن دلائل الخصم: (۱) حدیث جابر آیت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

(۲) روایت تحریم واقعہ خیبر کے بعد کی ہے چونکہ اس کے راوی حضرت خالد غزوہ خیبر کے بعد اسلام لائے جبکہ روایت جواز یوم خیبر کی ہے پس روایت تحریم متاخر اور ناسخ ہے۔

(۳) حدیث خالد محرم اور حدیث جابر مبیح ہے اور تعارض کے وقت محرم کی ترجیح ہوتی ہے۔ (عون الترمذی: ۱/۳۴۲)

(ج) خچر کا حکم:

(۱) امام احمد اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک خچر مطلقاً حرام ہے؛ کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں حلال اور حرام دونوں کا اجتماع ہو جائے تو نتیجہ ارذل کے اعتبار سے وہ حرام ہوتا ہے اسی بنا پر خچر بھی ایسا ہے کیونکہ وہ گھوڑے اور گدھے کی جفتی سے پیدا ہوتا ہے، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گدھا حرام ہے، جیسے عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال ذبحنا یوم خیبر الخیل و البغال و الحمیر فنہانا عن البغل و الحمیر و لم ینہنا عن الخیل. (ابوداؤد)

(۲) احناف کے نزدیک خچر کا حکم اپنے ماں کے اعتبار سے ہے، اگر ماں گھوڑی ہو تو حلال ہے اور اگر گدھی ہو تو حرام ہے۔

دلیل: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جانور حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے۔

(د) گدھے کا حکم تفصیل وار:

پالتو گدھے کی دو قسمیں ہیں: (۱) حمر الاہلیۃ (۲) حمر الوحشیۃ

حمر الاہلیۃ کا حکم: (۱) ائمہ اربعہ (لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق) اور جمہور علماء کے نزدیک پالتو گدھا کا گوشت حرام ہے۔

(۲) دوسرے بعض علماء کے نزدیک پالتو گدھا کا گوشت مباح ہے۔

ان کی دلیل: (۱) عَنْ غَالِبِ بْنِ أَبْجَرَ قَالَ: أَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي شَيْءٌ أُطْعِمُ أَهْلِي إِلَّا شَيْءٌ مِنْ حُمُرٍ، وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَصَابَتْنَا السَّنَةُ وَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي مَا أُطْعِمُ أَهْلِي إِلَّا سِمَانُ الْحُمُرِ، وَإِنَّكَ حَرَّمْتَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ. فَقَالَ: "أَطْعِمْ أَهْلَكَ مِنْ سَمِينِ حُمُرِكَ؛ فَإِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ أَجْلِ جَوَّالِ الْقَرْيَةِ" يَعْنِي الْجَلَّالَةَ."

(۲) ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ گدھا کی حرمت میں صحابہ کا اختلاف ہے اگر حرام ہوتا تو ان میں اختلاف نہ ہوتا پس حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ پالتو گدھا حلال ہے اور دوسرے صحابہ حرام کہتے ہیں۔

مذہبِ ثانیہ کا جواب: دلیل اول کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی اور ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اسکا متن شاذ ہے اور دوسری احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل دوم کا جواب: جمہور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ سب صحابہ کرام کی اپنی اجتہادی رائیں ہیں، کیونکہ پالتو گدھا کے متعلق حرمت وارد ہوئی ہے۔

گدھے کی دوسری قسم حمار وحشی ہے: وہ بالاتفاق حلال ہے کیوں کہ اس کا شکار کیا جاتا ہے اور اسکا رنگ بھی الگ ہے اور خاصیت بھی الگ ہے۔

سوال نمبر ۸۵، ص ر ۳

باب تخمير الإناء وإطفاء السراج والنار عند المنام

(۱۴۲۹ تا ۱۴۳۷ھ)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَغْلِقُوا الْبَابَ وَأَوْكِئُوا السِّقَاءَ وَأَكْفِئُوا الْإِنَاءَ أَوْخَمِّرُوا الْإِنَاءَ وَأَطْفِئُوا الْمِصْبَاحَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ غَلَقًا وَلَا يَحِلُّ وِكَاءً وَلَا يَكْشِفُ آنِيَةً وَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث میں ذکر کردہ تمام امور کی الگ الگ تشریح کریں۔

(ج) خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب

(الف) جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (سوتے وقت) (بسم اللہ پڑھ کر) دروازہ بند کرلو، مشکیزہ کا منہ باندھ دو، برتنوں کو اوندھا کر دو یا انہیں ڈھانپ دو اور چراغ بجھا دو، اس لیے کہ شیطان (بسم اللہ پڑھ کر بند کئے گئے) کسی بند دروازے کو نہیں کھولتا ہے اور نہ کسی بندھن اور برتن کو کھولتا ہے، (اور چراغ اس لیے بجھا دو کہ) چوہا لوگوں کا گھر جلا دیتا ہے۔

(ب) (۱) اغلقوا الباب: یعنی رات میں بسم اللہ پڑھ کر گھر کا دروازہ بند کرلو، اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے کہ شیطان کسی بھی بند چیز کو نہیں کھولتا یعنی بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کیا جائے تو شیطان اس کو نہیں کھول سکتا ہے نیز شیطانِ انسانی (چور) بھی بند مکان میں نہیں آتے ہے۔

(۲) او کؤا السقاء: مشکیزہ کا منہ بند کردو؛ کیونکہ جو مشکیزہ بسم اللہ پڑھ کر بند کیا گیا ہو، اس کو شیطان نہیں کھول سکتا ہے۔

(۳) اکفئو االإناء او خمروا الإناء: برتن کو اوندھا کردو یا فرمایا برتن کو ڈھانک دو؛ اس لئے کہ شیطان اس برتن کو نہیں کھول سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر ڈھانکا گیا ہے اور اس میں کیڑے وغیرہ داخل نہیں ہو سکتے ہیں۔

(۴) اطفئو االمصباح: چراغ بجھادو اس لئے کہ چراغ یا چولہے وغیرہ میں آگ ہوگی تو ممکن ہے کہ چوہا کوئی چیز کھینچ کر اس میں لائے گا پھر جب جل جائے گی تو اس کو گھسیٹ کر لے چلے گا اور سارا گھر جلادے گا یہی حکم بجلی کا ہے۔

نوٹ: حدیث مذکور میں امر ارشادی ہے وجوبی نہیں ہے یعنی حدیث میں جو چار احکام بیان کئے گئے ہیں وہ وجوبی نہیں ہیں بلکہ بطور ارشادی ہیں۔ (تحفۃ الالمعی)

(ج) تحقیق الالفاظ:

(۱) أَغْلِقُوْا: فعل امر کے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے مصدر اغلاق بمعنی دروازہ بند کرنا۔

(۲) أَوْ كُوْا: ایکاء مصدر سے بحث فعل امر کے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے أَوْ كَأَ السِّقَاءَ إِيْكَاءً مشکیزہ لے کر ڈوری سے باندھنا۔

(۳) اَلسِّقَاءُ: جمع اسقیۃ بمعنی پانی کی مشک، دودھ یا پانی رکھنے کا برتن۔

(۴) أَكْفِئُوْا: فعل امر کے صیغہ جمع مذکر حاضر أَكْفَأَ الْإِنَاءَ إِكْفَاءً بمعنی برتن کو اوندھا کرنا۔

(۵) اَلْإِنَاءُ: بمعنی برتن اس کی جمع آنِيَة۔

(۶) اَلْمِصْبَاحُ: بمعنی چراغ اس کی جمع مَصَابِيْحُ۔

(۷) تُضْرِمُ: مضارع کے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے أَضْرَمَ النَّارَ آگ جلانا ضَرِمَتِ النَّارُ آگ بڑھکنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۸) اَلْفُوَيْسِقَةُ: یہ فاسقۃ کی تصغیر ہے بمعنی شرارتی، اس سے مراد چوہا ہے کیونکہ وہ سوراخ سے نکل کر اپنی شرارت سے لوگوں کو تکلیف دیتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۱۵۸)

سوال نمبر ۸۶، ص/۳

باب ماجاء في الاكل مع المجذوم

(تح: ۵/۲۴۳، ۱۴۳۸ھ)

حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: كُلْ ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ. رَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ وَحَدِيثُ شُعْبَةَ أَثْبَتُ عِنْدِي وَأَصَحُّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مطلب لکھئے اور بتایئے کہ "ثقة بالله وتوكلا عليه" ترکیب میں کیا واقع ہوا، اور اس کا متعلق کیا ہے۔

(ج) شعبہ اور مفضل کی روایت میں کیا فرق ہے؟ اور امام ترمذی نے شعبہ کی روایت کو کیوں راجح قرار دیا؟ (د) یہ حدیث دوسری حدیث سے معارض ہوتی ہے وہ کونسی حدیث ہے اور تعارض کا حل پیش کرو۔

جواب

(الف) ہم سے حدیث بیان فرمائی مفضل بن فضالہ نے وہ حبیب بن الشہید سے وہ محمد بن منکدر سے وہ جابر بن عبداللہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ پیالے میں داخل کیا، پھر فرمایا: اللہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نام لے کر اس پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ اور شعبہ نے اس حدیث کو بطریق: حبيب بن الشهيد عن ابن بريدة أن ابن عمر روایت کیا ہے کہ انہوں (ابن عمر) نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک شعبہ کی حدیث زیادہ صحیح اور ثابت ہے۔

(ب) **مطلب:** مجذوم جذام کے مرض والے کو کہا جاتا ہے اور جذام ایک مرض ہے جو فساد خون سے پیدا ہوتا ہے اس میں یا تو سفید دھبے پڑ جاتے ہیں تو وہ برص کہلاتا ہے یا اعضاء پر ورم ہو کر انگلیاں وغیرہ سڑنے گلنے اور گرنے لگتی ہے تو اس کو جذام کہتے ہیں۔ ایک بیماری خود بخود دوسرے کو لگنے کا خیال اسلام کے عقیدۂ توحید کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ کی کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالے کی مرضی سے ہوتا ہے پس اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ بڑے پیالے میں داخل کرایا، پھر فرمایا کھاؤ اللہ تعالیٰ کے نام سے (شروع کرو)، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے کیونکہ سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۱۶۳)

ترکیب: قوله ثقة بالله وتوكلا عليه.

(ا) ثقۃ اور توکلا دونوں واثقا اور متوکلا کے معنی میں ہو کر کل فعل کی ضمیر مستتر سے حال ہے تب معنی ہوگا واثقا و متوکلا علیہ (دراں حالانکہ تو اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کرنے والا ہے)

(۲) یہ دونوں مصدر بمعنی مفعول مطلق ہیں تقدیر عبارت یہ ہے۔

كُلْ مَعِيَ أَثِقُ ثِقَةً بِاللهِ واتوكلُ توكلاً عليه یعنی تو میرے ساتھ کھاؤ میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں یعنی اپنا معاملہ اس کو سونپتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں۔

(ج) شعبہ اور مفضل کی روایت میں فرق یہ ہے کہ مفضل کی حدیث میں جو واقعہ ہے وہ نبی ﷺ کا ہے اور شعبہ کی حدیث میں جو واقعہ ہے اسی واقعہ نبی ﷺ کا نہیں؛ بلکہ حضرت عمرؓ کا ہے۔

امام ترمذی نے شعبہ کی روایت کو اس لئے راجح قرار دیا کہ شعبہ ثقہ ہے اور دوسری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والی روایت یعنی مفضل بن فضالہ ابو مالک بصری (مبارک بن فضالہ کا بھائی) ضعیف راوی ہے اسی وجہ سے امام ترمذی نے شعبہ والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔

قاعدہ ہے کہ ضعیف راوی کی روایت پر ثقہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔

(د) مجذوم کے بارے میں احادیث مختلف ہیں حدیث باب میں حضور اکرم ﷺ نے مجذوم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا ایک دوسری روایت میں حضور نے "لَا عَدْوٰی الخ" فرمایا، دونوں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری میں تعدیہ کا عقیدہ توحید کے منافی ہے لہٰذا بیماری میں کوئی تعدیہ نہیں لیکن بخاری شریف کی ایک روایت ہے: "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ" اس حدیث سے بیماری میں تعدیہ ہونا معلوم ہوتا ہے تو بظاہر اول کی دونوں حدیثیں اور بخاری کی روایت کے درمیان تعارض ہے پس اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱) یہ دونوں حکم بعض افراد کے اعتبار سے ہیں کہ بعض لوگ قوی الایمان اور قوی التوکل ہوتے ہیں ان کو ساتھ کھانے کی اجازت دی گئی (جو پہلے دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے) اور بعض لوگ ضعیف الایمان اور ضعیف التوکل ہوتے ہیں ان کو اجتناب کا حکم فرمایا (جو بعد والی حدیث سے معلوم ہوتے ہے) تاکہ بے فائدہ خلجان میں نہ پڑیں، پس توکل اور یقین کا درجہ حاصل ہو جانے کے بعد جذامی سے بھاگنے اور اس کو اپنے سے الگ دیکھنا ضروری نہیں۔

(۲) اجتناب من المجذوم کا امر استحبابی ہے اور اس کے ساتھ کھانا بیان جواز کے لیے ہے۔

(۳) اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ امراض خود بخود متعدی ہوتے ہیں پس آنحضرت ﷺ نے اس عقیدہ عدویٰ کو باطل کیا اور اس کے ساتھ کھایا تاکہ یقین ہو جائے کہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لاغیرہ، پھر مجذوم سے بھی بھاگنے کو فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسباب مفضیہ میں سے ہے کہ بامر الٰہی اس کا افضا ہوتا؛ مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے تو اس کی تاثیر سلب کر لے اور چاہے باقی رکھے۔ (عون الترمذی: ج ۱ / ص ۷۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۸۷، ص / ۸

باب ماجاء ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام

(۵/۲۱۳، ۱۴۳۴ھ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ مَا أَسْكَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ وَفِي رِوَايَةٍ الْحَسْوَةُ مِنْهُ حَرَامٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) خمر کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیجیے؟ خمر کے علاوہ دوسری مسکر شئ کتنی قسم پر ہے اور ان کا حکم کیا ہے؟ بالتفصیل لکھیں۔

(ج) مذکورہ حدیث اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ہو تو اس کی مناسب توجیہ کریں۔

(د) الکحل اور اسپرٹ کا کیا حکم ہے۔

جواب

(الف) ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس چیز کا ایک فرق (سولہ رطل) کی مقدار بھر نشہ پیدا کردے تو اس کی مٹھی بھر مقدار بھی حرام ہے اور دوسری ایک روایت میں ہے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔

(ب) خمر کی تعریف میں اختلاف: (۱) احناف کے نزدیک خمر کہا جاتا ہے خالص انگور کے رس کو جب کہ اس میں شدت آجائے اور جوش مار کر جھاگ نکالے (امام ابویوسف کے نزدیک جھاگ نکالنے کی شرط نہیں ہے)۔

(۲) ائمہ ثلاثہ اور ہمارے امام محمد کے نزدیک ہر مسکر چیز کو خمر کہا جاتا ہے۔

احناف کے دلائل: (۱) احناف اہل لغت کے اقوال سے دلیل پیش کرتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیوں کہ کسی چیز کی حقیقت لغت ہی سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

اور تمام اہل لغت کا اتفاق ہے کہ خمر ایک خاص شراب کا نام جو انگور سے بنایا جاتا ہے اسی لئے عام استعمال میں خمر کہنے سے یہی خاص شراب سمجھا جاتا ہے اور دوسری شرابوں میں دوسرے نام کا اطلاق ہوتا ہے جیسے: نبیذ، نقیع، سکر۔

(۲) اخرج عبدالرزاق في مصنفه عن ابن المسيب مرسلا قال قال النبي ﷺ الخمر من العنب والسكر من التمر والمزر من الذرة والغبيراء من الحنطة والبتع من العسل كل مسكر حرام.

یہ حدیث صریح ہے کہ خمر صرف انگور کے رس کو کہا جاتا ہے۔

(۳) اخرج عبد الرزاق في مصنفه عن ابن عمر في قصة قال اما الخمر فحرام لاسبيل اليها واما ماسواها من الاشربة فكل مسكر حرام.

اس حدیث میں حضرت ابن عمر نے خمر کو دوسرے اشربہ مسکرہ سے الگ کر کے ذکر فرمایا اس سے صاف معلوم ہوا کہ جمیع اشربہ مسکرہ کو خمر نہیں کہا جاتا ہے۔

جمہور علماء کے دلائل: (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ كل مسكر خمر وكل مسكر حرام.

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انه خطب على منبر رسول اللہ ﷺ فقال انه قدنزل تحريم الخمر وهي من خمسة اشياء العنب والتمر والحنطة والشعير والعسل والخمر خامر العقل. (البخاری)

(۳) عن النعمان بن بشير قال قال رسول اللہ ﷺ ان من العنب خمرًا وان من التمر خمرًا وان من العسل خمرًا وان من البر خمرًا وان من الشعير خمرًا. (ابوداؤد)

ان تینوں حدیثوں سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خمر صرف انگور کے رس کو نہیں کہا جاتا ہے بلکہ ہر مسکرہ مشروبہ کو خمر کہا جاتا ہے۔

(۴) لغت کے اعتبار سے بھی خمر عام ہونا چاہئے کیونکہ یہ مخامرۃ العقل سے مشتق ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس کے معنی عقل کو چھپا دینا اور یہ ہر مسکر میں موجود ہے لہٰذا ہر مسکر کو خمر کہا جائے گا۔

(عون الترمذی:ا/ ۱۴۷)

خمر کا حکم: یہ حکم دونوں فریقوں کے نزدیک ہے۔

(۱) خمر عین حرام ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور اس کی حرمت قطعی ہے۔

(۲) اس کا مستحل کافر ہے۔

(۳) خمر نجاست غلیظہ ہے اس سے ہر طرح کا انتفاع حرام ہے؛ کیونکہ انتفاع بالنجاست حرام ہے۔

(۴) اس کی بیع وشرا حرام ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے حق میں مال متقوم نہیں اسی وجہ سے اس کے متلف اور غاصب پر ضمان نہیں آئے گا۔

(۵) شارب خمر پر حد آئے گی چاہے حد مسکر تک نہ پیے۔

ربیعۃ الرائیؒ اور داؤد ظاہری کے نزدیک اشربہ مسکرہ حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے۔

خمر کے علاوہ دوسرے اشربۂ مسکرہ: وہ اولاً دو قسم پر ہے۔

(۱) اشربۂ محرمۂ ثلاثہ

(۱) نبیذ، گیہوں، جَو، شہد اور مکئ وغیرہ کی شرابیں۔

اشربۂ محرمۂ ثلاثہ: (۱) طلاء انگور کا شیرہ جب اس کو پکایا جائے اور دو تہائی سے کم چلا جائے پھر جب اس میں نشہ پیدا ہو اور جھاک آجائے۔

(۲) نقیع التمر یعنی چھوارے پانی میں بھگوئے اور اس میں شیرینی نکل کر اتنی دیر تک تاخیر ہو کہ گرمی سے پکن آوے اور تند ہو کر مسکرہ ہو جائے اور اسی کا نام سکر ہے۔

(۳) نقیع الزبیب کشمش کا اسی طرح شیرہ پانی نکالا جائے کہ جھاگ سے تند مشتد ہو جائے۔

اشربۂ محرمہ ثلاثہ کا حکم: (۱) جمہور کے نزدیک انکا حکم خمر ہی کے حکم میں ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک ان تین شرابوں کی حرمت درجۂ دوم میں ہے؛ چناں چہ ان کے حلال کہنے والے کو کافر نہیں کہتے، جو شخص یہ تین شرابیں پیے اس کو حد اس وقت تک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لگائی جائے گی جب نشہ چڑھ جائے اور اس کی نجاست میں اختلاف ہے کہ غلیظہ ہے یا خفیفہ ہے مگر خمر میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام اعظم کے نزدیک انکی بیع درست ہے۔

(۳) ربیعۃ الرائی اور داؤد ظاہری کے نزدیک تمام مسکر مشروبات حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے۔

خمر اور اشربہ محرمہ ثلاثہ کے علاوہ باقی اور شرابوں کا حکم:

(۱) جمہور کے نزدیک انکا حکم خمر ہی کا حکم ہے۔

(۲) امام اعظم کے نزدیک جب تک نشہ کے بقدر نہ پیے اس وقت تک حد نہیں لگائی جائے گی۔

(۱) جمہور کے دلائل: بی ان کے دلائل وہی ہیں جو خمر کی تعریف میں گزر چکے ہیں۔

(۲) امام ابوحنیفہ کے دلائل: ابوداؤد میں ہے نقیر، مزفت، دباء اور حنتم میں بنائی ہوئی نبیذ نہ پیو اور چمڑے کی مشک میں بنائی ہوئی نبیذ جسکا منہ باندھا گیا ہو پیو۔

پس اگر وہ اٹھے یعنی اس میں جوش آئے اور نشہ پیدا ہو جائے تو اس کو توڑ دو یعنی ٹھنڈا پانی ملاؤ جوش ختم ہو جائے گا اور نشہ کا اثر ختم ہو جائے گا (پس پیو) اگر تم کو تھکا دے یعنی پانی سے بھی جوش ختم نہ ہو تو اس نبیذ کو پھینک دو۔

اس حدیث میں نبیذ میں نشہ پیدا ہونے کے بعد بھی پینے کی اجازت دی گئی ہے۔

(۲) طحاوی میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر میں تھے آپ کے پاس نبیذ لائی گئی آپ نے اس میں سے پیا اور منہ بگاڑا، پھر فرمایا طائف کی نبیذ سخت ہوتی ہے پھر پانی منگوایا اور اس پر ڈالا پھر اس کو پیا۔

(۳) حضرت عمر کے لیے ایک نبیذ بنائی گئی مدینہ کے راستہ میں ایک شخص نے اس میں سے گھٹ گھٹ پیا جس سے اس کو نشہ چڑھ گیا حضرت عمر نے اس کو چھوڑے رکھے جب اس کا نشہ اتر گیا تو اس کو حد ماری پھر حضرت عمر نے پانی سے اس کا نشہ توڑا اور اس میں سے پیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیث کی توجیہ: ظاہر کے اعتبار سے یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے۔
اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ: حدیث کی یہ ممانعت سد ذرائع کے طور پر ہے کیونکہ نشہ آور چیز کی خاصیت یہ ہے کہ آدمی اسکی تھوڑی مقدار پر رکتا نہیں پیتا ہی چلا جاتا ہے یہاں تک کہ مدہوش ہوجاتا ہے، اس لئے اسکی تھوڑی مقدار بھی ممانعت کردی ورنہ تھوڑی مقدار جائز ہے۔

(د) الکحل اور اسپرائٹ اگر انگور یا کشمش یا کھجور سے حاصل کی گئی ہو تو بالاتفاق حرام اور نجس ہے اور اگر انکے سوا دوسرے چیز سے بنائی گئی تو شیخین کے نزدیک پاک ہے اور امام محمد کے نزدیک نجس ہے۔
تحقیق سے معلوم ہوا آجکل الکحل اور اسپرائٹ کے لیے کھجور اور انگور استعمال نہیں کی جاتی؛ لہٰذا شیخین کے نزدیک یہ دونوں پاک ہے۔
حضرات فقہاء رحمہ اللہ نے اگرچہ فساد زمانہ کی حکمت کی بنا پر امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے مگر آجکل ضرورت تداوی اور عموم بلوی کی رعایت کے پیش نظر **شیخین کے قول پر طہارت کا فتوی دیا جاتا ہے پس تداوی یا کسی مباح اغراض کے خاطر ان کا** استعمال حرام نہیں ہوگا بشرطیکہ یہ حدِ سکر تک نہیں پہنچے۔ (احسن الفتاوی: ج ۲، تکملہ: ج ۳)

سوال نمبر ۸۸، ص ۹

باب ما جاء في السقاء

(تخ: ۵/۲۱۸، ۱۴۳۲ھ)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ يُوكَأُ فِي أَعْلَاهُ لَهُ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهُ غُدْوَةً وَيَشْرَبُهُ عِشَاءً وَنَنْبِذُهُ عِشَاءً وَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً. قَالَ أَبُو عِيسَى:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ. عَنْ عَائِشَةَ أَيْضًا.

(الف) صرف حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) سقاء، یوکأ، عزلاء، نبیذ ان کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج) امام ترمذی نے حدیث پر (حسن غریب) کا حکم لگایا اور خود ہی اس کی وضاحت بھی فرمائی آپ عبارت کی روشنی میں واضح کریں کہ یہ حدیث حسن غریب کیسے ہے۔

جواب

(الف) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم نبی ﷺ کے لئے ایسے چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ بناتے تھے، جس کا اوپر کا حصہ باندھ دیا جاتا تھا اور اس کے نچلے حصہ میں سوراخ ہوتا تھا (جس سے مظروف نکالا جاتا تھا) ہم صبح اس میں نبیذ بننے کے لئے کوئی چیز ڈالتے تھے اور آپ اسکو شام میں نوش فرمالیتے تھے، اور ہم شام میں نبیذ بننے کے لئے کوئی چیز ڈالتے تھے اور آپ اس کو صبح میں نوش فرمالیتے تھے یعنی زیادہ دیر تک نبیذ نہیں رکھی جاتی تھی جلدی استعمال کرلی جاتی تھی۔

مطلب: نبیذ حلال طیب ہے خود رسول اللہ ﷺ اس کو استعمال فرماتے تھے اور ابو داؤد وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انگور، کھجور وغیرہ مخلوط اجناس کی نبیذ بھی آپ نوش فرماتے تھے، پس مخلوط غیر مخلوط ہر قسم کی نبیذ جائز ہے البتہ اس کی احتیاط ضروری ہے کہ اس میں نشہ کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے، اسی نشہ آوری کے خوف سے صبح کی بنائی ہوئی نبیذ شام کو اور شام کی بنائی ہوئی نبیذ صبح کو آپ ﷺ نوش فرماتے تھے۔ (عون الترمذی: ۱/ ۱۳۵)

(ب) تحقیق الکلمات

السقاء: پانی کی مشک، مشکیزہ، پانی وغیرہ رکھنے کا برتن جمع: اسقیۃ، جج: آساقِ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یوکاً: رسی سے منہ باندھا جاتا ہے، الوِکاءُ: وہ رسی جس سے مشکیزہ وغیرہ کا منھ باندھا جائے۔

العزلاء: اعزل کا مونث ہے، جس کے معنی ہیں: مشکیزہ وغیرہ سے پانی کے گرنے کی جگہ، جمع عَزَالیٰ اور عزَالِي.

نَنبِذُ: نَبَذَ یَنبِذُ (ض) نبذاً: کھجور یا ایسی چیز پانی میں ڈال دینا تا کہ شراب بن جائے۔

(ج) امام ترمذی کا قول لانعرفه من حديث يونس بن عبيد الا من هذا الوجه سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث غریب (غریب نسبی) ہے، یعنی سلسلۂ سند میں سے کسی ایک طبقہ میں اگر راوی روایت کرنے میں تفرد (اکیلا) ہو جائے تو اس کو غریب یعنی غریب نسبی اور فرد نسبی کہا جاتا ہے۔

اور امام ترمذی کا دوسرا قول "و قد روى هذا الحديث من غير هذا الوجه عن عائشة ايضًا" سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث حسن (حسن لغیرہ) ہے، کیونکہ یہ حدیث اگرچہ غریب ہے لیکن اس کی تائید دوسرے طریق سے مل جاتی ہے۔

سوال نمبر ۸۹

باب ماجاء في النهي عن الشرب قائما باب ماجاء في الرخصة فيه

(تح:۵/۲۲۴، ۱۴۳۳ھ)

حدیث نمبر ۱۸۷۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. فَقِيلَ: الأَكْلُ، قَالَ: ذَاكَ أَشَدُّ.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) دونوں حدیثوں کا ترجمہ اور مطلب لکھیں۔

(ب) دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے آپ رفع تعارض کے سلسلہ میں جتنی توجیہات پیش کر سکیں کریں۔

جواب

(الف) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا، پوچھا گیا: اور کھانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: وہ تو اور بھی زیادہ سخت ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے زمانے میں چلتے ہوئے کھاتے تھے، اور کھڑے ہوکر پیتے تھے۔

مطلب: آداب اسلامی میں سے یہ ہے کہ اطمینان سے بیٹھ کر کھایا، پیا جائے، کھڑے کھڑے کھانا پینا نہ طبی نقطۂ نظر سے مناسب ہے نہ یہ سلیقہ مندی کی بات ہے، آج کل کھڑے کھڑے پینے کا فیشن چلا ہے، جس کا اسلامی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں، یہ غیروں کا طریقہ ہے، مسلمانوں کو اس طرح کھانے پینے سے احتراز کرنا چاہئے۔

اس مسئلہ میں روایات میں اختلاف ہے اس لئے امام ترمذی نے دو باب قائم کئے ہیں پہلے باب میں کھڑے ہوکر کھانے پینے کی ممانعت کی روایت جو حضرت انسؓ کی روایت ہے۔

اور دوسرے باب میں جواز کی روایت ہے جو حضرت ابن عمر کی روایت ہے۔

(تحفۃ الالمعی: ۵/۲۲۵)

(ب) رفع تعارض کے سلسلہ میں توجیہات:

(ا) ایک رائے یہ ہے کہ جواز کی روایتیں ممانعت کی روایتوں سے مظبوط ہے غالباً امام ترمذی کی رائے یہی ہے؛ چنانچہ انہوں نے پہلے ممانعت کا باب باندھا پھر رخصت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا اور رخصت ممانعت کے بعد ہوتی ہے، پس اگلے باب کی روایات پہلے باب کی روایات کے لئے ناسخ ہوتی ہیں۔

(۲) اور دوسری رائے یہ کہ اس کے برعکس ہے، ابن حزم ظاہری کہتے ہیں: جواز ضابطہ کے مطابق ہے، کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور ممانعت کی روایت حکم شرعی ہیں یعنی پہلے کھڑے کھڑے کھانے پینے کی اجازت تھی پھر اس کی ممانعت کردی گئی؛ مگر صحابہ کا عمل اس کے خلاف ہے وہ کھڑے کھڑے کھاتے پیتے تھے، اس لئے ابن حزم کی بات قابل قبول نہیں۔

(۳) تیسری رائے یہ ہے کہ دونوں بابوں کی حدیثوں کو جمع کیا جائے، یہ رائے جمہور کی ہے، انہوں نے پہلے باب کی روایات میں کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہے یعنی کھڑے ہوکر کھانا، پینا خلافِ اولیٰ ہے اور جواز کی روایات حکم شرعی بیان کرنے کے لئے ہیں۔ حکم شرعی یہ ہے کہ کھڑے ہوکر کھانا پینا جائز ہے۔ (تحفۃ الألمعی:۵/۲۲۵)

سوال نمبر ۹۰، ص/۱۰

باب ماجاء في النهي عن الشرب قائما باب ماجاء في الرخصة فيه

(۱۴۱۵ھ)

حدیث نمبر ۱۸۷۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. فَقِيلَ: الأَكْلُ، قَالَ: ذَاكَ أَشَدُّ.

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) دونوں حدیثوں میں جو تعارض ہے اس کو رفع کریں جس قدر بھی توجیہات کر سکیں پیش کریں۔

جواب

(الف) اور (ب) کے جوابات پیچھے گزر چکے ہیں۔

سوال نمبر ۹۱، ص ۱۱

باب كَرَاهِيَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

(خ: ۵/۲۲۹، ۱۴۳۵ھ)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّفْخِ فِي الشُّرْبِ فَقَالَ رَجُلٌ: الْقَذَاةُ أَرَاهَا فِي الْإِنَاءِ، قَالَ: أَهْرِقْهَا. قَالَ: فَإِنِّي لَا أَرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ. قَالَ: فَأَبِنِ الْقَدَحَ إِذَنْ عَنْ فِيكَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) پانی پینے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ مشروب میں سانس لینے پھونک مارنے کی ممانعت کس وجہ سے وارد ہے؟ بوضاحت تحریر کریں۔

جواب

(الف) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا، ایک آدمی نے عرض کیا: برتن میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے بہا دو، اس نے عرض کیا: میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہو پاتا ہوں، آپ نے فرمایا: تب (سانس لیتے وقت) پیالہ اپنے منہ سے ہٹالو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: مشروب میں کوئی تنکا ہو، اس کو ہٹانے کے لیے یا مشروب گرم ہوتا ہے اس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے لوگ پھونکتے ہیں یہ مکروہ ہے تنکا وغیرہ ہو تو کسی چیز سے یا انگلی سے نکالا جاوئے یا تھوڑا پانی بہا دیا جاوئے تا کہ وہ تنکا بہ جاوئے اور اگر گرم ہو تو ذرا انتظار کیا جائے ٹھنڈا ہو جاوئے گا بہر حال پھونک نہ مارے کیونکہ کبھی منہ میں بد بو پیدا ہو جاتی پس پھونکنے سے یہ بد بو مشروب میں شامل ہو جائے گی اور کبھی ایک ہی برتن سے لوگ یکے بعد دیگرے پیتے ہیں پس بعد والے کو کراہت ہوگی اور کبھی پھونکتے ہوئے منہ سے یا ناک سے کوئی چیز پانی میں گر جاتی ہے تو خود اس کو نا گوار ہوگا اور بد نما شکل بن جائے گی اس لئے پھونکنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲۲۹/۵)

(ب) پانی پینے کا سنت طریقہ

(۱) بیٹھ کر پینا (۲) داہنے ہاتھ سے پینا (۳) برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ پر منہ لگا کر نہ پیا جاوئے (۴) تین سانس میں پینا بہتر ہے کہ ہر مرتبہ برتن کو منہ سے جدا کیا جائے (۵) پینے کے برتن میں نہ سانس لیا جاوئے نہ پھونکا جاوئے (۶) پینے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور فارغ ہو کر الحمد للہ کہنا سنت ہے (۷) پینے کے بعد اگر کسی دوسرے کو دینا ہو تو داہنی طرف والے کو مقدم کرے (۸) مشک اور گھڑے وغیرہ جن سے زیادہ مقدار کی پانی گر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ایسے برتن میں منہ لگا کر پینا نہ چاہئے (۹) ساقی آخر کو پیئے۔

حدیث میں ممانعت کی وجہ: حضور اکرم ﷺ نے مشروب میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی منہ میں تغیر آ جاتا ہے یا مسواک، کلی کئے دیر ہو جاتی ہے تو بھی منہ میں بد بو پیدا ہو جاتی ہے پس پھونکنے کی صورت میں یہ بد بو مشروب میں شامل ہو جائے گی اور کبھی ایک ہی برتن سے لوگ یکے بعد دیگر پیتے ہیں پس جس کا نمبر بعد میں ہوگا اس کو کراہت ہوگی اور کبھی پھونکتے ہوئے منہ سے یا ناک سے کوئی چیز پانی میں گر جاتی ہے تو خود اس کو نا گوار ہوگا اور بد نما شکل پیدا ہو جائے گی اسی وجہ سے پھونکنے سے منع فرمایا۔ (تحفۃ الالمعی: ۲۲۹/۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۹۲، ص/ ۱۲

باب ماجاءَ فِيْ بِرِّ الخَالَةِ

(تخ: ۵/ ۲۲۸، سنہ ۱۴۳۶ھ)

حَدَّثَنَا أَبُوْمُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَبِرَّهَا.

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) کیا گناہ کبیرہ کا کفارہ بِر والدین یا صلہ رحمی بن سکتا ہے؟ اگر نہیں تو حدیث کی کیا توجیہ ہے۔

(ج) ابو معاویہ اور سفیان کی روایتوں کا فرق واضح کر کے بتایئے کی سفیان کی روایت کو اصح کیوں کہا گیا۔

جواب

(الف): ہم سے حدیث بیان کی ابومعاویہ نے اور وہ محمد بن سوقہ سے وہ ابوبکر بن حفص سے وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے پوچھا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ہم سے حدیث بیان فرمائی سفیان بن عیینہ وہ محمد بن سوقہ سے وہ ابوبکر بن حفص سے وہ نبی اکرم ﷺ سے اسی جیسی حدیث مروی ہے؛ لیکن اس میں ابن عمر کے واسطہ کا ذکر نہیں کیا، یہ ابومعاویہ کی حدیث سے زیادہ اصح ہے۔

مطلب: اگر کوئی بڑا گناہ ہوجائے تو توبہ ضروری ہے لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کا کام بھی کیا جائے تو گناہ دل سے بھی نکل جاتا ہے ورنہ دل میں کسک باقی رہتی ہے، یہ تجربہ کی بات ہے وہ صحابی جو خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے توبہ کرلی تھی ان کا یہ جملہ کہ مجھ سے بہت بڑا گناہ ہوگیا ہے یہی ندامت توبہ ہے مگر ابھی ان کے دل پر بوجھ تھا "فَهَل لی من توبةٍ"؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو ایک بڑا نیکی کا کام بتلایا جس پر عمل پیرا ہونے سے ان کے دل کا یہ بوجھ ہٹ جائے گا اسی طرح گناہ گار کو توبہ کے ساتھ کوئی خاص نیک کام بھی کرنا چاہئے تاکہ دل صاف ہوجائے۔

(ب)(۱) حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں گناہ تو حقیقی توبہ وندامت سے معاف ہوجاتے ہیں؛ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا اس شخص کو خالہ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دینا رفع جنایت کے لیے نہیں تھا بلکہ اس کو اطمینان دلوانا مقصود تھا، نیز بعض روایت میں آیا ہے کہ صدور گناہ کے بعد توبہ کے ساتھ کوئی نیک عمل بھی کرلینا چاہئے کیونکہ توبہ سے گناہ مٹ جاتا ہے مگر نور وسرور جو پہلے حاصل تھا وہ صرف توبہ سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لیے توبہ کے ساتھ کسی نیک عمل کی ضرورت ہے اس لئے خالہ کے ساتھ نیکی کا حکم دیا۔ (الکوکب)

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بھلائی خصوصا اس کے کبیرہ گناہ کے لیے کفارہ ہو اس طور پر کہ حضور اکرم ﷺ نے وحی کے ذریعہ معلوم کیا ہے۔ (حاشیہ ترمذی)

(ج) ابومعاویہ اور سفیان کی روایات میں فرق یہ ہے کہ سفیان کی روایت مرسل ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور ابومعاویہ کی روایت متصل ہے کیونکہ ابومعاویہ کی روایت میں ابوبکر بن حفص کے بعد ابن عمر کا واسطہ ہے جو کہ صحابی ہے، لیکن سفیان کی روایت میں ابوبکر بن حفص کے بعد ابن عمر کا ذکر نہیں ہے اس وجہ سے وہ مرسل ہے؛ مگر بات یہ ہے کہ امام ترمذی نے ابومعاویہ کی روایت متصل ہونے کے باوجود سفیان کی روایت کو جو کہ مرسل ہے اپنے مزاج کے مطابق اصح قرار دیا ہے۔ (تحفہ:۲۴۹)

سوال نمبر ۹۳، ص/ ۱۲

باب ماجاء في قطيعة الرحم

(تح ۵:/ ۲۵۳، ۱۴۲۹ھ)

حدیث نمبر ۱۹۰۷: اشْتَكَى أَبُو الرَّدَّادِ اللَّيْثِيُّ، فَعَادَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: خَيْرُهُمْ وَأَوْصَلُهُمْ مَا عَلِمْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللهُ: أَنَا اللهُ، وَأَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) حدیث قدسی کس کو کہتے ہیں اور مذکورہ حدیث قدسی کی شرح کریں۔

(ج) صلہ رحمی اور قطع رحمی کے فوائد ومضرات لکھیں۔

جواب

(الف) ترجمہ ومطلب:

حضرت ابوالرداد لیثی (قریشی) رضی اللہ عنہ بیمار پڑے، ان کی بیمار پرسی کے لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف تشریف لائے (حضرت عبدالرحمن بن عوف مالدار صحابی تھے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور بڑے دل والے تھے انہوں نے حضرت ابوالرداد کی کوئی مالی امداد کی) پس ابوالرداد نے کہا "خيرهم واوصلهم -ما علمت - ابو محمد." یعنی خاندان کا سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے میرے علم میں ابومحمد یعنی عبدالرحمٰن بن عوف ہیں (یہ حضرت ابوالرداد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے مالی تعاون کا شکریہ ادا کیا اور ان کے منہ پر ان کی تعریف کی)، اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے: آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اللہ ہوں، اور میں رحمٰن (نہایت مہربان) ہوں، رحم (ناتہ رشتہ) کو میں نے پیدا کیا، اور میں نے ناتے کو اپنے نام سے پھاڑ کر نام دیا ہے یعنی الرحمٰن اور الرحم میں اشتقاق اکبر ہے پس الرحمٰن کا اثر الرحم کو بھی پہنچے گا پس جو شخص ناتے کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا، اور جو ناتے کو کاٹے گا میں اس کو اپنے سے کاٹوں گا۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۲۵۳)

(ب) حدیث قدسی وہ حدیث ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں اس میں الفاظ حضور ﷺ کے ہوتے ہیں اور مضمون اللہ تعالیٰ رب العزت کی طرف سے ہیں اور وہ مضمون بذریعہ وحی الہام وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم)

حدیث قدسی کی شرح:

قطع رحمی کا بہت بڑا وبال ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قطع رحمی کرنے والوں کو اپنے سے کانٹ دینگے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے کاٹ پھینکا اس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کہاں ہوسکتا ہے؟ پس لوگوں کو قطع رحمی سے بہت ڈرنا چاہئے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص احسان کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، حدیث میں ہے کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کرتا، اور شکریہ ادا کرنے کے لئے "جزاك الله خيرا" بہترین جملہ ہے حدیث میں اس کو انتہائی درجہ کا بدلہ کہا گیا ہے، احسان کرنے والے کی اور طرح بھی تعریف کی جاسکتی ہے، اور تعریف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احسان کرنے والے کے منہ پر بھی کہہ جاسکتی ہے لیکن اس میں مبالغہ نہیں ہونا چاہئے، حضرت ابوالرداد اللیثی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی تعریف کی ہے کہ خاندان قریش میں سب سے بہتر شخص اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن ہیں مگر ساتھ ہی یہ بات بھی بڑا ھائی ہے کہ یہی بات میں اپنے علم کی حد تک کہہ رہا ہوں، ممکن ہے کہ کوئی اور ان سے بھی آگے ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی حسن سلوک کرنے والے کی تعریف اس کے منہ پر کرے تو اس کو چاہئے کہ بات پھیر دے، حضرت عبدالرحمٰن نے حدیث قدسی سنا کر بات پھیر دی ہے کہ یہ تو میرا فریضہ تھا میں نے بامید ثواب یہ کام کیا ہے، اس لئے میں قابل تعریف نہیں، میں نے جو کچھ کیا ہے اس حدیث قدسی میں جو فضیلت آئی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے کیا ہے، پس میرا کیا احسان! میری تعریف کی کیا حاجت۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۲۵۳)

(ج) صلہ رحمی کے فوائد:

(۱) صلہ رحمی سے آپس میں محبت بڑھتی ہے (۲) مال بڑھتا ہے (۳) عمر بڑھتی ہے (۴) رزق میں کشادگی ہوتی ہیں (۵) آدمی بری موت نہیں مرتا (۶) اس کی آفتیں اور مصیبتیں ٹلتی رہتی ہیں (۷) صلہ رحمی کرنے والے سے خدا اپنا رشتہ جوڑتا ہے (۸) گناہ معاف کئے جاتے ہیں (۹) نیکیاں قبول کی جاتی ہیں (۱۰) جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

قطع رحمی کے مضرات:

(۱) قطع رحمی کبیرہ گناہوں میں سے ہے (۲) اس کا ارتکاب کرنے والوں کو لعنت اور تباہی، وعید سنائی گئی ہے (۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (۴) ترمذی کی حدیث: کوئی سزا ایسی نہیں کہ جس کی اخروی سزا کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ اللہ اسے اس دنیا میں بھی فوری سزا دے دے سوائے بغاوت، وسرکشی اور قطع رحمی کے (۵) قطع رحمی ذلت، رسوائی، ضعف، کمزوری اور تنہائی کا باعث ہے (۶) قطع رحمی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اپنا تعلق کاٹ دیتا ہے (۷) صحابہ کرام قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے سے وحشت محسوس کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۹۴

باب ماجاء في قطيعة الرحم

(تح:۵/۲۵۳، سالانہ ۱۴۲۴ھ)

حدیث نمبر ۱۹۰۷: اشْتَكَى أَبُو الرَّدَّادِ اللَّيْثِيُّ، فَعَادَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: خَيْرُهُمْ وَأَوْصَلُهُمْ مَا عَلِمْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللهُ: أَنَا اللهُ، وَأَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.

(الف) حدیث با اعراب لکھیں، ترجمہ کریں، ہر جملہ کا علیحدہ مطلب بیان کریں۔

(ب) حدیث قدسی کی تعریف کریں اور حدیث نبوی سے فرق واضح کریں اور بتائیں کہ قرآن اور حدیث قدسی میں کیا فرق ہے؟ اور رحمٰن اور رحم میں کون سا اشتقاق ہے۔

(ج) حدیث "ليس الواصل بالمكافي ولكن الواصل الذى اذا انقطعت رحمه وصلها" کا بھی ترجمہ اور مطلب لکھیں۔

جواب

(الف) اعراب وترجمہ گزر گیا ہے۔

مطلب: قطع رحمی کا بہت بڑا وبال ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ قیامت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے دن قطع رحمی کرنے والوں کو اپنے سے کاٹ دینگے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے کاٹ پھینکا اس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کہاں ہوسکتا ہے؟ پس لوگوں کو قطع رحمی سے بہت ڈرنا چاہئے۔

(ب) حدیث قدسی کی تعریف: حدیث قدسی وہ حدیث ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں اس میں الفاظ حضور ﷺ کے ہوتے ہیں اور مضمون اللہ رب العزت کی طرف سے ہیں اور وہ مضمون بذریعہ وحی الہام وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم)

الفرق بين الحديث القدسي والنبوي أو القرآن:

(۱) حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ سے نقل کی تصریح ہوتی ہے اور بقیہ حدیث میں اللہ تعالیٰ سے نقل کی تصریح نہیں ہوتی ہے (۲) حدیث قدسی اقوال رسول کے مشتمل ہے؛ لیکن حدیث نبوی اقوال افعال اوصاف تقریر رسول سب کے مشتمل ہے۔

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق: یہ ہے کہ قرآن تو لفظاً و معنیً دونوں طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہے بخلاف حدیث قدسی کے کہ اس میں الفاظ حضور پاک ﷺ کے ہوتے ہیں، اس لئے نماز قرآن کی تلاوت پر موقوف ہے، اگر کوئی حدیث قدسی پڑھے تو نماز نہ ہوگی (۲) قرآن کو بلا وضو ہاتھ لگانا ائمہ اربع کے یہاں جائز نہیں، حدیث قدسی کو چھو سکتے ہیں (۳) قرآن کا ہر لفظ تواتر سے ثابت ہے اور حدیث قدسی کا تواتر سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ جو احادیث قدسیہ جمع کی گئی ہیں ان میں شاید کوئی بھی متواتر نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم)

الرحمٰن اور الرحم میں اشتقاق اکبر ہے، یعنی اگر دو کلموں کے اکثر حرف متحد ہوں اور باقی حرف مخرج میں متقارب ہوں تو ان میں اشتقاق اکبر ہوتا ہے جیسے نَعَقَ اور نَهَقَ، اور الرحمٰن الرحیم میں راء اور حاء میں اشتراک ہے اور ن اور م میں اختلاف ہے مگر دونوں حروف غنہ ہے پس مخرج میں تقارب ہے، اس لئے دونوں میں اشتقاق اکبر ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۵/۲۵۱)

(ج) ترجمہ: بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جس کا ناتہ ٹوٹ جائے تو وہ اس کو جوڑ دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: یہ ہے کہ کامل صلہ رحمی یہ نہیں کہ جو رشتہ دار تم سے بھلائی کرے تم بھی اس کا بدلہ بھلائی سے دو بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ جو رشتہ دار تم سے بدسلوکی کرے اور قرابت کا حق ادا نہ کرے اسکا بھی تم حق قرابت ادا کرو اور مکارم اخلاق پر عمل کرو جیسا کہ حدیث میں وارد ہے "صِل من قطعك و اعف عمن ظلمك و أعطِ مَن حَرَمَك" (عون الترمذی:۱/۱۸۹)

سوال نمبر ۹۵، ص/ ۱۳

باب ماجاء في حُبِّ رحْمَةِ الْوَلَد

(تخ:۵/۲۵۷، ۱۴۳۳ھ)

عَنْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ. يَقُولُ: زَعَمَتِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ. قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مُحْتَضِنٌ أَحَدَ ابْنَيِ ابْنَتِهِ. وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّكُمْ لَتُبَخِّلُونَ، وَتُجَبِّنُونَ. وَتُجَهِّلُونَ. وَإِنَّكُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللهِ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا نَعْرِفُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ سَمَاعًا مِنْ خَوْلَةَ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ اولاد بخل بزدلی اور جہالت کا سبب کیوں کر ہوتی ہے اور اسے ریحان اللہ کس طرح سے فرمایا گیا ہے۔

(ج) امام ترمذی کے قول (لانعرف الخ) کی روشنی میں بتایئے کہ مذکورہ حدیث کو اصطلاحا کیا نام دیا جائے گا۔

(د) مُحتَضِن، تُبَخِّلون، تجَبِّنون، تجَهِّلون. کی صرفی لغوی تحقیق کریں۔

جواب

(الف) خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن اپنی صاحب زادی (فاطمہ) کے ایک بیٹے (حسن یا حسین) کو گود میں لئے نکلے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمارہے تھے کہ تم بخیل کردیتے ہو،تم بزدلی کردیتے ہواور تم جاہل کردیتے ہواور بیشک تم اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے خوشبودار نبات یا خوشبودار پھولوں سے ہو۔

(ب) **تشریح**: باپ اولاد کے خاطر بخیلی کرتا ہے، پیسہ پیسہ جوڑ کر رکھتا ہے کوئی چیز ملتی ہے تو بچوں کے لیے لیتے ہے اور راہ خدا میں جنگ کرنے سے بھی دریغ کرتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ اگر میں جنگ میں مارا گیا تو اولاد کا کیا ہوگا! اور جب اولاد ہو جاتی ہے تو آدمی نہ دنیا کا علم حاصل کرسکتا ہے نہ دین کا اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: ''تَعَلَّمُوْا قبلَ انْ تُسَوَّدُوْا'' علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ تم سردار بنائے جاؤ کیونکہ جب اہل وعیال کا خرچہ سر پر آپڑتا ہے تو آدمی کمانے میں لگ جاتا ہے اور ضروری علم حاصل کرنے سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲۵۶/۵)

اولاد کو ریحان اللہ اس اعتبار سے فرمایا کہ پھول وغیرہ کی طرف طبیعت جس طرح مائل ہوتی ہے، اسی طرح طبیعت اولاد کی طرف مائل ہوتی ہے پس طبیعی مائل کی اعتبار سے اسے ریحان اللہ فرمایا ہے۔

یا ریحان اللہ کا اطلاق رحمت اور رزق پر ہوتا ہے، اولاد چونکہ ایک قسم کا رزق ہے اس لئے اس اعتبار سے اولاد کو ریحان اللہ یعنی اللہ کی طرف عطا کیا ہوا رزق سے اعتبار فرمایا ہے۔

(ج) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: روی (عمر بن عبدالعزیز) عن خولۃ بنت حکیم مرسلاً۔

فحديث عمر بن عبد العزيز هذا منقطع

پس مذکورہ حدیث کو اصطلاح میں حدیث منقطع کہا جاتا ہے۔

(د) مُحتَضِن: اسم فاعل کا واحد مذکر کا صیغہ ہے گود میں لینے والا احتضن الشئ گود میں لینا باب افتعال۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تبخِلون، تجبِنون، تجهِلون: یہ تینوں صیغے باب تفعیل سے جمع مذکر حاضر کے ہیں بحث مضارع معروف ہے مصدر تبخیل بمعنی بخیل بنادینا۔

تجبین بمعنی بزدل بنادینا۔

تجہیل بمعنی جاہل بنادینا۔

سوال نمبر ۹۶، ص/ ۱۴

باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم

(تح: ۵/ ۲۷۰، سالانہ ۱۴۰۹ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، التَّقْوَى هٰهُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) ھٰھنا کا مشار الیہ بیان کیجیے۔

(ج) حدیث شریف کے ہر ہر جز کا مطلب لکھیے، اور تقوی کی تعریف کیجیے۔

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس کے ساتھ خیانت نہ کرے، اس سے جھوٹ نہ بولے، اور اس کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے، ہر مسلمان کی عزت، دولت اور خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، تقویٰ یہاں (دل میں) ہے، ایک شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر و کمتر سمجھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) ھٰھنا کا مشار الیہ دل ہے اور مسلم شریف (حدیث ۲۵۶۴) میں ہے: ویشیرُ اِلی صدرِہ ثلاثَ مرّاتٍ یعنی آپ نے ارشاد فرماتے ہوئے تین مرتبہ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا کہ پرہیزگاری کا محل دل ہے، اور باری تعالیٰ کا قول: ''وَمَن يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ'' اس سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ تقوہ کا محل دل ہے۔

(ج) (۱) اَلْمُسْلِمُ أخو الْمُسْلِمِ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ سورہ حجرات میں ہے: ''انما المؤمنون اخوة'' مسلمان سب بھائی ہیں، اور یہ ارشاد آئندہ احکام کی تمہید ہے۔

(۲) لَایَخونُهٗ: وہ اس کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، خَانَ الشَّیئَ یَخُونُ خَوناً و خِیَانَةً کے معنی ہیں: خیانت کرنا، غبن کرنا، کمی کرنا، بے ایمانی کرنا، ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے ساتھ یہ حرکت نہیں کرتا کیونکہ بھائی بھائی کے ساتھ ایسا نہیں کرتا۔

(۳) وَلَا یَکْذِبُهٗ: اور اس سے جھوٹ نہیں بولتا، یعنی اس کو خلاف واقع خبر نہیں دیتا، کوئی بھی شخص بھائی کے ساتھ اس طرح کی حرکت نہیں کرتا، اور اس کو ''وَلایُکَذِّبُهٗ'' بھی پڑھ سکتے ہیں یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو نہیں جھٹلاتا، بلکہ اس کی تصدیق کرتا ہے، جھٹلاتا آدمی اسی کو ہے جس پر اعتماد نہیں ہوتا ہے اور مسلمان کو مسلمان پر اعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ اس کی تکذیب نہیں کرتا۔

(۴) وَلَایَخذُلُهٗ: اور اس کو رسوا نہیں کرتا یعنی اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ نہیں لیتا، اس سے دستبردار نہیں ہوجاتا، اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا؛ بلکہ آڑے وقت میں اس کا پشت پناہ بن جاتا ہے، بھائی بھائی کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔

(۵) کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَام، عِرْضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ: مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے یعنی اس کی آبرو، اس کا مال، اس کا خون یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی نہ آبروریزی کرتا ہے، نہ اس کا مال ہڑپ کرجاتا ہے اور نہ اس کا خون کرتا ہے، کیونکہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو اس طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

(۶) التَّقْوٰی ھٰھنا: پرہیزگاری یہاں ہے اور مسلم شریف (حدیث ۲۵۶۴) میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے: وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یعنی آپ نے ارشاد فرماتے ہوئے تین مرتبہ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا کہ پرہیزگاری کا محل دل ہے، تقوی آنکھوں سے نظر نہیں آتا پس کسی کے ظاہری احوال سے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے گویا یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے: بعض مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ نازیبا برتاؤ کرتے ہیں، اس کی غیبت کرتے ہیں، اور اس کی آبروریزی کرتے ہیں اور جب اس کی نصیحت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں: وہ بڑا بے ایمان ہے اور بڑا نالائق آدمی ہے، آپ نے فرمایا تم کیا جانو کہ وہ بڑا نالائق ہے، ایمان اور تقویٰ دل میں ہوتا ہے جس کو کوئی نہیں جان سکتا، پس کسی کی ظاہری احوال سے بدگمانی کرنا اور اس کی برائی کرنا جائز نہیں۔

(۷) بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ: آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل وحقیر سمجھے، کسی بھی مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھنا جائز نہیں، ایک بھائی دوسرے بھائی کو ایسی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔

تقویٰ کی لفظی تعریف: یہ وقي يقي وقاية سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں بچاؤ، حفاظت، حمایت۔

تقویٰ کی شرعی تعریف: تقوی کی تعریف حضرت امیر المؤمنین علیؓ نے یہ کی ہے کہ اللہ سے خوف کھانا، قرآن پر عمل کرنا، کم پر قناعت کرنا اور آخرت کے لیے تیاری کرنا تقوی ہے۔

تقویٰ کی ایک دوسری تعریف یہ ہے کہ تم اپنے اور اللہ کے حرام کردہ چیزوں کے درمیان ایک رکاوٹ اور آڑ بنالو اور یہ رکاوٹ اور آڑ اللہ کا خوف ہے اور اس کا نام تقویٰ ہے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے متقین کی تعریف کی ہے: الَّذِينَ يَحْذَرُنَ مِنَ اللهِ وَعُقُوبَتِهِ یعنی جو اللہ اور اس کی سزا سے ڈرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ در اصل تقوی اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا نام ہے اور وہ وہی کرے گا جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہے اور اسی کا نام تقوی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۹۷، ص/ ۱۵

باب ماجاء في الحسد

(تخ: ۵/۶/۲۷۷، سالانہ ۱۴۱۳ھ)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقَاطَعُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) حدیث میں مذکورہ چھ باتوں کو علیحدہ علیحدہ مفصل لکھیے۔

جواب

(الف) انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے بے رخی نہ اختیار کرو، باہم دشمنی و بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے سلام کلام بند رکھے۔

(ب) نبی علیہ السلام نے چھ احکام بیان فرمائے:

(۱) قولہ: "لا تقاطعوا": ایک دوسرے سے بے تعلقی مت ہو جاؤ، یعنی آپس کی ملاقاتیں بند مت کرو، تقاطع القوم کے معنی ہیں: لوگوں نے باہم تعلقات ترک کر لیے، ایک دوسرے سے دل میلے ہو گئے اور انہوں نے ملنا جلنا بند کر دیا، ایسا کرنا فساد ذات البین کا پیش خیمہ ہے۔

(۲) قولہ: "ولا تدابروا" باہم قطع تعلق مت کرو، الدبر کے معنی ہیں پیٹھ اور باب تفاعل میں معنی ہیں: ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیرنا یعنی جب ملنے کا موقع آئے تو ہر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک دوسرے کی طرف منہ کرنے کے بجائے پیٹھ کرے، پس تقاطع اور تدابر کے معنی قریب قریب ہیں، البتہ تدابر کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

(۳) قولہ: "ولا تباغضوا" ایک دوسرے سے بغض ودشمنی مت رکھو یعنی ایک دوسرے سے شدید نفرت مت کرو، بغض کے معنی نفرت اور دشمنی کے ہیں پس تباغض کا درجہ تدابر سے بڑھا ہوا ہے۔

(۴) قولہ: "ولا تحاسدوا" اور دشمنی کی وجہ سے ایک دوسرے پر مت جلو، اس کی خوش حالی اور نصیبہ وری کے زوال کی تمنی مت کرو، پس تحاسد کا درجہ تباغض سے بھی اوپر ہے اس کے بعد جو کچھ ہوسکتا ہے (جادو کرنا، قتل کرنا وغیرہ) اس سے اللہ کی پناہ!

(۵) قولہ "وكونوا عباد الله اخوانا": اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، یہ حکم مثبت پہلو سے دیا تاکہ مذکورہ چار خرابیاں وجود میں نہ آئیں، اور بھائی کیوں کر بنیں؟ اس کا طریقہ بھی ساتھ ہی بتادیا کہ تم سب اللہ کے بندے ہو، جس کو جو خوبی اور جو نعمت ملی ہے وہ اللہ کی طرف سے ملی ہے، پھر ایک دوسرے پر جلنے کے کیا معنی؟ اس بات کا اگر آدمی صحیح ادراک کرلے تو آپس کے سارے خدشے ختم ہوجائیں اور سب مسلمان بھائی بھائی بن جائیں۔

(۶) قولہ "وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ": مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے دینی بھائی سے تین دن سے زیادہ بے تعلق رہے یہ منفی پہلو سے حکم دیا تاکہ مذکورہ چار خرابیاں وجود میں نہ آئیں کچھ دیر رنجش تو ایک معاشرتی ضرورت ہے اور تین دن کافی مدت ہے، اتنے دنوں میں جوش تھم جاتا ہے پس تین دن کے اندر صفائی ہو جانی چاہئے تاکہ بات آگے نہ بڑھے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۲۷۷)

خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باپ اپنی اولاد سے اور شوہر اپنی بیوی سے اور اس کے مانند لوگ مثلاً استاذ اپنے شاگرد سے تین دن سے زیادہ ناراض رہ سکتا ہے اور دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ کے لیے ترک تعلق کیا تھا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے درمیان ترک تعلق سادہ معاملہ ہوتا ہے اور وہ کسی کدورت کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نتیجہ ہوتا ہے اور مذکورہ صورتوں میں باپ شوہر اور استاذ کے پیش نظر اولاد بیوی اور شاگرد کی تربیت بھی ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ تین دن میں ماتحت کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اس لئے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کی گنجائش ہے۔ (تحفۃ الالمعی:۵/ ۲۷۳)

سوال نمبر ۹۸، ص/ ۱۵

باب ماجاء في الحسد

(تح:۵/ ۲۷۹، ششماہی ۱۴۱۸ھ)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَقَاطَعُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) ممنوعات اربعہ کو تفصیل سے قلم بند کرو۔

(ج) اولاد اور بیوی سے سلام وکلام بند کرنے کا بھی یہی حکم ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے سوچ کر لکھو۔

جواب

سب اجزاء کے جوابات گزر چکے ہیں۔

سوال نمبر ۹۹، ص/ ۱۸

باب ماجاء في اللعنة

(تح:۵/ ۳۱۸، سالانہ ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر ۱۹۷۷: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث نمبر۱۹۷۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عِيسَى الثَّقَفِيِّ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ.

(الف) حدیث پر اعراب لگائیں اور ترجمہ ومطلب لکھیں۔

(ب) طعان، محبة، مثراة، منسأة، ان کلمات کی صرفی تحقیق اور لغوی معنی بیان کریں۔

جواب

(الف) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن طعنہ باز نہیں ہوتا ہے، نہ بے حد لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش بکنے والا، اور نہ بیہودہ باتیں کرنے والا ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے نسبوں میں سے اتنے سیکھو جن کے ذریعہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو یعنی پہچان سکو کہ یہ ہمارے رشتہ دار ہیں پس ان کے ساتھ حسن سلوک کرسکو، کیونک خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرنا: خاندان میں محبت کا سبب ہے مال میں زیادتی کا ذریعہ ہے اور نشان میں تاخیر کا باعث ہے۔

مطلب: (حدیث-۱) مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کمال ایمان کے منافی ہیں یہاں حدیث میں لفظ طعّان، لعّان صیغہ مبالغہ ہے جس کے معنی ہے بہت زیادہ طعن کرنے والا بہت زیادہ لعنت کرنے والا اور صیغہ مبالغہ اس لئے استعمال کیا گیا کہ عام طور پر یہ ممکن نہیں کہ کوئی اونچے سے اونچے درجہ کا مومن بھی تھوڑی بہت لعن طعن کرنے سے اجتناب کرتا ہو؛ چنانچہ ابن الملک نے لکھا ہے کہ اس ارشاد گرامی میں اس لفظ کا بصیغہ مبالغہ ذکر ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لعنت کرنے کی جو برائی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے وہ اس شخص کے حق میں نہیں ہے جس سے کبھی کبھار لعنت صدور ہوجائے۔ (مظاہر حق)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(حدیث-۲) تم اپنے باپ دادا، ماؤں، دادیوں، نانیوں اور ان کے اولاد اور دیگر اعزاء واقرباء کی پہچان رکھو، ان کے ناموں سے باخبر رہو، ان کے حالات سے واقفیت حاصل کرو تا کہ تم ذوی الارحام کو جان لو جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا تمہاری ذمہ داری ہے، اور یہ جاننا تمہارے لئے ضروری اور فائدہ مند ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ صلہ رحمی اور اقرباء نوازی رزق کی وسعت اور درازی عمر کا باعث ہے۔

بعض علماء نے اس بات کا اصل مطلب یہ لکھا ہے کہ اسی وسعت رزق اور درازی عمر تقدیر معلق کے بنا پر ہے نہ کہ حقیقۃ اور بعض علماء نے کہا کہ وسعتِ رزق اور درازیِ عمر یہ کمیت اور عدد کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی زیادہ سے زیادہ عمل خیر کی توفیق ہوگی، بعض نے کہا عمر سے مراد ذکر خیر ہے۔ (عمدۃ القاری)

(ب) (ا) طعّان: یہ طعَن یطعَن (ف) طعنا: عیب جوئی کرنا، صیغہ مبالغہ ہے اس کا معنی ہے: زیادہ عیب جوئی کرنے والا (۲) محبة: تعلق، دوستی، چاہت، دلچسپی (۳) المثراۃ: مال کی کثرت کا سبب، ثَرا المالُ (ن) ثَراءً: مال کا بڑھنا (۴) منسأۃ: اس کے معنی ہے درازی عمر کا باعث نسأ الشیء کے معنی ہیں مؤخر کرنا اور الاثر کے معنی ہیں نشان، جیسے چلنے والوں کے پیروں کے نشان کو بلفظ دیگر قدموں کے آثار کہا جاتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۱۸)

سوال نمبر ۱۰۰، ص/۱۹

باب مَاجَاءَ فِي تَعْلِيمِ النَّسَبِ

(تح: ۵/۳۱۹، ۱۴۳۵ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ. فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي المَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الأَثَرِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ صلہ رحمی کا علم الانساب سے کیا جوڑ ہے؟
(ج) محبہ، مثرأۃ، منسأۃ اور اثر کی لغوی تحقیق اور انکی مرادی معنیٰ تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس قدر اپنا نسب جانو جس سے تم اپنے رشتے جوڑ سکو، اس لیے کہ رشتہ جوڑنے سے رشتہ داروں کی محبت بڑھتی ہے، مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے، اور آدمی کی عمر بڑھادی جاتی ہے۔

(ب) **مطلب:** قریب کے رشتہ داروں کو لوگ جانتے ہیں مگر دور کے رشتہ داروں سے واقف نہیں ہوتے، دادا پردادا کے اوپر سے پہلے ہوئے رشتہ دار بہت کم لوگ جانتے ہیں ایسی صورت میں دور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی اور حسن سلوک کیسے کریں گے اس لئے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا (تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ) اپنے نسبوں میں سے اتنے سیکھو جن کے ذریعہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرسکو یعنی پہچان سکو کہ یہ ہمارے رشتہ دار ہیں، پس ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا (فإن صلة الرحم الخ) کیونکہ جو شخص خاندان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اس سے پورا خاندان محبت کرتا ہے اور صلۂ رحمی سے مال میں کثرت ہوتی ہے کیونکہ آدمی کو اسکا قسمت کا بھی ملتا ہے اور دوسرون کی قسمت کا بھی، جیسا کہ جب اولاد ہوتی ہے تو آمدنی بھی بڑھتی ہے یہی حال خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ہے اور صلۂ رحمی درازی عمر کا باعث یعنی ایسے شخص کو لمبے عرصہ تک حیات ملتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۱۸)

(ج) **محبة:** یہ باب تفعیل کا مصدر ہے، بمعنے محبت کرنا یعنی جو لوگ خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اس سے پورا خاندان محبت کرتا ہے اسی لئے فرمایا صلۂ رحمی خاندان کی محبت کا باعث ہے۔

المَثْرَأة: بمعنیٰ المثرأۃ زیادہ ہونا یعنی صلۂ رحمی مال کی کثرت کا سبب ہے آدمی کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسکی قسمت کا بھی ملتا ہے اور دوسروں کی قسمت کا بھی، آدمی جب تک اکیلا ہوتا ہے یا صرف میاں بیوی ہوتے ہیں آمدنی کم ہوتی ہے پھر جب اولاد ہوتی ہے تو آمدنی بھی بڑھتی ہے کیونکہ اولاد کے حصے کی روزی بھی اللہ تعالیٰ باپ کو دیتے ہیں، اسی طرح غریبوں پر خیرات کرنے والے کی روزی بھی بڑھتی ہے غریبوں کی قسمت کی روزی بھی اللہ تعالیٰ اس خیرات کرنے والے کے واہاں بھیجتے ہیں، یہی حال خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا وہ بھی مال میں زیادتی کا سبب ہے۔

منسأة: نَسَأَالشَّيئَ کے معنی ہے مؤخر کرنا اور الاثر کے معنی ہے نشان صلۂ رحمی نشان میں تاخیر کا سبب ہے یعنی ایسے شخص کو لمبے عرصہ تک لوگ یاد کرتے ہیں اس کے گن گاتے ہیں اور لوگ دنیا میں اپنا نام باقی رکھنے کے لیے ہر طرح کی جتن کرتے ہیں پس صلۂ رحمی کرکے بھی دیکھ لیں یہ بھی آدمی کو یادگار بناتا ہے۔

اور دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صلۂ رحمی سے عمر دراز ہوتی ہے اور زیادہ کی تمنا ہر شخص رکھتا ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ صلۂ رحمی کریں خاندان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں انکی عمر میں اضافہ ہوگا۔

امام ترمذی نے حدیث کا مطلب یہی بیان کیا ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۱۸)

سوال نمبر ۱۰۱

باب ماجاء فِي سُوْءِ الظَّنِّ

(تخ: ۵/۳۲۷)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) اور مطلب بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ (الظن) سے کونسا ظن مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) سفیان ثوری نے "الظن ظنان فظن اثم وظن لیس باثم" سے کونسا ظن مراد لیا ہے اس کے بعد انہوں نے جو دونوں ظن کی تشریح کی ہے آپ اس کو تحریر کریں۔

جواب

(الف) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، پس بیشک بدگمانی نہایت جھوٹی بات ہے۔

(ب) **مطلب**: لفظ الحدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب تک گمان دماغ میں ہے گناہ نہیں، اگر چہ وہ بھی ممنوع ہے البتہ جب وہ زبان پر آئے گا اور غلط ہوگا تو گناہ ہوگا، اور نہایت گھناؤنا گناہ ہوگا کیونکہ گمان پر اعتماد کر کے جو باتیں کی جاتی ہیں، وہ عام طور پر از قبیل الزامات ہوتی ہے اس لئے وہ اکذب الحدیث ہیں۔

(ج) حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گمان کی دو قسمیں ہیں، ایک گمان گناہ ہے اور دوسرا گمان گناہ نہیں ہے، پس وہ گمان جو گناہ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی ایک گمان قائم کرے پھر اس کو زبان پر لائے اور اسکی بنیاد پر باتیں کرے، اور وہ گمان جو گناہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ گمان گمان کی حد تک رہے اسکو زبان پر نہ لائے تو اس میں کچھ گناہ نہیں مگر پھر بھی ممنوع اس لئے ہے کہ وہ گمان گناہ تک پہنچا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰۲، ص/۱۹

باب ماجاء في ظن السوء

(تخ: ۵/ ۳۲۷، ششماہی ۱۴۳۹ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ الظن سے کونسا ظن مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) سفیان ثوری نے ''الظن ظنان فظن اثم و ظن لیس باثم'' سے کونسا ظن مراد لیا ہے؟ اس کے بعد انہوں نے جو دونوں ظن کی تشریح کی ہے آپ اس کو تحریر کریں۔

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

(ب) یہاں ظن سے سوء ظن اور بدگمانی مراد ہے یا اعتقادیات اور قطعیات میں ظن کا دخل دینا مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی سے بچو اور قطعیات میں ظن پر عمل کرنے سے احتراز کرو، وہ دلائل ظنیہ مراد نہیں جن پر بہت سارے احکام شرعیہ کی بنیاد ہیں چونکہ وہ ظن مستند الی الدلیل ہے، نیز وہ بدگمانی بھی مراد نہیں جو محض خیال کے طور پر بلا اختیار دل میں گزر جائے، اور وہ معفو عنہ ہے، حدیث میں ہے ''تجاوز اللہ للامۃ عما حدثت بہ انفسہا'' کیونکہ اس کو دفع کرنا ممکن نہیں اور بندہ جس پر قادر نہیں ہوتا اس کا مکلف بھی نہیں ہوتا، پس اس حدیث کی رو سے وہ بدگمانی ممنوع ہے جو ذہن میں بیٹھ جائے اور اس پر یقین کر لیا جائے، بعض علما نے کہا بدگمانی سے گناہ تب ہوتا ہے جب کہ اس کا ذکر کیا جائے اور اس کو زبان پر لایا جائے، یہاں بدگمانی کو جھوٹ فرمایا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ تو اصل کے اعتبار سے قبیح ہے اس کی قباحت واضح ہے بخلاف سوء ظن کے کہ صاحب ظن اس کو صحیح جانتا ہے پس اس کو بدترین جھوٹ کا نام دینا مبالغہ کے طور پر ہے گویا اس کی برائی کو زیادہ سے زیادہ کر کے بیان کرنا مقصود ہے۔ (عون الترمذی: ۱/ ۳۱۲)

(ج) اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ظن کے معنی ہیں: گمان، خیال، اٹکل اور اندازہ یعنی ذہن کا کسی چیز کو ترجیح کے ساتھ قبول کر لینا اور ظن اچھا بھی ہو سکتا ہے برا بھی ہو سکتا ہے، سفیان ثوری کا قول ''الظن ظنان فظن اثم و ظن لیس باثم'' سے وہ ظن مراد ہے جو برا ہو، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ظن (سوء ظن) دو طرح کا ہوتا ہے: ایک طرح کا ظن گناہ کا سبب ہے اور ایک طرح کا ظن گناہ کا سبب نہیں ہے، جو ظن گناہ کا سبب ہے وہ یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آدمی کسی کے بارے میں گمان کرے اور اسے زبان پر لائے، اور جو ظن گناہ کا سبب نہیں ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کے بارے میں گمان کرے اور اسے زبان پر نہ لائے۔

سوال نمبر ۱۰۳، ص ر ۲۰

باب ماجاء في المزاح

(۱۴۳۸ھ)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کونسا مزاح جائز ہے اور کونسا ناجائز؟ مفصل لکھیں۔

(ج) باب میں رسول اللہ ﷺ کے مزاح کے متعدد واقعات ہیں، دو واقعات مزید تحریر کریں۔

جواب

(الف) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا، اس آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا؟ (مجھے تو سواری کے لیے چاہئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھلا اونٹ کو اونٹنی کے سوا کوئی اور بھی جنتی ہے؟

(ب) دل لگی اور خوش طبعی مسنون ہے؛ مگر دو باتوں سے خیال رکھنا ضروری ہے ایک یہ کہ کوئی خلاف واقع بات نہ کہی جائے، دوسری یہ کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے، ان باتوں کا خیال رکھ کر خوش طبعی سنت ہے، اسی طرح بہت زیادہ مذاق کرنا بھی وقار و متانت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے خلاف ہے جو شخص لوگوں کو ہنساتا ہے وہ مسخرہ کہلاتا ہے اور یہ برا لقب ہے، اس لئے اس درجہ کے مذاق سے بچنا چاہئے۔

(ج)(۱) نبی علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ کو ایک مرتبہ دل لگی کے طور پر او دو کان والے (يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ) کہہ کر پکارا، اور دو کان سبھی کے ہوتے ہیں مگر اس طرح پکارنے سے خادم کے دل میں فرحت پیدا ہوتی ہے، یہی مزاح اور خوش طبعی ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کا ہمارے گھر والے کے ساتھ اتنا میل جول تھا کہ گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ دل لگی فرماتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جو ہمیشہ اپنی چڑیا کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا ایک دن آپ علیہ السلام نے اس کو مغموم دیکھا تو پوچھا، یہ بچہ آج مغموم کیوں ہے گھر والوں نے بتایا کہ اس کی لال چڑیا مرگئی ہے اس لئے عدت میں بیٹھا ہے، پس اس کے بعد آپ جب بھی ہمارے گھر تشریف لاتے تو اس بچہ کو چھیڑتے اور فرماتے "يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ" (ابو عمیر تیری لال چڑیا کیا ہوئی؟) بچہ کو اپنے محبوبہ یاد آجاتی اور وہ ہشاش بشاش ہوجاتا، اور آپ نے لفظوں کو ہم وزن کرنے کے لیے بچہ کی ابو عمیر کنیت رکھی یہ ایک دل لگی ہوئی پھر آپ نے اس بچہ کو اس کی لال چڑیا یاد دلاتے یہ دوسری دل لگی ہوئی؛ چنانچہ وہ بچہ کھل جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰۴، ص ر ۲۰

باب ما جاء في المراء

(تح: ۵ر۳۳۱، ۳۳۲ ۱۴۳۲ھ)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا، وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) بوضاحت مطلب تحریر کیجیے۔

(ج) قوله: "وهو باطل، وهو محق" میں ضمیر بارز کا مرجع اور ربض المراء وسط کی تحقیق کیجیے۔

جواب

(الف) انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (جھگڑے کے وقت) جھوٹ بولنا چھوڑ دے حالانکہ وہ ناحق پر ہے، اس کے لیے اطراف جنت میں ایک مکان بنایا جائے گا، جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کے لیے جنت کے بیچ میں ایک مکان بنایا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق اچھے بنائے اس کے لیے اعلیٰ جنت میں ایک مکان بنایا جائے گا۔

(ب) **مطلب:** یہاں تین باتیں ہیں۔

(۱) من ترك الكذب الخ جس نے جھوٹ چھوڑ دیا درانحالیکہ وہ باطل پر ہے تو اس کے لئے جنت کی سرحد میں مکان بنایا جائے گا، اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بات کہنے والا غلط موقف پر ہے مگر اس کو ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہا ہے اور بحث ومباحث کر رہا ہے، یہ غلط طریقہ ہے پس جو اس سے احتراز کرے گا وہ قابل مبارک باد ہے اور ربض کے معنی ہیں شہر کے ارد گرد کا علاقہ اردو میں اس کو ڈانڈا کہتے ہیں۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۳۰)

(۲) من ترك المراء: جس نے بحث وتکرار سے احتراز کیا درانحالیکہ وہ حق پر ہے یعنی اس کا موقف صحیح ہے تو اس کے لئے جنت کے درمیان یعنی بہترین حصے میں مکان بنایا جائے گا، یعنی وہ شخص صحیح موقف میں رہنے کے باوجود تواضع وکسر نفسی اور شرافت نفسی کی بنا پر مخاصمت سے اپنا دامن بچاتا ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ نزاع کا تعلق دنیوی معاملہ سے ہو اس میں سکوت واجتناب کرنے سے دین میں کوئی خلل نہ پڑے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر معاملہ دین کے بارے میں ہو تو جب تک حق ظاہر نہ ہو جائے گا اس وقت تک کنارہ کشی اختیار کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۳۰)

(۳) من حَسَّنَ خلقه الخ: یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے اخلاق کو سنوار لیا، واضح رہے کہ حسن اخلاق تو تمام ہی اوصاف اور کمالات اختیار کرنے کا نام ہے لیکن معاشرہ میں عام طور پر حسن اخلاق کا اطلاق خندہ پیشانی کشادہ روئی نرم گوئی اور حسن معاشرہ پر ہوتا ہے، اخلاق سنوارنا آسان کام نہیں اس لئے جزا بقدر مشقت ہے؛ چنانچہ اس کے لئے جنت کے بلند و بالا حصہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۳۰)

(ج) قوله: "وهو باطل" میں ضمیر بارز یعنی ھو لفظ کا مرجع من اسم موصول ہے، الکذب نہیں ہے؛ کیونکہ کذب تو ہمیشہ ہی باطل ہوتا ہے، اسی طرح وھو محق میں ھو کا مرجع بھی من اسم موصول ہے۔

"ربض" بمعنی شہر کے ارد گرد علاقہ گوشہ کنارہ۔

المراء: یہ مارا یماری مِرَاءً قِتالاً کے وزن پر باب مفاعلۃ کا مصدر ہے بمعنی منازعہ کرنا جھگڑا کرنا بحث و تکرار کرنا۔

وسط سین کی حرکت کے ساتھ بمعنی دو طرف کی درمیانی حصہ جو دونوں طرف ایک ہی چیز کا ہے، یہاں مراد اعلی حصہ کیونکہ شئ کا درمیانی حصہ اعلی درجہ کا ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰۵، ص/۲۱

باب ماجاء في خلق النبي صلى الله عليه وسلم

(۱۴۳۰ھ)

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب وضاحت سے بیان کریں۔

جواب

(الف) حضرت عبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نہ (طبعی طور پر) فحش گو تھے، اور نہ بدکلامی کرنے والے اور نہ بازار میں چیخنے والے تھے، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ عفو و درگزر فرمادیتے تھے۔

(ب) **مطلب:** (۱) بعض لوگ فطری طور پر بیہودہ باتیں کرتے ہیں اور بعض لوگ بہ تکلف مجلس گرم کرنے کے لیے یا مجلس کا طرز بنانے کے لیے فحش گوئی کرتے ہیں، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں باتوں کی نفی کی، کہ آپ نہ تبعاً فحش گو تھے، نہ بہ تکلف فحش کرتے تھے۔

(۲) اور مختلف مصلحتوں سے آپ بازار جاتے تھے اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں لیکن بازار میں شور شغب کرنا وقار کے منافی ہے آدمی کو چاہئے کہ سکون کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کر کے بازار سے لوٹ آئے اور بازار میں عموماً شور وغل ہوتا ہے پس جو شخص وہاں بھی سکون ووقار سے رہتا ہے وہ ہر جگہ پرسکون رہتا ہے۔

(۳) آپ ﷺ برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیتے تھے، کفار نے آپ ﷺ کو آذائیں پہنچائیں تھیں مگر فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے سب کو معاف کر دیا تھا اور الفاظ عفو وصفح مترادف نہیں ہیں بلکہ عفو کا تعلق ظاہر سے ہے معاف کرنے کا مطلب ہے، غلط کام کرنے والے کو نہ سزا دینا نہ ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہ برا بھلا کہنا نہ شکوہ شکایت کرنا، اور صفح کا تعلق باطن سے ہے یعنی دل سے غلطی کرنے والے کو معاف کر دینا جو کچھ اس نے کیا ہے اس کو بھول جانا، دل کو اس کی طرف سے صاف کر لینا۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۳۴۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۰۶، ص/۲۱

باب ماجاء في حسن العهد

(تح:۵/۵۰،۳۴۳۶ھ)

مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا بِي أَنْ أَكُونَ أَدْرَكْتُهَا. وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا. وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيَتَتَبَّعُ بِهَا صَدَائِقَ خَدِيجَةَ فَيُهْدِيهَا لَهُنَّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) باب کا مقصد اور حدیث کی باب سے مناسبت واضح کیجیے۔

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کر کے حدیث شریف کا مطلب کیجیے۔

جواب

(الف) ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر میں اس طرح غیرت نہیں کھاتی تھی جس طرح خدیجہ پر غیرت کھاتی تھی جب کہ میں نے ان کا زمانہ بھی نہیں پایا تھا، اس غیرت کی کوئی وجہ نہیں تھی سوائے اس کے کہ آپ ان کو بہت یاد کرتے تھے، اور اگر آپ بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو ڈھونڈتے اور گوشت ہدیہ بھیجتے تھے۔

(ب) العھد کے چند معانی ہیں۔ امام ابوعبید نے کہا: ”العَهْدُ هنا رِعَايَةُ الْحُرْمَة“ یعنی یہاں لفظ عہد سے مراد حق صحبت کی رعایت ہے۔

اور حدیث سے باب کی مناسبت اس طرح ہے کہ وإن كان ليذبح الشاة فيتتبع بها صدائق خديجة یعنی حضور اکرم ﷺ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد بھی بکری ذبح کر کے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو گوشت ہدیہ دیتے تھے، یہ حضرت خدیجہ کی حق صحبت کی رعایت کرتے ہوئے کرتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) مطلب و تحقیق:

غرت: غار یغار غیرۃ کے معنی ہیں رشک کرنا غیرت آنا۔

ادرکتتھا: ادرك یدرك ادراکا کے معنی ہیں پانا۔

فیتتبع: تتبع یتتبع تتبعا کے معنی ہیں تلاش کرنا ٹوہ میں لگنا پیچھے لگنا۔

صدائق: یہ صدیقۃ کی جمع ہے بمعنی دوست سہیلی۔

مطلب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی حسن وفا بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں، مجھے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ رشک حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا پر آتا ہے اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ میں نے اسکا زمانہ پایا بلکہ اسوجہ سے کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ زیادہ کرتے تھے (اور اتنی زیادہ تعریف کرتے تھے کہ دل سن کر کباب ہوجاتا تھا، بلکہ ایک مرتبہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جھلا کر کہہ دیا تھا کہ آپ قریش کی ایک بڑھیا کو یاد کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی دی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ان سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی اللہ نے مجھے ساری اولاد ان سے دی ہے اور تذکرہ کا شان یہ تھا کہ آپ ﷺ بکری ذبح کیا کرتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی سہیلیوں کو ہدیہ کے طور پر بکری کے گوشت دیتے رہتے تھے یہی تھا حضور اکرم ﷺ کا حضرت خدیجہ سے حسن وفا کا معاملہ۔

سوال نمبر ۱۰۷، ص/ ۲۲

باب ماجاء في معالي الاخلاق

(تخ: ۵/۵۱/ ۳، سالانہ ۱۴۲۸ و ۱۴۲۹ھ)

حدیث نمبر ۲۰۱۸: عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اَلْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ والْمُتَفَيهِقُونَ.
(الف) اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں، اس کے بعد آخری تین لفظوں کی لغوی تحلیل کریں، (١٣٩ ہجری کا اضافہ اور بتائیں کہ خود امام ترمذی نے پہلے دونوں لفظوں کے کیا معنی بیان کئے ہیں)
(ب) حدیث عائشہ "کان خلقه القرآن" کا مطلب لکھیں حدیث "لا تُمارِ اخاك، ولا تُمازحه، ولا تَعِده موعدا فتُخلِفَه" حدیث با اعراب لکھ کر ترجمہ ومطلب تحریر کریں۔

جواب

(الف) ترجمہ ومطلب: نبی ﷺ نے فرمایا: میرے نزدیک (دنیا میں) محبوب تر اور قیامت کے دن مجھ سے قریب تر: وہ لوگ ہونگے جو تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں (احاسنکم: إنّ کا اسم موخر ہے) اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی نزدیکی بڑی خوبی کی بات ہے اسی طرح نبی ﷺ کی نزدیکی بھی بڑی خوبی کی بات ہے جو قیامت کے دن بلند اخلاق لوگوں کو حاصل ہوگی، اور تم میں سے میرے نزدیک (دنیا میں) مبغوث تر اور قیامت کے دن مجھ سے بعید تر: وہ لوگ ہونگے جو بہت زیادہ بک بک کرنے والے ہیں، اور گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے والے ہیں (یا باتوں میں غیر محتاط ہیں) اور تکبّر سے بغیعانے والے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: ثرثارون اور متشدقون کو تو ہم جانتے ہیں متفیھقون سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گھمنڈی لوگ (یہ بلند اخلاق والوں کا مقام ومرتبہ بیان کرنے کے بعد پست اخلاق والوں کا تذکرہ ہے، تاکہ تقابل سے اچھے اخلاق والوں کا مقام ومرتبہ اور بھی واضح ہوجائے)۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۵۱)

تحلیل الالفاظ: ١- الثرثارون: یہ ثرثار کی جمع ہے: کثیر الکلام، بہت بولنے والا، ثرثر فی الکلام: فضول بولنا، بکواس کرنا۔

٢- المتشدقون: یہ المتشدق کی جمع ہے یعنی وہ شخص جو لوگوں کے سامنے ڈینگنے مارے اور جدھر بانی کرے، تَشَدَّقَ: عمدہ گفتگو کرنے کے لئے باچھوں (گوشہ ہائے لب) کو موڑنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۳-المتفیهقون: یہ المتفیهق کی جمع ہے، بمعنی متکبرانہ کلام کرنے والا، تفقہق بالکلام: مزین اور پر تکلف بات کرنا، اور مراد متکبر لوگ ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:... بغبغانا: کبوتر یا اونٹ کی مستی میں بولنا، متکبرانہ کلام کرنا۔ (تحفۃ الالمعی: ۳۵۱/۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الثرثار: هو كثير الكلام یعنی بہت زیادہ بک بک کرنے والا۔

والمتشدق: هو الذي يتطاول على الناس في الكلام ويبذو عليهم یعنی گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے والا اور بلا احتیاط بولنے والا۔

(ب) "كان خلقه القرآن" کا مطلب:

حضرت عائشہؓ سے کسی ایک نے پوچھا کہ نبی اکرم علیہ السلام کے اخلاق کیسے تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ كان خلقه القرآن، آپ کے اخلاق وہی کچھ تھے جن کا قرآن میں ذکر آتا ہے گویا محمد علیہ السلام کا عمل اور قرآن کریم کی بات ایک ہی تھی، جو کچھ قرآن میں لکھا ہوا ہے سمجھ لو کہ رسول اکرم علیہ السلام ویسا ہی کیا کرتے تھے اور جو کچھ رسول اکرم علیہ السلام کیا کرتے تھے سمجھ لو کہ اس کا حکم قرآن میں ضرور ہوگا۔

حدیث: لاتمار اخاك..... الخ:

ترجمہ: اپنے دینی بھائی سے بحث وتکرار مت کرو اور اس کے ساتھ دل لگی مت کرو اور اس سے کوئی ایسا وعدہ مت کرو جس کو تم پورا نہ کرو۔

مطلب: اپنے دینی بھائی سے ایسا بحث وتکرار مت کرو جس سے آپس میں جھگڑا ہو جائے اور اس کے ساتھ دل لگی مت کرو یہ ممانعت اس دل لگی کی ہے جو ایذا رسانی کا سبب بنے اور اس سے کوئی ایسا وعدہ مت کرو جس کو تم وفا نہ کرو، کسی سے کوئی وعدہ کرتے وقت اگر وفا کا پکا ارادہ ہے پھر کسی مانع کی وجہ سے وعدہ پورا نہ کر سکا تو اس میں کوئی گناہ نہیں اور حدیث میں ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ وعدہ کرتے وقت دل میں یہ ہو کہ وعدہ پورا نہیں کرنا ہے پس یہ نفاق ہے اور ممنوع ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۰۸، ص/ ۲۴

باب ماجاء مایُطعِم المریضُ

(تخ: ۵/ ۲۷۹، ۱۴۳۳ھ)

عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ أَهْلَهُ الْوَعَكُ أَمَرَ بِالْحِسَاءِ فَصُنِعَ. ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ. وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّهُ لَيَرْتُو فُؤَادَ الْحَزِينِ. وَيَسْرُو عَنْ فُؤَادِ السَّقِيمِ كَمَا تَسْرُو إِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَجْهِهَا

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) بوضاحت مطلب تحریر کیجیے۔

(ج) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کیجیے۔

جواب

(الف) ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں میں کسی کو بخار آتا تو آپ ﷺ حریر بنانے کا حکم دیتے؛ چنانچہ حریر تیار کیا جاتا، پھر آپ ان کو تھوڑا تھوڑا پینے کا حکم دیتے، تو وہ اس میں سے پیتے، آپ ﷺ فرماتے تھے حریر غمگین کے دل کو تقویت دیتا ہے، اور مریض کے دل سے اسی طرح تکلیف دور کرتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی پانی کے ذریعہ اپنے چہرے سے میل دور کرتا ہے۔

(ب) **مطلب:** کبھی مریض کو بھوک تو ہوتی ہے مگر کھانے کو جی نہیں چاہتا ایسی صورت میں تھوڑے گھی میں آٹا بھون لیا جائے پھر اس میں کافی دودھ ڈال کر پکالیا جائے اور اس کو ایسا پتلا رکھا جائے کہ اس کو گھونٹ گھونٹ پیا جاسکے، اس کو حریرہ کہتے ہیں مریض اس کو دل نہ چاہنے کے پی لے تو اس کے دل سے بوجھ ہٹ جائے گا اور یہ خیال نکل جائے گا کہ اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کچھ نہیں کھایا اور غذا ابھی پیٹ میں پہنچ جائے گی جس میں اس کو قوت ملے گی اسی وجہ سے حضور علیہ ﷺ نے فرمایا حریر غمگین کے دل کو قوی کرتا ہے اور بیمار کے دل سے تکلیف ہٹاتا ہے جس طرح عورتیں اپنے چہرے سے پانی کے ذریعہ میل ہٹاتی ہے۔

(ج) الوعك: بمعنی تیز بخار۔

الحساء: الحَسَاءُ و الحَسَا و الحسوُ و الحُسوُ بمعنی ہر رقیق چیز جو پی جا سکے، ایک قسم کا کھانا جو آٹا پانی اور گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔

حسا (ن) حَسوًا احسا المرق تھوڑا تھوڑا پینا۔

لیَرتُوا: رتا یرتوا (ن) رَتوًا رتا القلب دل کو قوی کرنا۔

یَسرُوا: سرا (ن) الثوب سروًا کپڑے اتارنا سرِیَ عنه الهمُّ غم زائل ہونا غم دور ہونا۔

الوَسخ: بمعنی میلا جمع اوساخ۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۳۷۹)

سوال نمبر ۱۰۹، ص/ ۲۴

باب ماجاء في شرب الابوال الابل

(تح: ۵/ ۳۸۳، ششماہی ۱۴۱۸ھ)

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَاجْتَوَوْهَا، فَبَعَثَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِبِلِ الصَّدَقَةِ. وَقَالَ: اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور حدیث میں مذکورہ واقعہ تفصیل سے بیان کریں۔

(ب) ماکول اللحم جانوروں کے فضلات کے حکم میں اختلاف ائمہ مفصل و مدلل لکھیں۔

(ج) مذکورہ حدیث کس کا مستدل ہے اور دوسرے حضرات اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے، انہیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ (چراگاہ کی طرف) روانہ کیا اور فرمایا: تم لوگ اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب پیو۔

واقعۂ عرینہ: قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے مدینہ کی آب وہوا ان کو موافق نہ آئی جوئی بیماری نے ان کو پکڑ لیا، نبی ﷺ نے ان کو زکاۃ کی اونٹوں میں بھیج دیا اور ان کو اونٹوں کا دودھ و پیشاب پینے کا حکم دیا، وہ یہ چیز پی کر تندرست ہو گئے پھر ان کی نیت بگڑ گئی اور انہوں نے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور دوسرا چرواہا اس درمیان بھاگ کر مدینہ آ گیا اور حضور کے سامنے صورت حال بیان کی، آپ ﷺ نے ان کے تعاقب میں ایک دستانہ روانہ کیا، جو ان کو گرفتار کر کے لایا، ان کے ایک ہاتھ ایک پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیا گیا اور لوہے کی سلائی گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیر دی گئی اور ان کو حرہ نامی میدان میں ڈال دیا گیا وہاں وہ شدت پیاس سے زمین کاٹتے تھے آہستہ آہستہ جسم میں سے خون نکل گیا اور وہ اپنے انجام تک پہنچے۔

(ب) جن جانوروں کا گوشت کھانا نہیں چاہئے یا کھایا نہیں جاتا ہے ان کا بول وبراز بالاتفاق ناپاک ہے، اور جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بول وبراز کے حکم میں اختلاف ہے۔

[۱] امام ابوحنیفہ امام شافعی، ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا بول وبراز ناپاک ہے البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔

دلائل: (۱) حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث: إذا جاء احدكم المسجد فلينظر فان رأى فى نعليه قذرا او أذا فليمسحه وليصلِ فيها.

(۲) حدیث ابی ہریرہ: استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

[۲] امام مالک امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا بول و براز طاہر ہے۔

دلیل: (۱) ان حضرات کا استدلال حدیث الباب کا جملہ "اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا" سے ہے لہٰذا اگر اونٹوں کا پیشاب پاک نہ ہوتا تو آپ (صلی) اس کے شرب کا حکم نہ دیتے۔

(۲) ان کے دوسرا استدلال اس روایت سے ہے جس میں آں حضور ﷺ نے فرمایا: "صلوا في مرابض الغنم" وجہ استدلال یہ ہے کہ مرابض غنم بول و بعرات کا مرکز ہوتی ہیں اگر ان کے بول وغیرہ نجس ہوتے تو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوتی۔

(ج) حدیث الباب فریق ثانی کا مستدل ہے اور فریق اول کی طرف سے اس کا یہ جواب ہے کہ (۱) آنحضور ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا کہ ابوال ابل پیے بغیر ان کی شفا اور زندگی ممکن نہیں، اس طرح یہ لوگ مضطر کے حکم میں آ گئے تھے اور مضطر کے لیے نجس چیز کا پینا جائز ہے۔

(۲) اور بعض حضرات نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کا ناسخ حدیث ابی ہریرہ ہے: "استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه". (درس ترمذی: ۱/۲۹۱)

سوال نمبر ۱۱۰، ص ر ۲۴

باب ما جاء في من قتل نفسه بسم أو غيره

(تح: ۵/۳۸۶، ششماہی ۱۴۳۷ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسُمٍّ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) امام ترمذی نے اس باب کو "أبواب الطب" میں رکھا ہے آپ باب کی "أبواب الطب" سے مناسبت بیان کر کے حدیث کا مطلب لکھیں۔

(ج) کیا خودکشی کی سزا واقعۃً خلود فی النار ہے؟ اگر نہیں تو "خالدا مخلدًا" کی توجیہ کریں، نیز امام ترمذی نے کیا جواب دیا ہے اس کو بھی تحریر کریں،

جواب

(الف) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لوہے سے اپنی جان لی، اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ اسے جہنم کی آگ میں ہمیشہ اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا، اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کی، تو اس کے ہاتھ میں زہر ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ اسے پیتا رہے گا، اور جس نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ گرتا رہے گا۔

(ب) (۱) یہ باب اس کے بارے میں ہے جس نے زہر وغیرہ سے اپنے نفس کو مار ڈالا اور یہ کام عام ہے: خواہ مرنے کے لیے زہر پیا ہو یا علاج کے طور پر زہر پیا ہو اور مر گیا ہو دونوں صورتوں میں خودکشی کا گناہ ہوگا کیونکہ خطرناک دوائیں کا ماہر ڈاکٹر یا حکیم کے مشورہ کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں، پس امام ترمذی نے آخری پہلو کے اعتبار سے اس باب کو ابواب الطب میں رکھا ہے۔

(۲) یہاں سم سے خبیث دوا مراد ہے اسی باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ يَعْنِي السُّمَّ. لہٰذا اسی مناسبت سے امام ترمذی نے اس باب کو ابواب الطب میں ذکر کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: خودکشی کرنے کے بہت طریقے ہیں اس حدیث میں مشہور تین اقسام ذکر کئے گئے ہیں (۱) جس نے اپنے آپ کو مار ڈالا کسی لوہے سے یعنی کسی چھری یا تلوار یا گولی وغیرہ سے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا (یعنی اس کی سزا) کہ اس کی سزا اس کے ہاتھ میں ہوگی وہ اپنے پیٹ کو بھونکے گا، وہ دوزخ کی آگ میں لمبے عرصہ تک رہے گا اور اس حکم میں دواء خبیث بھی داخل ہے۔

(۳) اور جو شخص کسی پہاڑ سے گرا اور وہ اپنے آپ کو مار ڈالا (اسی طرح چھت یا گاڑی یا ریل وغیرہ سے گرا) تو وہ جہنم میں پہاڑ سے گرے گا وہ دوزخ کی آگ میں لمبے عرصہ تک رہے گا۔

(ج) خودکشی کرنے والا واقعۃً خلود فی النار نہیں ہے (معتزلہ کے نزدیک خلود فی النار) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ (۱) یہ مطلق خودکشی کرنے والے کے بارے میں نہیں بلکہ جو خودکشی کو حلال سمجھ کر خودکشی کرتا ہے اس کے بارے میں ہے۔

(۲) یہاں خالد امخلدا سے مکث طویل مراد ہے اور الابد مطلق زمانہ کے لیے بھی آتا ہے۔

(۳) یہ وعید کی حدیث ہے اور زجر و توبیخ کے طور پر وارد ہوئی ہے یعنی اس گناہ کی اصل سزا تو یہی ہے مگر دیگر نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ مؤمن پر یہ سزا جاری نہیں ہوگی جس شخص میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ کسی نہ کسی دن جہنم سے نکال لیا جائے گا کیونکہ تمام اہل حق متفق ہیں کہ کفر و شرک کے علاوہ کوئی امر موجبِ خلود فی النار نہیں۔

(تحفۃ الالمعی: ۵/ ۳۷۵)

امام ترمذی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ تیسری روایت (یعنی جس میں "خالدا مخلدا فیها أبدا" کی قید نہیں ہے) زیادہ صحیح ہے کیونکہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ گناہ گار مؤمن دوزخ میں جائیں گے مگر بعد میں ان کو جہنم سے نکال لیا جائیں گے اور کسی روایت میں یہ بات نہیں آئی کہ مؤمن ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس لئے تیسری روایت زیادہ صحیح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۱۱، ص / ۲۵

باب ماجاء في السعوط وغيره

(تح: ۵ / ۹۰/ ۳، سالانہ ۱۴۳۲ھ و ۱۴۳۴ھ)

حدیث نمبر ۲۰۴۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ الشُّعَيْثِيُّ. حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ: السَّعُوطُ. وَاللَّدُودُ، وَالْحِجَامَةُ، وَالْمَشِيُّ. فَلَمَّا اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدَّهُ أَصْحَابُهُ، فَلَمَّا فَرَغُوا، قَالَ: لُدُّوهُمْ. قَالَ: فَلُدُّوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْعَبَّاسِ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) سعوط، لدود، حجامہ اور مشی کے معانی (۳۴ھ کا اضافہ: ان کے فوائد بھی) لکھ کر بتائیں کہ سب حاضرین کو لدود کیوں کیا گیا؟ اور حضرت عباس کو لدود کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب

(الف) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک وہ چیزیں جن سے آپ لوگ علاج کرتے ہیں، ان میں بہترین: ناک میں دوا ڈالنا، اور گوشۂ فم میں دوا ڈالنا، اور سینگی لگانا، اور مُسہل لینا ہے؛ چنانچہ جب حضور اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو صحابہ نے آپ کے گوشۂ فم میں دوا ڈالیں اور وہ نمٹ گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سب کے گوشۂ فم میں دوا ڈالی جائے، راوی کہتا ہے: پس سبھی کے گوشۂ فم میں دوا ڈالی گئی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) لغات الالفاظ:

۱-السَّعُوطُ (بفتح السین) اسم ہے، ناک میں ڈالنے کی دواء، اور السُّعوط (بضم السین) مصدر ہے سَعَطَ الدَّوَاءَ: ناک میں دواء چڑھانا۔

۲-اَلَّدُوْدُ (بفتح اللام) اسم ہے: منہ میں زبان کی ایک جانب سے ڈالنے کی دواء، اَلُّدُوْدُ (بضم اللام) مصدر ہے، لَدَّ المریضَ: بیمار کی زبان ایک طرف کر کے دوسری جانب دواڈالنا۔

۳-الحِجامةُ: پچھنے لگانا، سینگی لگانا یعنی سینگی کے ذریعہ خراب خون چوسنا۔

۴-المَشِيُّ: مسہل دواء، اَمشَی الدَّوَاءُ فُلَانًا: دواء سے کسی کو دست آنا، اِستَمشَی فُلَانٌ اور اَستَمشَی بالدَّوَاءِ: مسہل (دست آور) دواء لینا، جُلّاب لینا۔

(تحفۃ الالمعی: ۵/۳۹۰)

ان وجوہات کو جاننے کے لئے پورے واقعہ جاننا ضروری ہے، وہ اس طرح ہے: نبی ﷺ جب آخری مرتبہ بیمار ہوئے تو لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ کو نمونیا ہو گیا ہے، حالانکہ آپ ﷺ کو یہ بیماری نہیں تھی بلکہ اس زہر کا اثر لوٹ آیا تھا جو آپ ﷺ کو خیبر میں دیا گیا تھا، صحابہ اپنے خیال کے مطابق آپ کو لدوذ کرنا چاہتے تھے آپ ﷺ نے منع فرمایا، پھر آپ کو غشی سی طاری ہوگئی تو گھر والے بے چین ہوگئے اور انہوں نے لدود کیا، جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے منہ میں دواء کا اثر محسوس کیا، آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے، اور فرمایا مجھے کس نے لدود کیا؟ سب خاموش رہے، آپ ﷺ نے فرمایا گھر میں جتنے ہیں سب کے منہ میں دواء ڈالی جائے؛ چنانچہ سب کے منہ میں دواء ڈالی گئی، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں پھر بھی ان کا لدود کیا گیا، صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا گیا، کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو مستثنیٰ کیا تھا اور اس کی وجہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ آئی ہے کہ وہ دواء پلانے میں شریک نہیں تھے، غرض اس طرح آپ ﷺ نے سب کو لدود کرا کر اپنا انتقام لے لیا، ورنہ اپنے حبیب ﷺ کا انتقام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ تعالیٰ لیتے اور معلوم نہیں کیا سزا ملتی، اب سنتے میں جھوٹ گئے۔

ان کے فوائد: (۱) السعوط: یعنی ناک میں ڈالنے کی دواء، دماغی بیماریوں کے لئے ناک میں دواء ڈالنا بہترین علاج ہے رہی یہ بات کہ کس دماغی بیماری میں کونسی دواء ناک میں ٹپکائی جائے یہ بات لوگ جانتے تھے، اس لئے حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں آیا اور آج بھی بہت سے لوگ جانتے ہیں، یا طب کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس کے مطابق حکیم علاج کرتے ہیں۔

(۲) اللَّدود: نمونیہ وغیرہ میں زبان ایک طرف کر کے دوسری جانب دواء ڈالتے ہے اس کو لدود کہا جاتا ہے، یہ بھی بہترین طریقہ علاج ہے۔

(۳) سینگی لگانا فسادخون کا بہترین علاج ہے مگر گرم خشک ممالک میں یہ علاج مفید ہے، بارد اور مرطوب خطّوں میں یہ مفید نہیں، جب خون میں زیادتی ہوتی ہے تو جسم کی خاص حصوں میں سینگی لگاتے ہے اور خون چوس کر نکالتے ہے، اور اس سے خون کا پریشر (رفتار) کم ہوجاتی ہے اور خون کی بہت سی بیماریوں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

(۴) مسہل لینا: یہ بھی بہت مفید طریقہ علاج ہے لیکن لوگ اس کی اہمیت نہیں جانتے، حالانکہ مہینہ میں ایک مرتبہ ہلکا مسہل لیا جائے تو پیٹ صاف ہوجائے گا اور معدہ کی بیماریوں سے حفاظت ہوجائے گی۔

سوال نمبر ۲ ۱۱، ص/۲۶

باب ماجاء في الرُّقية من العين

(تح: ۵/۴۰۰، ۱۴۳۲ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) روایت میں نظر بد کی تاثیر کو ثابت کرنے کے لیے طاقت ور تعبیر اختیار کی گئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے آپ اس کی وضاحت کرے کہ کیا تقدیر کے خلاف بھی کوئی چیز ممکن ہے؟

(ج) نظر اتارنے کے لیے غسل کی کیا صورت ہے۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت (پہل) کر سکتی تو اس پر نظر بد ضرور سبقت (پہل) کرتی، اور جب لوگ تم سے غسل کرائیں تو تم غسل کر لو۔

(ب) اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا مرکز اور منبع تقدیر الٰہی ہے کوئی چیز بھی تقدیر کے دائرہ سے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتی اگر بالفرض کوئی چیز ایسی طاقت رکھ سکتی کہ وہ تقدیر کے دائرہ کو توڑ کر نکل جائے، تو وہ نظر بد ہوتی کہ تقدیر کو پلٹ دیتی اور اس پر غالب آجاتی گویا یہ بات بدنظر کی تاثیر اور اس کی سرعت نفوذ کو مبالغہ کے طور پر بیان کرنے کے لیے فرمائی گئی اور بدنظر کی وجہ سے جو اثر ہوتا ہے وہ بھی تقدیر کے ماتحت، کوئی چیز تقدیر کے خلاف نہیں ہے۔ (عون الترمذی: ۱/ ۴۲۳)

(ج) امام زہری رحمہ اللہ نے دھونے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ جس کی نظر لگی ہو اس کے پاس ایک بڑا پیالہ پانی بھر کرلے جایا جائے وہ شخص اس میں اپنی ہتھیلی ڈالے پھر کلی کرکے پیالہ میں ڈالے پھر وہ پیالے میں اپنا چہرہ دھوئے پھر بایاں ہاتھ ڈال کر پیالہ میں اپنی دائیں ہتھیلی دھوئے پھر دایاں ہاتھ ڈال کر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ریڑھے، پھر بایاں ہاتھ ڈال کر اپنی دائیں کہنی پر پانی ریڑھے پھر دایاں ہاتھ ڈال کر اپنی بائیں کہنی پر پانی ریڑھے پھر بایاں ہاتھ ڈال کر اپنے دائیں پیر پر پانی ریڑھے پھر دایاں ہاتھ ڈال کر اپنے بائیں پیر پر پانی ریڑھے پھر بایاں ہاتھ ڈال کر اپنے دائیں گھٹنے پر پانی ریڑھے پھر دایاں ہاتھ ڈال کر اپنے بائیں گھٹنے پر پانی ریڑھے پھر لنگی کے اندر کا حصہ اس میں دھوئے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ پیالہ زمین پر نہ رکھا جائے پھر جس کو نظر لگی ہے اس پر پیچھے سے یکبارگی وہ سارا پانی ڈال دیا جائے، اور لنگی کے اندر کے حصہ سے کیا مراد ہے اس میں اختلاف ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعض کہتے ہیں کہ مذاکیر یعنی ذکر اور دونوں فوطے پیالے میں دھوئے اور بعض کہتے ہیں رانیں اور ان کا بالائی حصہ اس میں دھوئے۔

سوال نمبر ۱۱۳، ص/ ۲۶

باب ماجاء في أخذ الأجر على التعويذ

(نخ: ۵/ ۴۰۵، ششماہی ۱۴۳۴ھ)

حدیث نمبر ۲۰۶۴: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنِي عَبْدُالصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَلَمْ يَقْرُوهُمْ وَلَمْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَاشْتَكٰى سَيِّدُهُمْ فَأَتَوْنَا، فَقَالُوا: هَلْ عِنْدَكُمْ دَوَاءٌ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَمْ تَقْرُونَا وَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا عَلٰى ذٰلِكَ قَطِيعًا مِنَ الْغَنَمِ، قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَّا يَقْرَأُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ، فَلَمَّا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ نَهْيًا مِنْهُ، وَقَالَ: كُلُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) امام ترمذی نے یہ حدیث ”باب ماجاء فی اخذ الاجر علی التعویذ“ کے تحت ذکر کی ہے آپ پہلے تعویذ کا مفہوم واضح کیجیے، پھر حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر کر کے بتائیں کہ کونسا تعویذ جائز ہے اور کونسا تعویذ ناجائز؟

(ج) ہمارے زمانہ کے غیر مقلدین اور سلفی حضرات تعویذ کو مطلقاً ممنوع؛ بلکہ شرک قرار دیتے ہیں ان کے مستدلات اور ان کے جوابات کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ کچھ صحابہ (جن میں شامل میں بھی تھا) عرب کے ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے، انہوں نے ان کی مہمان نوازی نہیں کی، اسی دوران ان کا سردار بیمار ہوگیا؛ چنانچہ ان لوگوں نے ہمارے پاس آ کر کہا: آپ لوگوں کے پاس کوئی علاج ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، لیکن تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے اس لیے ہم اس وقت تک علاج نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لیے اجرت نہ متعین کردو، انہوں نے اس کی اجرت میں بکری کا ایک گلہ مقرر کیا، ہم میں سے ایک آدمی (یعنی میں خود) اس کے اوپر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے لگا تو وہ صحت یاب ہوگیا، پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ جھاڑ پھونک (کی دعا) ہے؟ ابو سعید خدریؓ نے آپ سے اس پر کوئی نکیر ذکر نہیں کی، آپ نے فرمایا: کھاؤ اور اپنے ساتھ اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔

(ب) تعویذ باب تفعیل کا مصدر ہے اور خاصیت طلب ماخوذ ہے، عوذ کے معنی ہیں پناہ، پس تعویذ کے معنی ہیں پناہ طلب کرنا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ تحفظ کے پیش نظر یا شفاء کی غرض سے اسماء حسنیٰ، آیات قرآنی وغیرہ کلمات خیر پڑھنا یا لکھنا، عربی عصری لغات میں ہے: "التعویذ اسم بمعنی الرقیة تقرأ او تکتب و تعلق لتقی من الشر" پس اس مفہوم کے اعتبار سے رقیہ بھی تعویذ کے مفہوم کے اندر داخل ہے اور اسی مناسبت سے رقیہ کی حدیث کو "باب ما جاء فی اخذ الاجر علی التعویذ" کے تحت ذکر کی ہے۔

تعویذ کا حکم: آیت قرآنیہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور ادعیہ ماثورہ سے دم کرنا جھاڑ پھونک کرنا اور تعویذ لکھنا جائز ہے متعدد احادیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت آیات قرآنیہ اور ادعیہ سے دم کیا ہے، اس میں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ تعویذات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وغیرہ کو مؤثر بالذات نہیں سمجھا جائے، بلکہ یہ یقین کرنا کہ مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے اور انہی پر بھروسہ ہے تعویذات وغیرہ اسباب میں سے ایک سبب ہے، اور جن تعویذات اور دم میں کلمات شرکیہ یا دوسرے کوئی غیر اللہ سے مدد طلب کیا جائے، یا تعویذات وغیرہ کو مؤثر بالذات سمجھا جائے تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔

(ج) غیر مقلدین اور سلفی حضرات تعویذ کو ممنوع؛ بلکہ شرک قرار دیتے ہیں۔

ان کے مستدلات مشہور چار ہیں (۱) وہ سب آیات قرآنی جس میں کہا گیا کہ: بلا ومصیبت اور دکھ و درد کو دور کرنے والا صرف اللہ جل شانہ ہی ہیں مثلا آیتِ قرآنی: "وان يمسسك الله بضر فلا كاشف له الا هو وان يردك بخير فلا رآدّ لفضله يصيب به من يشاء من عباده.....الخ"۔

(۲) وہ سب آیات قرآنی جس میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرنے کی تاکید کی گئی جیسے "وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مومنين وعلى الله فليتوكل المؤمنون"۔

(۳) شرک کی مذمت اور برائی کے سلسلہ میں وارد شدہ آیتیں مثلاً ومن يشرك بالله فكأنما خر من السمآء...الخ. ان الله لايغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذالك لمن يشاء...الخ.

ان آیاتِ قرآنی کا جواب:

ظاہر ہے کہ ان آیات سے آیات قرآنی اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل تعویذات کی حرمت پر استدلال نہایت لچر اور سرسری ہے چونکہ اس قسم کے تعویذ میں مؤثر بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جاتا ہے نفع ونقصان کا مالک اور دکھ درد کو دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جاتا ہے اور انہی پر قلب کا اعتماد رہتا ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ صرف ایک ظاہری سبب جان کر اسباب کے ساتھ متوسل ہونا خلاف توکل نہیں ورنہ تمام علاج معالجہ کو ناجائز کہنا پڑے گا بلکہ ہر کسی مباح اسباب کو اختیار کرنا ممنوع ہوگا، پس اس قسم کے تعویذات اور دم کو ناجائز کہنا اور شرک کہنا سراسر جہالت اور غلط ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) یہ حضرات ان احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جن میں تعویذ کو شرک کہا گیا مثلا حدیث (۱) "من علق تميمة فقد اشرك". (رواہ حاکم واحمد)

(۲) "الرقى والتمائم والتولة شرك". (ابوداؤد وابن ماجہ)

ان کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث سے مشرکوں یا کلمہ شرک پر مشتمل تعویذات مراد ہیں یا وہ تعویذات جن کو مؤثر بالذات سمجھا جائے، جمہور فقہاء اور محدثین نے یہی مطلب سمجھا ہے؛ چنانچہ ابوداؤد کی حدیث میں تمائم کے ساتھ رقیہ کو بھی شرک کہا گیا حالانکہ رقیہ کے جواز پر سب متفق ہیں اور اس حدیث میں تاویل کرتے ہیں کہ یہاں مشرکوں کا رقیہ مراد ہے، پس یہی حال تمائم کا بھی ہے جبکہ صحابہ کرام اور تابعین کرام سے تمائم یعنی تعویذ کا ثبوت ہے۔

حاصل بات یہ ہے کہ آیت قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل جھاڑ پھونک اور تعویذات میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے جبکہ ان کو مؤثر بالذات نہیں سمجھا جائے۔

(واللہ اعلم بالصواب) (عون الترمذی: ۱/۴۳۲)

سوال نمبر ۱۱۴

باب ماجاء في أخذ الاجر على التعويذ

(تخ: ۵/۵/۴۰۵، سالانہ ۱۴۴۰ھ)

عن ابی سعید (رضی اللہ عنہ) الی الآخر........

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) امام ترمذی نے یہ حدیث باب اخذ الاجر علی التعویذ کے تحت ذکر کی ہے آپ تعویذ کی مراد لکھ کر حدیث کی باب سے مناسبت کیجئے، اور رجل منا کا مصداق تعیین کیجئے۔

(ج) تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) جواب گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) جواب پیچھے چلا گیا، باقی جواب، "رجل منا" کا مصداق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس باب کی دوسری حدیث میں مذکور ہے: عن ابی سعید قال بعثنا... ھل فیکم من یرقی من العقرب؟ قلت نعم، انا، ولکن لا ارقیہ حتی... بس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث میں رجل منا سے مراد راوی ابوسعید خدری ہی ہے۔

(ج) علاج وغیرہ دنیاوی جائز مقاصد کے لئے جھاڑ پھونک اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے: (البتہ بزرگوں نے لکھا ہے مقتدیٰ علماء کے لیے تعویذ لکھ کر یا جھاڑ پھونک کر کے پیسہ لینا مناسب نہیں ہے چونکہ اس سے ان کا وقار گھٹ جانے کا اندیشہ ہے جو ان کے دینی کام کے لیے مضر ہوگا)۔

دلیل (۱) حدیث الباب یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی صریح دلیل ہے۔

(۲) دلیل قیاسی: کیونکہ یہ بھی ایک علاج ہے، پس جس طرح دواء کی اجرت لینا جائز ہے اسی طرح جھاڑ پھونک اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے۔

نوٹ: یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ جھاڑ پھونک اور تعویذ کا کام سحر، کہانت، اور دشمنی وغیرہ کے لحاظ سے نہ ہو۔ اور اس میں کوئی کفر کا کلام، غیر اللہ سے مدد چاہنا اور دوسری کوئی غیر واضح بات نہ ہو کیونکہ اس میں کفری کلام ہونے کا احتمال ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ تعویذ جھاڑ پھونک وغیرہ کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔

اگر ان باتوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہو تو یہ کام بھی ناجائز اور حرام ہے اور اجرت لینا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

سوال نمبر ۱۱۵، ص/ ۳۹

باب ماجاء في لزوم الجماعة

(تخ: ۵/ ۵۳۴، سالانہ ۱۴۱۶ھ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا. فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ، حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ، أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ. مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ.

(الف) عبارت اعراب کے ساتھ لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) قرون مشہود لہا بالخیر کونسے ہیں ان کی فضیلت پر مزید روشنی ڈالیں، ائمہ کس قرون کے حضرات ہیں۔

(ج) جماعت سے کیا مراد ہے، کونسے اختلافات جماعت میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں سوچ کر لکھیں۔

جواب

(الف) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ مقام جابیہ میں (میرے والد) عمرؓ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: لوگو! میں تمہارے درمیان اسی طرح (خطبہ دینے کے لیے) کھڑا ہوا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اپنے صحابہ کی پیروی کی وصیت کرتا ہوں، پھر ان کے بعد آنے والوں (یعنی تابعین) کی پھر ان کے بعد آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کی، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ قسم کھلائے بغیر آدمی قسم کھائے گا اور گواہ گواہی طلب کیے جانے سے پہلے ہی گواہی دے گا، خبردار! جب بھی کوئی مرد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے، تم لوگ جماعت کو لازم پکڑو اور پارٹی بندی سے بچو، کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ رہتا ہے، دو کے ساتھ اس کا رہنا نسبۃً زیادہ دور کی بات ہے، جو شخص جنت کے درمیانی حصہ میں جانا چاہتا ہو وہ جماعت سے لازمی طور پر جڑا رہے۔

(ب) تین زمانے خیر القرون (بہترین زمانے) ہیں صحابہ کا زمانہ پھر تابعین کا زمانہ پھر تبع تابعین کا زمانہ اس کے بعد کوئی خیر نہیں ہے، ان کی فضیلت پر بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں، جیسے (۱) حدیث الباب (۲) عِمرانَ بنَ حُصَينٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيرُكُم قَرنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم" (۳) عَن عَبدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَيرُ النَّاسِ قَرنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم، ثُمَّ يَجِيءُ أَقوَامٌ تَسبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِم يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ".

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرون ثلاثہ سے جمہور اہل قرون کے زمانہ مراد ہے پس جمہور صحابہ کا زمانہ: زمانہ خلافۃ راشدہ تک یعنی چالیس (۴۰) ہجری تک اور جمہور تابعین کا زمانہ خلافۃ زبیر وعبد الملک یعنی اسّی (۸۰) ہجری تک اور جمہور تبع تابعین کا زمانہ اواخر خلافۃ بنی امیہ اور اوائل خلافۃ عباسیہ یعنی ایک سو تیس (۱۳۰) ہجری تک، لہٰذا اس اعتبار سے ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہ (۸۰ھ، ۱۵۰) اور امام مالک (۹۳ھ، ۱۷۹) قرن ثالثہ میں داخل ہے اور باقی دو امام: امام شافعی (۱۵۰، ۲۰۴) اور امام احمد (۱۶۴، ۲۴۱) قرون ثلاثہ میں داخل نہیں ہے۔

(ج) بعض نے کہا کہ جماعت سے مراد صحابہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں جو کتاب اللہ وسنت رسول کا صحیح علم رکھتے ہو، یا جماعت سے جماعت المسلمین مراد ہیں جو کسی امیر کی بیعت واطاعت پر متفق ہو گئے ہوں، دراصل یہاں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جماعت سے مرادسواد اعظم اہل السنہ والجماعۃ ہیں، اختلافات سے مراد عقائد و اعمال میں اختلاف کرنا، مطلب یہ ہے کہ اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد و اعمال کو لازم پکڑا جائے دینی ملی مسائل و معاملات میں انہی کی متابعت کی جائے ان سے صرف نظر کر کے خود رائے بننا اپنے آپ کو شیطان کا کھلونا بنانا ہے؛ چنانچہ ایک حدیث میں ہے "اتبعوا السواد الاعظم" اس دور میں ائمہ اربعہ کو ماننے والے ہی حق پر ہیں اور وہی اہل السنہ الجماعہ کا مصداق ہے۔

سوال نمبر ۱۱۶، ص / ۴۱

باب ما جاء في الخسف

(سالانہ ۱۴۳۵ھ، ۱۴۳۷ھ)

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ اشرف علينا رسول الله (ﷺ) من غرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال النبي (ﷺ) لاتقوم الساعة حتى تروا عشر اٰياتٍ طلوع الشمس من مغربها، ويأجوج ومأجوج، والدابة.

ثلاثة خسوفٍ: خسفٍ بالمشرق وخسف بالمغرب وخسفٍ بجزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس او تحشر الناس فتبيت معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مذکورہ تمام علامات قیامت کی وضاحت کیجئے۔

(ج) (۱۴۳۵ھ کا اضافہ) اجمالاً دس نشانیاں ذکر کی گئیں اور تفصیل میں صرف سات کا ذکر آیا، بقیہ تین نشانیاں کونسی ہیں؟ اس حدیث کی دوسری روایت کی روشنی میں تحریر کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) حذیفہ بن اسید (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ہمارے طرف اپنے کمرے سے جھانکا اس وقت ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے، تو آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، مغرب (پچھّم) سے سورج کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، دابہ (جانور) کا نکلنا، تین بار زمین کا دھنسنا ایک پورب میں، ایک پچھّم میں اور ایک جزیرۃ العرب میں، عدن کے اندر سے آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانکے گی یا اکھٹا کرے گی جہاں لوگ رات گزاریں گے وہیں رات گزارے گی اور جہاں لوگ قیلولہ کریں گے وہیں قیلولہ کرے گا۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا یعنی علاماتِ قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ سورج اپنی رفتار پر چلتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت قریب آجائیگی، پس وہ غروب ہونے کے بعد مغرب سے نکلے گا اور ایسا ایک دن ہوگا یا پھر ایسا ہی ہوتا رہے گا؟ اس سلسلہ کی تفصیلات صحیح روایات میں مروی نہیں بظاہر ایسا ایک ہی دن ہوگا، پھر حسب معمول طلوع و غروب ہوگا، بہرحال یہ کرشمۂ خداوندی بھی لوگوں کے لئے آزمائش بن جائے گا۔

(۲) یاجوج ماجوج کا خروج: مطلب یہ ہے کہ نفخ صور سے پہلے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ظاہر ہوگی کہ یاجوج وماجوج کے تمام قبیلے ایک ساتھ امنڈ آئیں گے اور دنیا میں عام غارت گری شروع کردیں گے، اور اپنی مقامی بلندیوں سے تیزی کے ساتھ اترتے ہوئے زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل جائیں گے۔

(۳) اور دابۃ الارض کا خروج: قیامت سے پہلے مکہ مکرمہ کی صفا نامی پہاڑی پھٹے گی اور اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گی کہ اب قیامت قریب ہے، اور سچے ایمان والوں کو اور چھپے منکروں (منافقوں) کو نشانی لگا کر جدا کردے گا۔

(۴،۵،۶): مشرق میں زمین دھنسے گی، مغرب میں دھنسے گی، اور جزیرۃ العرب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں زمین دھنسے گی یعنی پورے دنیا میں جگہ جگہ زمین دھنسے گی اور آخر میں جزیرۃ العرب میں زمین دھنسے گی۔

(۷): عدن کی سرزمین سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر شام کی طرف لے جائے گی، فرمایا لوگوں کو جمع کرے گی، پس وہ آگ لوگوں کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔

(۸): دخان یعنی دھواں جس کا تذکرہ سورۂ دخان (آیات:۱۰-۱۱) میں ہے فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ سو آپ (ان کے لئے) اس دن کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو، جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے یہ ایک دردناک سزا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ نشانی پائی جاچکی ہے یا آئندہ پائی جائیگی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہجرت کے بعد مکہ میں قحط پڑا اس وقت یہ صورت پیش آچکی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ صورت آگے پیش آئے گی۔

(۹): دجال کے خروج کے بارے میں تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمان اور یوروپ و مغرب والوں کے درمیان سخت لڑائی ہوگی، اس جنگ میں رومی قسطنطنیہ یعنی استنبول پر قبضہ کرلیں گے پھر حضرت امام مہدی آکر ان کی کمانڈ میں مسلمان اسے دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، ابھی وہ تقسیم غنائم سے فارغ نہیں ہوئے ہوں گے کہ دجال کے خروج کی خبر پہنچ جائیگی گویا جب کافروں کو استنبول کے محاذ پر شکست کا سامنا ہو جائے گا تو وہ پیچھے سے تیاری کر کے حملہ آور ہونیکی کوشش کریں گے اور اپنے زعم کے مطابق ایک ایسی طاقت کے ساتھ میدان میں اتریں گے جو بظاہر نا قابل شکست ہوگی، یہ دجالی قوت ہوگی ایک روایت میں ہے کہ دجال کے ساتھ شریک لشکر یہودی ہونگے اور ان کی تعداد ستر ہزار ہوگی اور ان لشکروں کے چہرے ڈھال کے مانند گول مول اور پر گوشت ہونگے، یہ وصف ترکی النسل ازبک ماوراء النہر کے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱۰): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا، جب کہ دجال پورے دنیا میں فتنہ پھیلا دے گا اور ربوبیت کا دعوی کرے گا تو اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی جانب سفید منار کے پاس سے دو زرد کپڑوں میں اتر جائیں گے درانحالے کہ وہ فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے، اور دجال کو قتل کے لئے تلاش کرتے ہوئے مقام لدّ کے دروازے کے پاس اسے پائیں گے اور پاتے ہی قتل کردیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی جتنی مرضی ہوا اتنے دن تک رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب (تحفۃ الالمعی: ۵/۵۵۸)

سوال نمبر ۱۱۷، ص/ ۴۴

باب ماجاء في أشراط الساعة

(تح: ۵/۵۸۰، سالانہ ۱۴۲۵ھ)

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ. فَقِيلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ، وَبَرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلُبِسَ الْحَرِيرُ، وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا. قَالَ أَبُوعِيسَىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ غَيْرَ الْفَرَجِ بْنِ فَضَالَةَ، وَالْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَقَدْ رَوَاهُ عَنْهُ وَكِيعٌ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث میں مذکور یعنی پندرہ علامت قیامت کی وضاحت کریں۔

جواب

(الف) علی بن ابی طالب ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے تو اس پر مصیبت نازل ہوگی، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت اور زکاۃ کو تاوان سمجھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے، اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست پر احسان کرے اور اپنے باپ پر ظلم کرے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، رذیل آدمی قوم کا لیڈر بن جائے گا، شر کے خوف سے آدمی کی عزت کی جائے، شراب پی جائے، ریشم پہنا جائے، (گھروں میں) گانے والی لونڈیاں اور باجے رکھے جائیں اور اس امت کے آخر میں آنے والے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت تم سرخ آندھی یا زمین دھنسنے اور صورت تبدیل ہونے کا انتظار کر۔

(ب) نبی ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر بلا اترے گی پوچھا گیا: یارسول اللہ وہ پندرہ کام کیا ہیں آپ نے فرمایا:

(۱) إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا: جب غنیمت کا مال دولت سمجھا جائے، یعنی بادشاہ اور رئیس اس کو اپنے باپ کا مال سمجھیں اور غریب مسلمانوں پر شرع کے موافق تقسیم نہ کریں۔

(۲) وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا: اور امانت کا مال لوٹ کا مال سمجھا جائے، لوگ امانتوں کو کھا جائیں اور صاحب مال کو واپس نہ کریں۔

(۳) وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا: اور زکوۃ کو ٹیکس سمجھا جائے، جب زکوۃ کے بارے میں یہ تصور ہو جائے گا تو لوگ زکوۃ ادا نہیں کریں گے تو بس برائے نام ادا کریں گے رضا و رغبت سے ادا نہیں کریں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ: اور آدمی اپنی بیوی کا کہنا مانے، یعنی اس کا ہر جائز ناجائز مطالبہ پورا کرے، اور اس کی غلط سلط باتیں سن کر خاندان بگاڑ لے۔

(۵) وَعَقَّ أُمَّهُ: اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے یعنی ماں کے مقابلہ میں بیوی کو ترجیح دے، اس کی باتیں سنے اور ماں کے ساتھ بدسلوکی کرے۔

(٦) وَبَرَّ صَدِيقَهُ: اور اپنے دوست کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اس کے ساتھ نرم مجازی سے پیش آئے۔

(۷) وَجَفَا أَبَاهُ: اور اپنے باپ کے ساتھ ظلم روا رکھے، اس پر ظلم وستم ڈھائے۔

(۸) وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ: اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں یعنی اس پاک جگہوں کا احترام دل سے نکل جائے، وہاں لوگ باتیں اور شور وشعب کرنے لگیں۔

(۹) وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ: اور قوم کا ذلیل ان کا سردار بن جائے، یعنی کمینوں کا راج ہو جائے۔

(۱۰) وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ: اور آدمی کی عزت کی جائے اس کی برائی کے ڈر سے یعنی اس کی شرافت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی شرارت کی وجہ سے لوگ اس کا اکرام کریں۔

(۱۱) وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ: شرابیں پی جائیں یعنی شراب نوشی عام ہو جائے۔

(۱۲) وَلُبِسَ الْحَرِيرُ: اور ریشم پہنا جائے یعنی مردوں میں ریشم پہننے کا رواج عام ہو جائے۔

(۱۳) وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ: اور گانے والی باندیاں رکھی جائیں یعنی گانے کے اسباب فراہم کی جائیں، قیان: قینۃ کی جمع ہے باندی، زیادہ تر اس کا استعمال مغنیہ کے لیے ہوتا ہے۔

(۱۴) وَالْمَعَازِفُ: آلاتِ لہو اختیار کئے جائیں، المعازف: المعزف کی جمع ہے باجہ، ساز، آلہ موسیقی، سارنگی وغیرہ۔

(۱۵) وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا: اور امت کے پچھلے: پہلوں پر لعنت بھیجیں یعنی لوگ سلف صالحین، محدثین ومجتہدین کی برائی کرنے لگیں۔

تو چاہئے کہ لوگ اس وقت کا انتظار کریں سرخ آندھی کا یا زمین میں دھنسنے کا یا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شکلوں میں بگڑنے کا یعنی جب یہ پندرہ باتیں عام ہوں گی تو قیامت قریب آجائے گی یہی پندرہ باتیں آخری زمانے کا فتنے ہیں۔ (تحفۃ الالمعی:۵/۵۸۱)

سوال نمبر ۱۱۸، ص/۴۵

باب ماجاء في قتال الترك

(سالانہ ۱۴۳۱ھ)

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشِّعْرُ وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تقَاتِلُوْا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) "نعالهم الشعر، المجان المطرقة" کا کیا مطلب ہے اور یہ دونوں قوم کونسی ہو سکتی ہیں۔

جواب

(الف) قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم جنگ کرو ایسی قوم سے جن کے چپل بال ہے اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم جنگ کرو ایسی قوم سے جن کے چہرے گویا تہہ بہ تہہ چمڑا چڑھائی ہوئی ڈھال ہیں۔

(ب) قوله: "نعالهم الشعر" کا مطلب: اس کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں: ایک: ان کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ چپلوں تک پہنچے ہوئے ہوں گے (یہ مطلب ایک لطیفہ ہے) دوسرا: وہ ایسے چپل پہنتے ہوں گے جو بالوں سے بنے ہوئے ہوں گے یا ان کے چپلوں کے چمڑے پر بال ہوں گے، یہ مطلب صحیح ہے۔ (تحفۃ الالمعی:۵/۵۸۶)

قوله: المَجانُّ المُطْرَقَةُ: المِجنّ (بکسر المیم) ڈھال، جمع: مَجَانّ (بفتح المیم) المُطْرَقَةُ (اسم مفعول) اطرق الشيء بالجلد ونحوه: چمڑا وغیرہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چڑھانا، ایک چیز کے حصوں کو ملا دینا، اس کا مطلب: یعنی وہ ایسی قوم ہیں جن کے چہرے تہہ بہ تہہ چمڑا چڑھائی ہوئی ڈھالیں ہیں، اس سے مراد ترک ہیں، کیوں کہ ان کے چہرے ایسے ہی ہوتے ہیں، پچکے ہوئے اور دبیز ہوتے ہیں اور پہلی علامت صرف اس وقت ہوگی جب ان کی عربوں سے جنگ ہوگی۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۵۸۶)

سوال نمبر ۱۱۹

باب ماجاء في قتال الترك

(م: ۵:۴۵، تح: ۵/۵۸۶، عو: ۲/۲۱۸، ۱۴۳۲ھ)

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) امام ترمذی نے یہ حدیث باب ماجاء فی قتال الترک میں لائے ہیں، بتائیں کہ ترک کون ہیں اور حدیث کا کونسا جملہ ترجمۃ الباب پر دلالت کر رہا ہے۔

جواب

(الف) جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

(ب): تُرک ایک قدیم قوم ہے جو وسطی ایشیا اور ترکی میں آباد ہیں یہ لوگ ترک زبان یا اس کی قریبی زبانیں بولتے ہیں آج کل ان کی زیادہ آبادی ترکی، ازبکستان، ترکمانستان اور کرگستان میں رہتی ہیں قزاقستان کی بھی کچھ آبادی ترکی النسل ہے۔

حدیث کا جملہ: "كأنّ وجوههم المجانّ المطرقة" ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتا ہے؛ کیونکہ یہ صفت قوم ترک میں موجود ہے اور اس کی تائید مسلم شریف کی ایک روایت سے ملتی ہے کہ "لاتقوم الساعه حتى يقاتل المسلمون الترك".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۲۰

(سالانہ ۱۴۲۰ھ)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشِّعْرُ وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اور مطلب لکھیں۔

(ب) امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث باب قتال الترک میں لائے ہیں ترک کون ہیں اور حدیث کا کونسا جملہ ترجمۃ الباب سے دلالت کرتا ہے۔

جواب

دونوں جزیوں کے جواب پیچھے گزر چکے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۱

باب ماجاء في أن الدجال لايدخل المدينة

(سالانہ ۱۴۳۷ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْإِيْمَانُ وَالْكُفْرُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِيْنَةُ لِأَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ أَهْلُ الْخَيْلِ وَأَهْلُ الْوَبَرِ، يَأْتِي الْمَسِيْحُ إِذَا جَاءَ دُبُرُ أُحُدٍ صَرَفَتِ الْمَلَائِكَةُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يُهْلِكُ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے۔

(ب) حدیث کے ہر جزء کی تشریح کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) امام ترمذی نے یہ حدیث باب ماجاء فی ان الدجال لا یدخل المدینۃ میں ذکر فرمائی ہے، حدیث کی باب سے مناسبت واضح کیجئے، باب سے متعلق اور کوئی حدیث آپ کو یاد ہو تو تحریر کیجئے۔

جواب

(الف) ایمان یمن کی طرف سے نکلا ہے اور کفر مشرق کی طرف سے سکون واطمینان والی زندگی بکری والوں کی ہے، اور فخر و ریا کاری فدادین یعنی گھوڑے اور اونٹ والوں میں ہے، جب مسیح دجال احد کے پیچھے سے آئے گا تو فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور شام ہی میں وہ ہلاک ہوجائے گا۔

(ب) (۱) قولہ الایمان یمانٍ ایمان تو یمن والوں کا ہے، یمنیٌّ میں یائے نسبت حذف کر کے اس کے عوض الف بڑھایا ہے، یہ حدیث یمن والوں کے لئے بڑی فضیلت ہے، یمن والوں میں اخلاص ہوتا ہے اور دل نرم ہوتا ہے، اور وہ نفاق سے دور ہوتے ہیں۔

(۲) قولہ: "والکفر من قبل المشرق" اور کفر مشرق (یورپ) کی جانب سے ہے، یعنی ہمیشہ ادھر ہی سے کفر سر ابھارے گا مسیلمۃ الکذاب ادھر ہی کا تھا، اور دجال کا خروج بھی ادھر ہی سے ہوگا۔

(۳) قولہ: "والسکینۃ لاھل الغنم" اور اطمینان بکریاں پالنے والوں میں ہوتا ہے اور ان کی مزاجی کیفیت نرم ہوتی ہے، ان میں وقار ہوتا ہے کیونکہ جس کی جس کے ساتھ مزاولت ہوتی ہے اس کے اثرات اس میں پیدا ہوتے ہیں، بکریاں مسکین جانور ہیں اس لئے بکریاں پالنے والوں میں تواضع اور سکون ہوتا ہے۔

(۴) قولہ: "والفخر والریاء فی الفدادین: اھل الخیل واھل الوبر": گھمنڈ اور دکھاوا چلاّنے والوں میں یعنی گھوڑے پالنے والوں میں اور اونٹ پالنے والوں میں ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَدَّ يَفِدُّ فَدًّا و فَدِيدًا کے معنی ہیں: سخت آواز ہونا، الفَدَّاد: سخت گفتار، کرخت آواز والا، یعنی جن کے پاس اونٹ اور گھوڑوں کا بڑا ریوڑ ہوتا ہے ان میں یہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

(۵) قوله: ''يئتي المسيح اذا جاء دبر أحدٍ'': اور مسیح دجال آئے گا یعنی مدینہ منورہ کے پاس آئے گا، جب وہ احد پہاڑ کے پیچھے ہوگا تو فرشتے اس کے چہرے کو شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں ھلاک ہوگا۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۶۱۷)

(ج) مناسبت یہ ہے کہ حدیث کا جزء ''إذا جاء دبر أحدٍ صرفت الملائكة وجهه قبل الشام وهنالك يهلك'' سے معلوم ہوتا ہے دجال مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا؛ کیوں کہ فرشتے اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ کی حفاظت کریں گے اور دجال جب احد کے پیچھے سے آئے گا تو فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دینگے، اور ہمیں معلوم ہے کہ احد پہاڑ مدینہ کے باہر ہے، لہٰذا اتنی مناسبت کافی ہے۔

(دوسری حدیث) دجال مدینہ (کے قریب) آئے گا، تو فرشتوں کو اس کی نگرانی کرتے ہوئے پائے گا، اللہ نے چاہا تو اس میں دجال اور طاعون نہیں داخل ہوگا۔

سوال نمبر ۱۲۲، ص/ ۴۹

باب ماجاء في أن الدجال لايدخل المدينة

(سالانہ ۱۴۳۱ھ)

حدیث نمبر ۲۲۴۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِيمَانُ يَمَانٍ، وَالْكُفْرُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَالسَّكِينَةُ لِأَهْلِ الْغَنَمِ، وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْخَيْلِ وَأَهْلِ الْوَبَرِ، يَأْتِي الْمَسِيحُ إِذَا جَاءَ دُبُرَ أُحُدٍ صَرَفَتِ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ، وَهُنَالِكَ يَهْلَكُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث شریف پراعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) حدیث شریف میں مذکور پانچ باتوں کو علیحدہ علیحدہ تفصیل سے لکھئے۔

جواب

(الف) ترجمہ گزر چکا ہے۔

(ب) جواب گزر چکا ہے۔

سوال نمبر ۱۲۳

باب رویا المومن جزء من ستة واربعين جزءاً من النبوة

(سالانہ ۱۴۲۹ھ)

حدیث. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا، وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ. وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِينِ الشَّيْطَانِ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ۔

(الف) حدیث شریف پراعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب بیان کریں۔

(ب) حدیث شریف میں خواب کے تعلق سے چار باتیں آئیں ہیں ہر ایک کی وضاحت کریں۔

جواب

(الف) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو مومن کے خواب کم ہی جھوٹے ہوں گے، ان میں سب سے زیادہ سچے خواب والا وہ ہوگا جس کی باتیں زیادہ سچی ہوں گی، مسلمان کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، بہتر اور اچھے خواب جو اللہ کی طرف سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بشارت ہوتے ہیں، کچھ خواب شیطان کی طرف سے تکلیف ورنج کا باعث ہوتے ہیں، اور کچھ خواب آدمی کے دل کے خیالات ہوتی ہیں۔

(ب)۱-إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ: زمانہ قریب ہونے کا مطلب چار طرح سے بیان کیا جاتا ہے: پہلا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد قرب قیامت ہے اور اس وقت کا خواب کثرت سے صحیح اور سچ ثابت ہوگا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد دن اور رات کا برابر ہونا ہے، تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد زمانہ کا چھوٹا ہونا ہے یعنی ایک سال ایک ماہ کے برابر، ایک ماہ ایک ہفتہ کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک گھڑی کے برابر ہوگا، چوتھا مطلب یہ ہے کہ صبح کا قریب ہونا دوسرے حدیث میں ہے کہ سحر کے وقت کا خواب زیادہ سچا ہے۔

۲-وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا: ان میں سب سے زیادہ سچے خواب والا وہ ہوگا جس کی باتیں زیادہ سچی ہوں گی، جس طرح عملیت میں صدق مقال اور اکل حلال کا بڑا دخل ہے، اسی طرح خوابوں کے سچے ہونے میں بھی ان دونوں باتوں کا بڑا دخل ہے، جو شخص حلال وطیب چیزیں کھاتا ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے اس کا خواب زیادہ تر سچے ہوتے ہیں۔

۳-مسلمان کا خواب نبوت کا چھیالسواں حصہ ہے، وضاحت:: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی، اب نہ کوئی نیا رسول آئے گا نہ نبی، تو صحابہ کو تشویش ہوئی، نبوت کے ذریعہ لوگوں کو خیر کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اب لوگ اس سے محروم ہوگئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مگر خوش کن باتیں ابھی باقی ہیں، ان کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ امت کو خیر کی باتیں بتلائیں گے، صحابہ نے پوچھا: خوش کن باتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: مسلمان کا خواب جو کمالات نبوت سے ایک کمال ہے، پس صحابہ کو اطمینان ہوگیا کہ الحمد للہ! ابھی خیر کا دروازہ پوری طرح بند نہیں ہوا، ایک صورت اب بھی باقی ہیں پس اس سے معلوم ہوا جزء من ست

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وار بعین جزء من النبوة کا مطلب کمالات نبوت میں سے ایک کمال ہے "وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِينِ الشَّيْطَانِ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ"۔

خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، بہتر اور اچھے خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں، کچھ خواب شیطان کی طرف سے تکلیف ورنج کا باعث ہوتے ہیں، اور کچھ خواب آدمی کے دل کے خیالات ہوتے ہیں۔

(۱) رویائے صالحہ کی دو قسمیں ہیں: اول وہ خواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھلایا جاتا ہے، اور وہ مومن کے لئے خوشخبری ہوتا ہے۔

دوم وہ ہے کہ ملکوتی خواب یعنی نیک آدمی کا خواب: یہ خواب آدمی کی خوبیوں اور خرابیوں کا تمثل ہے (پیکر محسوس) ہوتا ہے، اگر خوبی متمثل ہوتی ہے تو وہ محض بشارت ہوتی ہے اور خرابی متمثل ہوتی ہے تو وہ تنبیہ ہوتی ہے اور وہ بھی نتیجہ کے اعتبار سے بشارت ہوتی ہے۔

(۲) شیطان کا ڈراوا یعنی خواب میں شیطان پریشان کرتا ہے، کسی ملعون جانور کی شکل میں انسان کو نظر آتا ہے جس سے آدمی ڈر جاتا ہے اور دل میں وحشت اور خوف پیدا ہوتا ہے۔

(۳) وہ خواب جو خیالات ہوتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں: اول: جو ایسی عادت کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں جس کا نفس بیداری میں خوگر ہو چکا ہوتا ہے اور وہ عادت قوت خیالیہ میں منقش ہو چکی ہوتی ہے، اور جو چیز خیال میں ہوتی ہے وہ حس مشترک میں ظاہر ہوتی ہے یعنی اس کے تصورات آتے ہیں، جیسے کوئی شراب کا عادی ہو تو اس کے خواب میں اس کے خیالات آتے ہیں، دوم: وہ خیالات ہیں جو فطری طور پر کسی خلط کے غلبہ سے بدن میں اس کی تکلیف کے احساس سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے بیمار آدمی خواب دیکھتا ہے کہ اس کے آپریشن کی تیاری ہو رہی ہے، ان خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی، تعبیر صرف مبشرات کی ہوتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۶/۵۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۲۴، ص/ ۵۲

باب أن الرويا المومن جزء من ستة وأربعين جزء من النبوة

(ج:۲/ ۵۲، سالانہ ۱۴۱۲ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا، وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِينِ الشَّيْطَانِ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيَتْفُلْ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ، قَالَ: وَأُحِبُّ الْقَيْدَ فِي النَّوْمِ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث کے ہر ہر جز کی علیحدہ علیحدہ تشریح کریں۔

(ج) قید اور غل کی تعبیریں لکھیں۔

جواب

(الف) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہوجائے گا تو مومن کے خواب کم ہی جھوٹے ہوں گے، ان میں سب سے زیادہ سچے خواب والا وہ ہوگا جس کی باتیں زیادہ سچی ہوں گی، مسلمان کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، بہتر اور اچھے خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں، کچھ خواب شیطان کی طرف سے تکلیف ورنج کا باعث ہوتے ہیں، اور کچھ خواب آدمی کے دل کے خیالات ہوتے ہیں، لہٰذا جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھڑا ہو کر تھوکے اور اسے لوگوں سے نہ بیان کرے، آپ نے فرمایا: میں خواب میں قید (پیر میں بیڑی پہننا) پسند کرتا ہوں اور طوق کو ناپسند کرتا ہوں۔

(ب) جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

(ج) قوله: "قال و احب القيد في النوم": امام نووی نے لکھا ہے کہ علماء نے فرمایا: قید کا محل پاؤں ہے اور اس سے اشارہ کیا جاتا ہے گناہوں سے باز رہنے کی طرف، خواب میں قید کو دیکھنا اس لئے اچھا ہے کہ دراصل یہ برے امور سے باز رہنے اور طاعت پر ثابت قدم رہنے کی علامت ہے، لیکن واضح رہے کہ یہ تعبیر اس شخص کے حق میں ہے جو دینی زندگی کا حامل ہوگا، خواب کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بیمار یا قیدی یا مسافر یا کوئی مصیبت زدہ شخص خواب میں دیکھا کہ میرے پیر میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں تو اس کے حق میں خواب کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے حال پر قائم رہے گا، اسی طرح ایک ہی خواب کو مختلف حالات کے لوگ دیکھیں تو اس کی تعبیر بھی الگ الگ ہوگی۔ (شرح نووی، تکملہ)

قوله: "و اكره الغل": کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ میرے گلے میں طوق لایا گیا ہے، تو یہ اچھا نہیں کیونکہ طوق کا محل گردن ہے اور وہ مذموم ہے کیوں کہ گلے میں طوق کا ڈالا جانا دوزخیوں کی صفت ہے ارشاد خداوندی ہے: "اذ الاغلال في اعناقهم والسلاسل الخ"۔ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ گلے میں طوق دیکھنا حکمرانی پر بھی دلالت کرتا ہے اگر اس کے ساتھ قرائن ہو، البتہ کبھی یہ بخل پر بھی دلالت کرتا ہے۔ (شرح نووی، تکملہ)

سوال نمبر ۱۲۵، ص/ ۵۵

باب ما جاء في من لا تجوز شهادته

(تخ: ۸۱/۶، سالانہ ۱۴۰۹ھ)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ، وَلَا خَائِنَةٍ، وَلَا مَجْلُودٍ حَدًّا، وَلَا مَجْلُودَةٍ، وَلَا ذِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غِمْرٍ لِأَخِيهِ، وَلَا مُجَرَّبِ شَهَادَةٍ، وَلَا الْقَانِعِ أَهْلَ الْبَيْتِ لَهُمْ. وَلَا ظَنِينٍ فِي وَلَاءٍ، وَلَا قَرَابَةٍ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

(ب) بھائی کی بھائی کے لیے شہادت کا کیا حکم ہے؟ اور باپ کی بیٹے کے لیے یا اس کی برعکس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب

(الف) ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیانت کرنے والے مرد اور عورت کی گواہی درست اور مقبول نہیں ہے، اور نہ ان مردوں اور عورتوں کی گواہی مقبول ہے جن پر حد نافذ ہو چکی ہے، نہ اپنے بھائی سے دشمنی رکھنے والے کی گواہی مقبول ہے، نہ اس آدمی کی جس کی ایک بار جھوٹی گواہی آزمائی جا چکی ہو، نہ اس شخص کی گواہی جو کسی کے زیر کفالت ہو اس کفیل خاندان کے حق میں (جیسے مزدور وغیرہ) اور نہ اس شخص کی جو ولاء یا رشتہ داری کی نسبت میں متہم ہو۔

(ب) جمہور کے نزدیک بھائی کی گواہی بھائی کے حق میں معتبر ہے، برخلاف امام مالک کے۔ (مرقات)

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے حق میں یا بیٹا اپنے باپ کے حق میں گواہی دے تو اس کی گواہی درست نہیں ہوگی، اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ ان کا ایک دوسرے کے حق میں گواہی دینا گویا اپنی ذات کے فائدہ کے لیے گواہی دینا ہے۔

سوال نمبر ۱۲۶، ص/ ۵۶

باب ما جاء في المبادرة في العمل

(تخ: ۶/ ۹۵، سالانہ ۱۴۲۴ھ)

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا، أَوْ غِنًى مُطْغِيًا، أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا،
أَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا، أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا، أَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ،
أَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ.

(الف) حدیث پر اعراب لگا ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) "منسٍ، مطغٍ، مفسدٍ، الهرم، مجهز، ادهیٰ، امر" ان کلمات کی مزید وضاحت کریں۔

(ج) اور ساری باتیں علیحدہ علیحدہ تحریر کریں، مبادرت کا کیا مطلب ہے؟

جواب

(الف) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، تمہیں ایسے فقر کا انتظار ہے جو سب کچھ بھلا ڈالنے والا ہے؟ یا ایسی مالداری کا جو طغیانی پیدا کرنے والی ہے؟ یا ایسی بیماری کا جو مفسد ہے (یعنی اطاعت الٰہی میں خلل ڈالنے والی) ہے؟ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کو کھو دینے والا ہے؟ یا ایسی موت کا جو جلدی ہی آنے والی ہے؟ یا اس دجال کا انتظار ہے جس کا انتظار سب سے برے غائب کا انتظار ہے؟ یا اس قیامت کا جو قیامت نہایت سخت اور کڑوی ہے۔

مطلب: لوگوں کو چاہئے کہ فرصت کے لحات غنیمت سمجھیں اور رضاء الٰہی اور فلاحِ اُخروی حاصل کرنے کے لیے کمربستہ رہیں، عام طور پر لوگ یوم و فردا کرتے ہیں اور وقت ضائع کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ آگے کیا حال پیش آنے والے ہیں، تو لوگوں کو باخبر کرنے اور خصوصاً چند اہم چیزوں کو غنیمت سمجھنے کے لیے حدیث شریف میں یہ باتیں درج کی گئیں ہیں۔ (تحفۃ الألمعی: ۶/۹۵)

(ب) (ا) منسٍ: اسم فاعل، انساه الشيء: بھلا دینا کسی چیز سے غافل کردینا، غریبی ایسی بری حالت ہے کہ جب آدمی اس سے دوچار ہوتا ہے تو ہر اہم کام بھول جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) مطغٍ: اسم فاعل، اطغاه المال: مال کا کسی کو سرکش بنا دینا، مالداری میں انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اور دولت کے نشے میں وہ کام کرنے لگتا ہے جو اسے نہیں کرنے چاہئیں۔

(۳) مفسدٍ: اسم فاعل، افسد الشیء: بگاڑنا، خراب کرنا۔ بیماری کبھی آدمی کو نحیف ونزار کر دیتی ہے اور وہ کسی کام نہیں کر پاتا، نہ دنیا کا کوئی کام کر سکتا ہے نہ عبادت کر سکتا ہے۔

(۴) الھرم: (بفتح الراء) بڑھاپا، الھرِم (بکسر الراء) انتہائی بوڑھا آدمی جو عمر کی آخری منزل تک پہنچ گیا ہو۔

(۵) مجھز: اسم فاعل، اجھز: جلدی سے قتل کر دینا، زخمی کا کام تمام کر دینا، موت سے عمل کا قصہ ہی نمٹ جاتا ہے۔

(۶) ادھی: بڑی آفت، داھیۃ کا اسم تفضیل۔

(۷) أمَرّ: بہت تلخ، مرارۃ کا اسم تفضیل جس کے معنی ہیں کڑوا اور تلخ۔

(ج) اس حدیث میں بطور مثال آگے پیش آنے والے سات عوارض کا تذکرہ فرمایا ہے: (۱) آج اگر آدمی خوش حال ہے تو ضروری نہیں کہ یہ حال باقی رہے، آگے ایسی غریبی پیش آسکتی ہے جو سب کچھ بھلا دے پھر عمل کیسے کرے گا، (۲) اور اگر آج حالت ٹھیک ہے تو آگے ایسی مالداری پیش آسکتی ہے جو سرکش بنا دے اس وقت آدمی دین سے دور جا پڑے گا (۳) اور اگر آج تندرستی حاصل ہے تو آگے ایسی بیماری پیش آسکتی ہے جو جسم کو ناکارہ بنا دے اور دل ودماغ کو خراب کر دے، پھر عمل کیسے کرے گا، (۴) اور آج اگر جوانی کی نعمت حاصل ہے تو آگے انتہائی بڑھاپا آرہا ہے اس وقت نہ آنکھ کام کرے گی نہ کان، نہ ہاتھ پیر چلیں گے نہ دل ودماغ کام کریں گے، پھر عمل کیا کرے گا؟ (۵) اور آج اگر زندگی ملی ہوئی ہے تو کل موت آنے والی ہے جو عمل کا قصہ ہی نمٹا دیگی، (۶) اور اگر کسی کو دجال کا انتظار ہے کہ جب وہ ظاہر ہوگا تب عمل کریں گے یعنی فتنوں کا دور شروع ہوگا تب مضبوطی سے دین پر عمل پیرا ہوں گے، تو جان لینا چاہئے کہ دجال ایک بن دیکھی برائی ہے اور آدمی فتنوں میں تنکوں کی طرح بہہ جاتا ہے اس وقت کون عمل کر سکتا ہے، (۷) یا انسان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو قیامت کا انتظار ہے حالانکہ قیامت کے بعد جزا کا زمانہ شروع ہوتا ہے عمل کا وقت باقی نہیں رہتا اور قیامت سخت حادثہ اور کڑوا گھونٹ ہے، بہر حال اس قسم کے احوال پیش آسکتے ہیں، اس وقت عمل مشکل ہو جائے گا پس چاہئے کہ آدمی آج کی اچھی حالت کو غنیمت سمجھے اور جو کچھ کرسکتا ہے کرلے؛ کیوں کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

سوال نمبر ۷، ۱۲، ص/۵۹

باب ماجاء في الزهادة في الدنيا

(سالانہ ۱۴۳۳ھ)

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ. وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ. وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ. وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ. وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) فضل کے معنی اور کفاف کی مقدار بتاتے ہوئے مطلب لکھیں اور ہر چیز کی تشریح کریں۔

جواب

(الف) رسول ﷺ نے فرمایا: ابن آدم! اگر تو اپنی حاجت سے زائد مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو یہ تیرے لیے بہتر ہوگا، اور اگر تو اسے روکے رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہوگا، اور بقدر کفاف خرچ کرنے میں تیری ملامت نہیں کی جائے گی اور صدقہ وخیرات دیتے وقت ان لوگوں سے شروع کر جن کی کفالت تیرے ذمہ ہے، اور اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا) نیچے والے ہاتھ (یعنی مانگنے والے) سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم: الزکاۃ: ۳۲، (۱۰۳۶)، تحفۃ الاشراف: ۴۸۷۹، مسند احمد: ۵/۲۶۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) اس حدیث میں "فضل" کے معنی ہیں وہ مال جو حاجت سے زائد ہو۔

کفاف کی مقدار: آدمی کا اپنے پاس اتنا مال بچائے رکھنا جو زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہو بایں طور پر کہ اس کی وجہ سے تمہاری غذائی ضرورت پوری ہو اور تم کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچے رہو اور ظاہر ہے کہ بقائے زندگی کے بقدر مال کی تعیین اشخاص، احوال اور زمانہ کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بقدر ضرورت روزی جمع رکھنا زہد وتقوی کے منافی نہیں، علاوہ ازیں اس حدیث میں چار ہدایتیں ہیں:

(۱) فضل یعنی زائد از حاجت مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنا انسان کے لیے مفید ہے، اور اس کو روکے رکھنا یعنی ضرورت کی جگہ میں بھی خرچ نہ کرنا مضر ہے۔

(۲) بقدر ضرورت روزی جمع رکھنے پر کوئی ملامت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جمع شدہ مال ہی میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔

(۳) خرچ کرنے میں اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اہم مصارف میں پہلے خرچ کرے، پھر جو بچے وہ درجہ بدرجہ دوسری جگہوں میں خرچ کرے۔

(٤) اور خرچ کرکے بالکل خالی ہاتھ نہ ہو جائے ورنہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پسارنا پڑے گا، جبکہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، پس لوگوں کو ہمیشہ دینے کی پوزیشن میں رہنا چاہئے، مانگنے کی حالت میں نہیں پہنچ جانا چاہئے۔ (تحفۃ الالمعی: ۶/ ۱۲۷)

سوال نمبر ۱۲۸

باب في القيامة

(م: ۶۷، تح: ۶/ ۱۹۱، ۱۴۳۶ھ)

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ حَرَّ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ. قَالَ وَكِيعٌ: مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ فَلْيَحْتَسِبْ فِي إِظْهَارِ هَذَا الْحَدِيثِ بِخُرَاسَانَ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تشریح کرتے ہوئے وکیع کے قول کا مقصد واضح کیجئے۔

(ج) نیز حدیث پاک سے کونسا کلامی مسئلہ ثابت ہوتا ہے واضح کیجئے۔

جواب

(الف) عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر اس کا رب اس سے قیامت کے روز کلام کرے گا اور دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے عمل کے کوئی چیز دکھائی نہ دے گی، پھر بائیں جانب دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے عمل کے کوئی چیز دکھائی نہ دے گی، پھر سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم نظر آئے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو جہنم کی گرمی سے اپنے چہرے کو بچانا چاہے تو چاہیے کہ وہ بچائے، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو، حضرت وکیع نے فرمایا: اہل خراسان میں سے جو بھی یہاں موجود ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ اس حدیث کو خراسان میں بیان کرکے اور اسے پھیلا کر ثواب حاصل کریں۔

(ب) **تشریح:** اس حکم سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله: "ترجمان": ترجمان وہ شخص ہے جو ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کرے، اس میں "ت" پر فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں جبکہ جیم مضموم ہے یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے رب کے سامنے روبرو پیش کیا جائے گا اور خلاصی کی کوئی صورت بھی نہیں ملے گی سوائے ان نیکیوں کے جو عبادات اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی کے واسطے کی گئی ہیں؛ چنانچہ اس گفتگو کے دوران آدمی دائیں بائیں دیکھے گا کہ کوئی راہ نجات ہے؟ یا کوئی دادرسی کرنے والا ہے؟ تو کوئی صورت نظر نہیں آئے گی، ہاں اگر کوئی نیک عمل کیا ہوگا تو وہ آدمی کے دائیں بائیں کھڑا ہوگا "ایمن و اشأم" دونوں منصوب بر بناء ظرفیت ہیں بمعنیٰ دائیں، بائیں اور منہ کی ضمیر کو اگرچہ موقف کی طرف راجع کرنا صحیح ہے مگر؛ "تلقاء وجهه" سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس شخص کے یمین اور شمال ہے لہٰذا ضمائر کا مرجع وہی شخص کا لینا زیادہ صحیح اور متعین ہے، سامنے آگ ہونے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ محشر کے دائیں بائیں آگ ہی آگ ہوگی اور سامنے پل صراط ہوگا اور اس کے نیچے بھی آگ ہوگی اور نجات کی صورت یہ ہوگی کہ وہ پل صراط کو عبور کرے اور عبور کی صورت یہ ہے کہ وہ نیک عمل کی طاقت اپنے ہمراہ لے کر جائے خصوصاً صدقہ آگ بجھانے میں پانی کی طرح ہے اگر زیادہ نہ ہوسکے تو کھجور کا ٹکڑا یعنی معمولی چیز کا صدقہ کرے تاکہ آگ کی لپٹ سے بچ سکے؛ چونکہ آدمی عموماً آفت کے وقت اپنے منہ اور چہرے پر غیر اختیاری طور پر ہاتھ رکھ کر اسے بچاتا ہے اس لئے حدیث میں وجھہ کا لفظ آیا ورنہ پورا جسم مراد ہے۔

امام وکیع فرماتے ہیں کہ یہاں جو خراسانی طلبہ ہیں وہ اس روایت کو اپنے علاقہ میں بیان کرنے میں ثواب کی نیت کریں یعنی ثواب کمائیں؛ کیونکہ خراسان پر جہم بن صفوان مبتدع کا اثر ورسوخ زیادہ ہے اور جہمیہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت کلام کے منکر ہیں جبکہ اس حدیث میں کلام باری تعالیٰ کی تصریح کی گئی ہے تو اس سے ان کے بدعتی نظریہ کی تردید کر کے ثواب حاصل کریں یعنی دوگونہ ثواب واجر حاصل کریں۔

(ج) اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت کلام ثابت ہوتی ہے یعنی کلام، اللہ تعالیٰ کی اوصاف میں سے ایک وصف ہے کیونکہ حدیث میں تصریح کی گئی ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"سیکلمه ربه یوم القیامة" یہاں فعل کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ فعل فاعل کی اوصاف میں سے ہوتا ہے پس کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس قسم کے بہت سارے دلائل ہیں لیکن معتزلہ اور فرقہ جھمیہ (وہ معتزلہ کا ایک فرقہ ہے جس کا بانی جہم بن صفوان ترمذی ہے، ۱۲۸ ہجری میں یہ شخص قتل کیا گیا) اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک اللہ کے متکلم ہونے کا مطلب: کسی محل میں کلام کو پیدا کرنا ہے، جو حرف اور صوت پر مشتمل ہوتا ہے اسی نظریہ کی بنا پر وہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں، لیکن حدیث ان کے خلاف ہے پس معلوم ہوا کہ یہ سراسر گمراہی اور عناد ہے۔

سوال نمبر ۱۲۹

ابواب صفة القيامة والرقائق

(م:۷۲، تح:۲۳۱/۲، سالانہ ۱۴۲۸ھ)

قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً، فَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوهُ، وَإِنْ أُشِيرَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوهُ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) اور حدیث "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ" پر اعراب لکھ کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

جواب

(الف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ہر چیز کے لئے چستی (جوش) ہے اور ہر چستی کے لئے سستی ہے، پس اگر چستی والا ٹھیک رہا اور اس نے میانہ روی اختیار کی تو اس سے امید باندھو، اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا گیا تو اس کو کچھ شمار مت کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں شروع میں جوش وخروش ہوتا ہے، اور عبادت و ریاضت کا بھی یہی حال ہے، لہٰذا عابد وزاہد اگر اپنے عمل میں معتدل رہا اور افراط وتفریط سے بچ کر حق سے قریب رہا تو اس کے لیے خیر کی امید ہے، اور اس کی عبادت کا چرچا ہوا تو شہرت کی وجہ سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خطرہ ہے، معلوم ہوا کہ اعتدال کی راہ سلامتی کی راہ ہے اور شہرت کا انجام حسرت وندامت ہے۔

(ب) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی کے بگاڑ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے دین یا دنیا کے بارے میں اس کی طرف انگلیاں اٹھائی جائیں؛ مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

مطلب: جاننا چاہئے کہ دینی معاملات میں انگلیوں سے اشارہ اس شخص کی طرف کیا جاتا ہے جو کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے، لوگ اس کا چرچا کرتے ہیں کہ فلاں یہ بات کہتا ہے، حدیث میں نماز روزہ کی کثرت مراد نہیں، کیونکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، نہ کوئی ایسے شخص کا چرچا کرتا ہے، اور دنیوی معاملات میں اس شخص کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے جو کوئی ایسا امر منکر کرتا ہے جو مسلمانوں میں متعارف نہیں، جیسے کوئی ایسی کاروباری اسکیم چلاتا ہے جو شرعاً درست نہیں؛ مگر لوگوں کے لئے وہ دلچسپ ہوتی ہے تو لوگ اس کا چرچا کرتے ہیں اور ایسا شخص برا اس لئے ہے کہ پہلی حالت اس کی دینی جہالت پر دلالت کرتی ہے، اور دوسری حالت اس کی دنیا طلبی کی غمازی کرتی ہے، اور دونوں حالتوں میں وہ شہرت کا طالب ہوتا ہے، اخلاص اس میں نام کو نہیں ہوتا، اس لئے اس کو برا کہا گیا ہے، اور اچھا بندہ وہ ہے جو دینی اور دنیاوی معاملہ میں ٹھیک چلے، اور صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ (تحفۃ الالمعی:۶/۲۳۰)

سوال نمبر ۱۳۰

باب ما جاء في روية الرب تبارك وتعالي

(م:۸۲، تح:۶/۳۲۵، ۱۴۱۱ھ، ۱۴۳۰ھ)

حدیث نمبر ۲۵۵۱: عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ. (سورۂ ق آیۃ:۳۹)

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) رویت باری میں کس فرقہ کا اختلاف ہے؟ اس کے دلائل کیا ہیں؟ اہل حق کا مذہب کیا ہے اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ مخالفین کے دلائل کے جوابات کیا ہیں۔

(ج) ''فان استطعتم... الخ'' رویت باری تعالیٰ سے کیا تعلق ہے؟ سوچ کر لکھیں۔

جواب

(الف) جریر بن عبداللہ بجلیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اسے دیکھنے میں کوئی مزاحمت اور دھکم پیل نہیں ہوگی۔ اگر تم سے ہو سکے کہ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے والی نماز (فجر اور عصر) میں مغلوب نہ ہو تو ایسا کرو، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ'' سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرو۔

مطلب: دنیا میں جب لوگ کسی حسین چیز کو دیکھنے کے لئے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور سب اس کے دیکھنے میں انتہائی درجہ مشتاق ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر بڑی کشمکش اور بڑی زحمت ہوتی ہے اور اس چیز کو اچھی طرح دیکھنا مشکل ہوتا ہے؛ مگر چاند کا معاملہ اس سے مختلف ہے، اسی طرح جنت میں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا، بیک وقت بے شمار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خوش نصیب بندے اللہ پاک کی زیارت کریں گے، وہاں نہ کوئی دھکا مکی ہوگی، نہ کوئی زحمت وکشمکش پیش آئے گی سب سکون واطمینان کے ساتھ جمال حق کا نظارہ کریں گے (اور یہ مطلب تضامُّونَ "بتشدید المیم" کی صورت میں ہے) اسی طرح جب چودھویں کا چاند سر پر ہوتا ہے تو اس کے دیکھنے والوں کو رویت میں ذرا شک نہیں ہوتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والے بھی بیشک اللہ پاک کی زیارت کریں گے، ان کو اس معاملہ میں ادنی شک نہیں ہوگا (اور یہ مطلب تَضَامُونَ "بتخفیف المیم" کی صورت میں ہے)۔ (تحفۃ الالمعی: ۶/ ۳۲۴)

(ب) خوارج، معتزلہ اور بعض مرجیہ دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں۔

ان کے دلائل: (۱) قوله تعالى: "لاتدركه الابصار وهو يدرك الابصار" یہاں رویت باری کے عدم کو مدح کے طور پر بیان کیا گیا ہے پس رویت باری کا اثبات، ایسی چیز کا اثبات ہے جو باری تعالیٰ کے شان اور مدح کے خلاف ہے۔

(۲) وہ کہتے ہیں کہ مرئی کے لئے جسم ہونا، سفید یا زرد وغیرہ کوئی رنگ دار ہونا اور آنکھوں کی سیدھ میں ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نہ جسم ہیں نہ ان کا کوئی رنگ ہیں، نہ وہ کسی جہت میں ہیں پھر ان کو کیسے دیکھا جاسکتا ہے؟

اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے بڑی نعمت ہے، جس سے اہل جنت کو نوازا جائے گا۔

ان کے دلائل: (۱) حدیث الباب ہے (۲) اللہ تعالیٰ کا قول: "وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة" بہت سے چہرے اس دن بارونق ہوں گے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے (۳) اور کفار کے بارے میں ہے "انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون" وہ لوگ اس دن یعنی قیامت کے دن اپنے رب سے حجاب میں رکھے جائیں گے، اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے بے حجاب ہوں گے یعنی ان کو رویت باری حاصل ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معتزلہ وغیرہ کے دلائل کا جواب: (۱) یہاں ''ادراك'' بمعنی ''الاحاطہ'' اور ''الابصار'' بمعنی ''عقل'' یعنی عقل علم باری تعالیٰ کو احاطہ میں نہیں لا سکے گا، (۲) اس آیت سے رویت باری کا امکان ثابت ہوتا ہے کہ اگر رویت محال ہوتی تو اس کی نفی سے تعریف حاصل نہ ہوتی جیسے شئ معدوم اس کے دکھائی نہ دینے کی وجہ سے اس کی تعریف نہیں کی جاتی، اس لئے کہ اس کی رویت محال ہے، اور تعریف تو اس میں ہے کہ اس کا دکھائی دینا ممکن ہے اور حجاب کبریائی کی وجہ سے، دشوار اور رکاوٹ ہونے کی وجہ سے دکھائی نہ دے۔ (شرح عقائد)

(۳) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مرئی ہونا یعنی دکھنا اللہ کی ایک صفت ہے، اور صفات کی ایک حد تک ہی سمجھا جا سکتا ہے، نیز صفات کے بارے میں کیسے کا سوال مہمل ہے، پس بغیر کیف کے جنتیوں جنت میں اللہ کی زیارت نصیب ہوگی علاوہ ازایں: اللہ تعالیٰ جنت میں جنتیوں کو بہت سی ایسی قوتیں عطا فرمائیں گے جو اس دنیا میں عطا نہیں ہوئیں، ان کو ایسی آنکھیں عطا ہوں گی جن کی قوت اتنی محدود اور کمزور نہیں ہوگی جتنی اس دنیا میں ہے، پس رویت کے لئے اس دنیا میں جو شرائط ہیں وہ وہاں نہیں ہوں گی، وہاں بغیر مقابلہ اور جہت کے اللہ جل شانہ کے جمال کا نظارہ ممکن ہو سکے گا اور رویت باری کا تذکرہ جب صراحۃ قرآن مجید میں آ گیا تو اب احادیث کی ضرورت باقی نہیں رہتی، پھر بھی اس مسئلہ میں اتنی حدیثیں مروی ہیں جو حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ (تحفۃ الالمعی)

(۴) انہوں نے جو قیاس کیا ہے یہ قیاس مع الفارق ہے؛ کیونکہ یہ قیاس الغائب علی الشاہد ہے۔

(ج) قوله: ''فان استطعتم...الخ'' نبی علیہ السلام نے یہ فرما کر نمازوں کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے نمازوں کے اہتمام سے آدمی میں جمال حق کے دیدار کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ اعمال کے خواص ہیں کہ زکوٰۃ سے بخیلی دور ہوتی ہے، روزہ سے پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے، حج سے محبت الٰہی بڑھتی ہے، اسی طرح نماز سے اللہ کے دیدار کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پس جو بندے جمال حق کو دیکھنے کی آرزومند ہیں وہ پانچوں نمازوں کا اہتمام کریں، اور دو نمازوں کی تخصیص ان کے اہمیت کی وجہ سے ہے، جو ان دو نمازوں کا اہتمام کرے گا وہ باقی نمازوں کا ضرور اہتمام کرے گا۔ (تحفۃ الالمعی: ۶/ ۳۲۴)

سوال نمبر ۱۳۱، ص/ ۸۲

باب ما جاء في روية الرب تبارك وتعالى

(سالانہ ۱۴۱۱ھ)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَتُضَامِنُ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ مع اختلاف فرق مدلل لکھیں۔

(ج) دنیا میں رویت باری ممکن ہے؟ اگر نا ممکن ہے تو آخرت میں کیسے ممکن ہے؟ وجہ فرق بیان کریں۔

جواب

(الف) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں مزاحمت اور دھکم پیل کرتے ہو؟ کیا تم سورج کو دیکھنے میں مزاحمت اور دھکم پیل کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، اس کو دیکھنے میں کوئی مزاحمت اور اور دھکم نہیں کرو گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

(ج) اہل سنت والجماعہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار مطلقاً ممکن ہے؛ لیکن دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہے اور آخرت میں اس کا وقوع ہوگا، جیسا کہ ہم فرشتے، اعمال وغیرہ نہیں دیکھتے ہیں اور آخرت میں دیکھیں گے، ان دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت کے مطابق بندے میں ان چیزوں کی رویت کی قوت نہیں پیدا فرمائی۔ (شمس الفوائد علی شرح العقائد)

دوسرا فرق: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو بہت سی ایسی قوتیں عطا فرمائیں گے جو اس دنیا میں ان کو حاصل نہیں، اور ان کو ایسی آنکھیں عطا کی جائیں گی جن کی قوت اتنی کمزور اور محدود نہیں ہوگی جتنا اس دنیا میں ہے۔ (الماخوذ من تحفۃ الالمعي)

سوال نمبر ۱۳۲، ص/۹۷

باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة

(تح: ۶/ ۴۵۷، سالانہ ۱۴۱۵ھ)

قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ. وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضَاءً لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ. وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ. إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ. إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ

(الف) حدیث شریف اعراب کے ساتھ لکھ کر ترجمہ کریں،

(ب) اور حدیث شریف کے ہر ہر جز کی مفصل شرح کریں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب

(الف) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم دین کی تلاش میں کسی راستہ پر چلے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اسے جنت کے راستہ پر لگا دیتا ہے۔ بیشک فرشتے طالب (علم) کی خوشی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور عالم کے لیے آسمان وزمین کی ساری مخلوقات مغفرت طلب کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر، بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا، بلکہ انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے۔ اس لیے جس نے اس علم کو حاصل کرلیا، اس نے (علمِ نبوی اور وراثتِ نبوی سے) پورا پورا حصہ لیا۔

(ب) ۱-قولہ: "مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ": جو شخص کسی ایسے راستہ پر چلتا ہے جس میں وہ علم ڈھونڈتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی طرف ایک راستے پر چلاتے ہیں، یعنی جو جتنا علم دین کی تحصیل میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اتنا ہی وہ جنت سے قریب ہوتا ہے، جنت حاصل ہوتی ہے ایمان وعمل سے پس اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کو حاصل کئے ہوئے علم پر عمل پیرا ہونا چاہئے، کیونکہ دین کا علم برائے علم مطلوب نہیں، نہ برائے دنیا مطلوب ہے، بلکہ وہ برائے عمل مطلوب ہے، پس اگر طلبہ حاصل کئے ہوئے علم پر عمل کریں تو تحصیل علم کی غرض پوری ہوگی، اور وہ جنت پہنچ جائیں گے۔

(۲) قولہ: "وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضَاءً لِطَالِبِ الْعِلْمِ": اس حدیث کا مطلب عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ فرشتے طالب علم کے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند مفتی سعید احمد پالن پوری فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ فرشتے پر رکھ دیتے ہیں، یعنی پرواز بند کر دیتے ہیں، جیسے کوئی عالم آرہا ہو تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طالب علم باادب کھڑا ہوجاتا ہے، اسی طرح آسمان وزمین کے درمیان جو فرشتے آ جارہے ہیں جب وہ کسی طالب علم کو دیکھتے ہیں تو اس کی تعظیم کے لیے رک جاتے ہیں، اور پرواز بند کردیتے ہیں، پھر جب وہ طالب علم گزر جاتا ہے تو وہ اپنی راہ لیتے ہیں۔ (تحفۃ الالمعی:۶/۴۵۸)

(۳) قولہ: "وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ": اور عالم کے لیے یقیناً دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ جو آسمان میں رہتے ہیں یعنی فرشتے اور جو زمین میں رہتے ہیں یعنی سارے مخلوقات یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی، اس لئے کہ طالب علم ایسی چیز کے ساتھ مشغول ہے جس کا نفع ان کو اور سب کو پہنچتا ہے کیونکہ علوم شرعیہ میں ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور خالق کے حکم کے مطابق ان کو استعمال کرنا وغیرہ سب کچھ مذکور ہیں۔

(۴) قولہ: "وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ": عالم دین کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر، یعنی عالم کا درجہ عابد سے ہزاروں گنا بڑھا ہوا ہے، کیونکہ اس کے اعمال متعدی نہیں، وہ جتنی نمازیں پڑھیں اور عبادات کریں وہ اس کے لئے ہیں، لیکن عالم اس کا علم متعدی ہے کہ وہ اس علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہے اور دوسرے کو بھی سکھاتا ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر بھی کرتا ہے، پس اس کا نفع اس کے لیے بھی ہے اور دوسرے کے لیے بھی ہے، جیسے چاند کی روشنی۔

(۵) قولہ: "إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ": علماء بالیقین انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے ترکہ میں نہ دینار چھوڑے نہ درہم؛ کیونکہ نبیوں کو مال جمع کرنے اور ان کو اقارب کے لیے چھوڑنے کے لیے نہیں بھیجے گئے، لہٰذا ان کے سارے اموال صدقہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے انا معاشر الانبیاء لانورث، ما ترکناہ صدقۃ بلکہ ان کے میراث عام ہے کہ ہر امت اس کو حاصل کرسکیں انہوں نے علم ہی میراث میں چھوڑا ہے پس جس نے علم حاصل کیا وہ اس میراث نبوت میں سے کامل حصہ لے لیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۳۳

باب ماجاء في تقليم الأظفار

(م: ۱۰۴، نخ: ۶/۵۲۶، ۱۴۳۱ھ)

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث میں مذکور نوں باتوں کی تفصیل بیان کریں۔

(ج) دوسری حدیث میں "خمس من الفطرة" اور اس حدیث میں عشر ہے اس تخالف کو حل کریں، دسویں بات جو راوی بھول گئے ہیں وہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب

(الف) ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں (۱) مونچھیں کترنا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) انگلیوں کے جوڑوں کی پشت دھونا (۷) بغل کے بال اکھیڑنا (۸) ناف سے نیچے کے بال مونڈنا (۹) پانی سے استنجاء کرنا۔

(صحیح مسلم، الطہارۃ: ۱۶ (۲۶۱)، سنن ابی داؤد، الطہارۃ: ۲۹ (۵۳)، سنن النسائی، الزینۃ: ۱ (۵۰۴۳)، سنن ابن ماجہ، الطہارۃ: ۸ (۲۹۳)، تحفۃ الاشراف (۱۶۱۸۸)، مسند احمد: ۶/۱۳۷) (صحیح)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تفصیل: مونچھوں کو کاٹنے، ناخن کاٹنے، زیر ناف مونڈنے اور بغل نوچنے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار مذکورہ کام کرے، اور افضل جمعہ کا دن ہے، پندرہ بیس روز میں یہ کام کرے تو بھی جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے جس کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

اعفاء اللحیۃ: (أعفی الشعرَ: بالوں کو باقی رکھنا نہ کاٹنا) ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور چونکہ یہ واجب سنت سے ثابت ہے اس لئے اس کو سنت بھی کہتے ہیں، داڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے، امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ داڑھی کو چھوڑے رکھنا یہاں تک کہ وہ گھنی ہو جائے اور بڑھ جائے: یہ ڈاڑھی بڑھانے کا مصداق ہے، اور قصر یہ ہے کہ ڈاڑھی کو مٹھی میں بھرے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے مگر مٹھی ٹھوڑی کے نیچے سے بھرے، بعض لوگ ٹھوڑی کو بھی مٹھی میں بھر لیتے ہیں یہ صحیح نہیں، کیونکہ ڈاڑھی زینت ہے، ایک مشت سے پہلے ڈاڑھی کو کاٹنا، اکھاڑنا، اور جلانا وغیرہ حرام ہے۔

السواك: حنفیہ کے نزدیک نماز کے لیے وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے اور ان کے نزدیک یہ نماز کی سنت ہے۔

الاستنشاق: وضو کرتے وقت سانس کے ذریعہ ناک میں پانی چڑھانا سنت ہے۔

غسل البراجم: وضو کرتے وقت انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا سنت ہے۔

انتقاص الماء: پانی کم کرنا گھٹانا، یعنی پانی سے استنجاء کرنا، کیونکہ اس سے پانی (پیشاب) کی آمد رک جاتی ہے۔

(ج) "خمس" اور "عشر" میں تعارض نہیں، کیونکہ چھوٹا عدد بڑے عدد میں داخل ہوتا ہے اور ذکر عدد نفی ماعدیٰ کو مستلزم نہیں ہوتا۔

حدیث کے راوی زکریا کہتے ہیں: میرے استاذ مُصعب نے فرمایا: میں دسویں بات بھول گیا، شاید یہ کلی کرنا ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵۱۶/۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۳۴، ص/۱۱۱

باب ماجاء في انشاد الشعر

(تخ: ۶/۵۹۳، سالانہ ۱۴۲۶ھ)

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَمْشِي وَهُوَ يَقُولُ: خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَاابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَرَمِ اللهِ تَقُولُ الشِّعْرَ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ. فَلَهِيَ أَسْرَعُ فِيهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ.

(الف) اعراب لگا کر "خلوا بني الكفار... الخ" کا ترجمہ ومطلب لکھیں۔

(ب) اچھے بُرے اشعار کا شرعی حکم کیا ہے؟ مدلل لکھیں۔

(ج) عمرة القضاء میں تین دن کے لیے مکہ مکرمہ مسلمانوں کے لیے خالی کردیا تھا، پھر یہ اشعار کس کو سنائے گئے تھے؟ سوچ کر جواب لکھیں۔

جواب

(الف) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ عمرة القضاء کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

خلوا بني الكفار عن سبيله ❁ اليوم نضربكم على تنزيله

ضربا يزيل الهام عن مقيله ❁ ويذهل الخليل عن خليله

اے کفار کی اولاد! اس کے (یعنی محمد ﷺ کے) راستے سے ہٹ جاؤ، آج کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دن ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے جو کھوپڑی کو گردنوں سے جدا کردے گی، ایسی مار ماریں گے جو دوست کو دوست سے غافل کردے گی عمرؓ نے ان سے کہا: ابن رواحہ! تم رسول اللہ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: انہیں کہنے دو، عمر! یہ اشعار ان (کفار ومشرکین) پر تیر برسانے سے بھی زیادہ زوداثر ہیں (یہ انہیں بوکھلا کر رکھ دیں گے)۔

مطلب: جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ عمرۃ القضاء کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ کے سامنے چل رہے تھے اور وہاں پر کفار قریش کے بعض ذمہ داراں موجود تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ اسلام کی برتری ثابت کرنے اور اسلام کی حمایت اور طرفداری میں حرم مکہ میں کفار کو عار دلانے کے لیے اشعار پڑھ رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حرم مکہ کے اندر اور حضور کے سامنے اشعار پڑھنا مناسب نہیں سمجھا، اس لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا: اے ابن رواحہ حرم مکہ میں اور حضور ﷺ کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو تو حضور نے عمر سے فرمایا: ان کو اشعار پڑھنے دو؛ کیوں کہ یہ اشعار کفار کے لیے تیر برسانے سے زیادہ کارگر ہیں۔

(ب) اشعار کے بارے میں روایات مختلف آئی ہیں (۱) "قال رسول اللہ ﷺ: لأن یمتلئ جوف احدکم قیحا خیر من ان یمتلی شعرا" ترجمہ: آدمی کا پیٹ ایسی پیپ سے بھر جائے جو اس کے پیٹ کو خراب کردے، اس سے بہتر ہے کہ وہ (گندے) اشعار سے بھر جائے۔

(۲) "قال رسول اللہ ﷺ: ان من الشعر حکمة" یعنی بعض اشعار پر حکمت ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ان حدیثوں کا مصداق الگ الگ ہیں، کیونکہ اشعار کلام ہے، پس اچھا کلام اچھا ہے برا کلام برا ہے، سنن دارقطنی میں سند حسن سے حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے اشعار کا تذکرہ کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا: "هو کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح" اس سے معلوم ہوا کہ اچھے اشعار پڑھنا صحیح ہے اور برے اشعار پڑھنا غلط ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے آنے کی خبر ملنے کے بعد تین دن کے لیے پہاڑوں پر چلے جانے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ وہ مسلمانوں پر ایک نظر بھی نہیں ڈالیں گے اس کے باوجود بعض مشرکین نے آپ کو دیکھنے کے لیے دار الندوہ کے دیوار کے ساتھ قطار باندھ لی اور وہاں پر کفار قریش کے بعض ذمہ داران بھی موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان ہیں جبکہ وہ تندہی سے تلواریں ہاتھ میں لے کر سختی سے آپ کی حفاظت میں مصروف تھے تو اس وقت عبداللہ بن رواحہ رسول اللہ کی اونٹنی کی لگام کھینچتے رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے رہے ؎

خلوا بني الكفار عن سبيله ۞ اليوم نضربكم على تنزيله

ضربا يزيل الهام عن مقيله ۞ ويذهل الخليل عن خليله

سوال نمبر ۱۳۵

باب مثل المومن القاري للقرآن و غير القاري

(م: ۱۱۴، تح: ۶/ ۶۱۶،)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ بَلَاءٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ.

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) "تُفَيِّئُهُ، الأَرز، تحصد" ان کلمات کی لغوی تحقیق کر کے مذکورہ مثالوں کی ایسی تشریح کریں کہ مثال اور ممثل لہ میں مناسبت واضح ہو جائے۔

جواب

(الف) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھیتی کی سی ہے جسے ہوائیں (ادھر ادھر) ہلاتی رہتی ہیں۔ (ایسا ہی مومن ہے کہ) مومن پر بلائیں برابر آتی رہتی ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر (اشوک) کے درخت کی ہے، وہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں جب تک کہ کاٹ نہ دیا جائے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر۔

(ب) ۱-تفیئه: فَيَّأَ: ہلانا، فَيَّئَتِ الرياحُ الزرعَ ونحوَه: ہواؤں کا کھیتی وغیرہ کو حرکت میں لانا۔

۲-الأَرْز: صنوبر کا درخت، اشوک کا درخت۔

۳-تُحصَدُ: حَصَدَ يحصُدُ (ن) حَصدا: درانتی سے کاٹنا۔

تشریح: (حدیثِ اول) مثال کے طور پر گیہوں کے کھیت کو ہوائیں الٹتی پلٹتی رہتی ہیں، جب مشرق کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو سارے پودے مغرب کی طرف جھک جاتے ہیں، پھر جب مغرب کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو سارا کھیت مشرق کی طرف جھک جاتے ہیں، اسی طرح مومن بندہ بھی مختلف حالات سے گزرتا ہے اور اس کے گناہ دھلتے رہتے ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ ہوائیں ان پر اثر انداز نہیں ہوتیں، وہ کسی طرف نہیں جھکتے؛ مگر جس دن گرتے ہیں جڑ سے اکھڑ کر گرتے ہیں، اسی طرح منافق کی جب پکڑ ہوتی ہے تو یکبارگی ہوتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۶/ ۶۱۵)

حدیث دوم: اس حدیث کے بارے میں تین آراء ہیں:

اول: یہ حدیث ضعیف ہے صحیح نہیں۔

دوم: دوسری رائے حافظ ابن عبد البر کی رائے یہ ہے کہ وہ اس کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اس تقدیر پر یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ بعد کے زمانہ میں کچھ لوگ صحابہ کرام کے بعض سے افضل آسکتے ہیں، وہ اسی باب کی حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔

سوم: تیسری رائے جمہور کی ہے جو پہلی دونوں آراء کے خلاف ہے، جمہور کہتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ صحابہ کرام امت کے بہترین لوگ ہیں، مابعد کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہیں آسکتا جو صحابہ کرام سے افضل ہو۔

جمہور کہتے ہیں اس حدیث کے دو مطالب ہیں:

پہلا مطلب: یہ کہ اس میں افضلیت کی بات نہیں بلکہ نفع کی بات ہوئی ہے اور نفع کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں لہٰذا اس حدیث میں یہ امکان بیان کیا گیا ہے کہ مابعد میں ایسے لوگ آسکتے ہیں جن سے اہل اسلام کو نفع ہو، مثلاً: صحابہ کرام کے زمانہ میں تدوین کتب اور مناظروں کی ضرورت نہیں تھی مگر بعد میں ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کے تصنیفات امت کے ایک بڑے حصے کے لئے مفید بن گئی، یہ ایک جزئی فضیلت ہوگی جو کلی فضیلت کے منافی نہیں، پس صحابہ کرام کو کلی فضیلت حاصل ہے، اور مابعد والوں کو جزئی فضیلت حاصل ہوسکتی ہے، جیسے ایمان بالغیب ہوا، لہٰذا قیامت تک امت میں وقتاً فوقتاً اچھے اچھے لوگ پیدا ہوں گے۔

دوسرا مطلب: یہ ہے کہ یہاں صحابہ کرام کا زمانہ بلکہ خیر القرون کا زمانہ جو کہ ابتداء حقیقی ہے اس موازنہ میں شامل نہیں ہے، کیونکہ فصل بغیر پہلی بارش کے اگتی نہیں، البتہ مابعد کی بارش کبھی ایک وقت میں مفید ہوتی ہیں اور کبھی دوسرے وقت میں، جبکہ اولین بارش جو بیج کے لئے ناگزیر ہے وہ تو لامحالہ افضل ہوں گی پس صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین امت کے افضل لوگ ہیں ان کی بات تو اور ہے، یہ موازنہ اور مثال بعد والی امت کے لئے ہونا مراد ہے۔ (تشریحات ترمذی: ۷/۶۰۲)

سوال نمبر ۱۳۶

(سالانہ ۱۴۱۸ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ بَلَاءٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ.

(الف) یہ دونوں حدیثیں ابواب الامثال کی ہیں امثال کا کیا مطلب ہے؟

(ب) دونوں حدیثیں با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ج) دوسری حدیث میں بظاہر حدیث: "خير القرون قرني...الخ" سے معارض نظر آتی ہے رفع تعارض کے لیے مناسب توجیہ کریں۔

جواب

(الف): مثال یہ مَثَل کی جمع ہے یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے:

۱- بمعنی مِثل (بکسر المیم) یعنی مانند، جیسے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها.

۲- بمعنی حالت اور حالت عجیبہ، جیسے مثل الجنة التي وعد المتقون.

۳- معقول کو محسوس بنا کر پیش کرنا (تقریب المعقول من المحسوس) قرآن کریم میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں اور ان ابواب کی تمام حدیثوں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔

پس یہاں ابواب الامثال سے مراد ان تمام حدیثوں کو لانا ہے جن میں معنویات کو محسوس مثالوں کے ذریعہ عام فہم بنا کر سمجھایا گیا اور ان ابواب میں وہ حدیثیں ہیں جن میں لفظ مثل مذکور ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۶/ ۶۰۳)

(ب) مطلب گزشتہ سوال کی تشریح میں آ گیا ہے۔

(ج) دفع تعارض بھی گزر چکا ہے۔

سوال نمبر ۱۳۷

باب ماجاء في من قرأ قرآنا ما له من الاجر

(م: ۱۱۹، تح: ۷/ ۷۰، ۱۴۳۴ھ، ۱۴۳۷ھ)

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا.
قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.
قَالَ: وَذَاكَرْتُ بِهِ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَاسْتَغْرَبَهُ.
قَالَ مُحَمَّدٌ: وَلَا أَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث کے ہر جزء کی تشریح کیجیے۔

(ج) امام ترمذی کے کلام کا مطلب واضح کیجیے۔

جواب

(الف) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے نیک اعمال کے اجر و ثواب میرے سامنے پیش کیے گئے یہاں تک کہ اس تنکے کا ثواب بھی پیش کیا گیا جسے آدمی مسجد سے نکال کر پھینک دیتا ہے۔ اور مجھ پر میری امت کے گناہ (بھی) پیش کیے گئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورۃ یا کوئی آیت یاد ہو اور اس نے اسے بھلا دیا ہو۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں، میں نے اس حدیث کا تذکرہ محمد بن اسماعیل بخاری سے کیا تو اس کو وہ پہچان نہ سکے اور انہوں نے اس حدیث کو غریب قرار دیا، محمد بن اسماعیل بخاری نے یہ بھی کہا کہ میں نہیں جانتا کہ مطلب بن عبداللہ کی کسی صحابی رسول سے سماع ثابت ہے۔

(ب) لیلۃ المعراج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے امت کی تمام نیکیاں پیش کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گئی پھر ان کے گناہوں کو بھی پیش کیے گئے تو حضور علیہ السلام کو ان میں سے کوئی گناہ اس سے بڑا نظر نہیں آیا کہ کوئی شخص قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت، یا کوئی آیت یاد کرے پھر کسی بھی وقت اس کی تلاوت وغیرہ نہ کرے جس کی وجہ سے وہ اس کو اس طرح بھول جائے کہ قرآن کریم دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو اس کے لئے یہ وعید ہے، اگر کوئی اعتراض کرے "رفع عن امتي الخطا والنسيان" سے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث الباب سے مطلب: قصداً تلاوت وغیرہ کو ترک کر کے بھول جانے کا راستہ اختیار کرنا، فلا اشکال۔

اور اس حدیث کا لفظ "حتی القذاۃ" سے مسجد کی صفائی میں اہتمام کرنے کی طرف اشارہ کرنا کہ اس کا اجر بھی نبی کریم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔

(ج) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے، اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کی شاہد یہ ہے کہ میں نے امام بخاری کے ساتھ اس حدیث کا مذاکرہ کیا تو وہ اس کو پہچان نہ سکے، اور انہوں نے اس حدیث کو غریب قرار دیا اور امام بخاری نے یہ بھی کہا کہ میں نہیں جانتا کہ مطلب بن عبداللہ کا سماع کسی بھی صحابی رسول سے ثابت ہے، پس اس اعتبار سے یہ منقطع ہے، لہٰذا یہ حدیث جو انہوں نے حضرت انس سے روایت کرتی ہے صحیح نہیں۔

سوال نمبر ۱۳۸

تفسير سورة المائدة

(م:۱۳۶، تخ:۲۲۵/۷، ۱۴۳۶ھ)

حدیث نمبر ۳۰۵۷: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (سورة المائدة اية: ۱۰۵) وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا ظَالِمًا فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) آیت شریفہ اور حدیث دونوں کا مطلب الگ الگ تحریر کریں۔

(ج) آیت اور حدیث کا تعارض تشفی بخش انداز میں دور کیجئے۔

جواب

(الف) ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (اے ایمان والوں! تم بس اپنی فکر کرو! جب تم راہ راست پر ہو تو جو شخص گمراہ ہے وہ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا بھی ہے کہ جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں پھر بھی اس کے ہاتھ پکڑ نہ لیں (اسے ظلم کرنے سے روک نہ دیں) تو قریب ہے کہ ان پر اللہ کی طرف سے عمومی عذاب آ جائے (اور وہ ان سب کو اپنی گرفت میں لے لے)۔

(ب) آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ آیت اگر سرسری طور پر پڑھی جائے تو اس سے یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ اصلاح احوال کی کوشش ضروری نہیں ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، اگر ہم بذات خود دین پر صحیح طرح عمل پیرا ہوں تو برخود غلط قسم کے لوگوں کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں، جائے وہ جہنم کی بھاڑ میں۔ آیت کریمہ کو اس طرح سمجھنا صحیح نہیں، اگر اصلاح حال کی ضرورت نہ ہوتی تو بعثت انبیاء کی ضرورت کیا تھی؟ اور باب کی پہلی حدیث میں صراحت ہے کہ امکان بھر لوگوں کو برائیوں سے روکنا ضروری ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سبھی لوگوں کو دھر لیں گے، ہاں اصلاح حال کی پوری کوشش کرنے کے بعد بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو تو انسان معذور ہے اور اپنی ذات پر فکر مندر ہے تاکہ ان کا خراب اثر اپنے اندر داخل نہ ہو، اور اگر تم ہدایت یافتہ ہو تو گمراہ لوگ تمہارا کوئی نقصان نہیں کر سکیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث کا مطلب: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑے یعنی اس کو ظلم سے نہ روکیں (مطلب: لوگ منکر چیزیں دیکھنے کے بعد بھی نہی عن المنکر پر عمل نہ کریں) تو اللہ تعالیٰ دونوں فریقوں پر غصہ میں آ جاتا ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سزا ان سبھی پر عام کر دیں یعنی برے لوگوں کے ساتھ اچھے لوگوں کو بھی عذاب میں دھر لیں۔

(ج) حدیث اور آیت دونوں اپنے اپنے مرحلے پر محمول ہے یعنی دونوں کا مرحلہ الگ الگ ہے کہ یعنی اے ایمان والوں تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو یہاں تک کہ اصلاح سے مایوس ہو جاؤ ورنہ عذاب الٰہی اچھے برے سب کو گھیر لے گا؛ مگر دعوت دیتے وقت ضرور اپنے نفس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کا برا اثر اپنے اندر اثر انداز نہ کر سکے، اگر تم راہ راست پر ہو تو گمراہ لوگ تمہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔

بحمد اللہ تم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551